ایک سو پچاس
پہلی جلد
جعلی اصحاب
علامہ سید مرتضیٰ عسکری
ترجمہ: سید قلبی حسین رضوی
مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

ایک سو پچاس

جعلی اصحاب

پہلی جلد

علامہ سید مرتضیٰ عسکری

ترجمہ: سید قلبی حسین رضوی

مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

سرشناسه	: عسکری ، مرتضی ، -۱۲۹۳ -
عنوان قراردادی	: خمسون وماثه صحابی مختلق. اردو
عنوان و پدید آور	: ایک سو پچاس جعلی اصحاب / مرتضی عسکری ؛ ترجمه قلبی حسین رضوی .
مشخصات نشر	: قم : مجمع جهانی اهل البیت (ع) ، ۱۳۸۵.
مشخصات ظاهری	: ۷ ج .
شابک	: (ج ۴) 964 - 529 - 052-X (ج ۳) : 964 - 529 - 050-3 (دوره) : 964 - 529 - 132 - 1
یادداشت	: فیپا
یادداشت	: فهرستنویسی بر اساس جلد سوم ، ۱۳۸۵
یادداشت	: کتابنامه
موضوع	: صحابه ساختگی .
موضوع	: احادیث اهل سنت - نقد و تفسیر .
موضوع	: تمیمی، سیف بن عمر ، ۲۰ ق - نقد و تفسیر .
شناسه افزوده	: رضوی ، قلبی حسین ، مترجم .
شناسه افزوده	: مجمع جهانی اهل بیت (ع)
رده بندی کنگره	: BP ۱۰۶/۵/ع ۵ خ ۸۰۴۶ ۱۳۸۵
رده بندی دیویی	: ۲۹۷/۲۹
شماره کتابخانه ملی	: ۲۱۵۵۹ - ۸۵ م

نام کتاب:	ایک سو پچاس جعلی اصحاب (پہلی جلد)
مؤلف:	علامہ سید مرتضیٰ عسکری
مترجم:	سید قلبی حسین رضوی
اصلاح ونظر ثانی:	سید احتشام عباس زیدی
پیش کش:	معاونت فرہنگی، ادارہ ترجمہ
کمپوزنگ:	محمد جواد یعقوبی
ناشر:	مجمع جہانی اہل بیت علیہ السلام
طبع اول:	۱۴۲۶ھ / ۲۰۰۶ء
تعداد:	۳۰۰۰
مطبع:	لیلیٰ

ISBN:964-529-048-1
www.ahl-ul-bayt.org
Info@ahl-ul-bayt.org

فہرست

(جلد اوّل)

حرف اول

جب آفتاب عالم تاب افق پرنمودار ہوتا ہے کائنات کی ہر چیز اپنی صلاحیت وظرفیت کے مطابق اس سے فیضیاب ہوتی ہے حتی ننھے ننھے پودے اس کی کرنوں سے سبزی حاصل کرتے اور غنچہ وکلیاں رنگ ونکھار پیدا کرلیتی ہیں تاریکیاں کافور اورکوچہ وراہ اجالوں سے پرنور ہوجاتے ہیں، چنانچہ متمدن دنیا سے دور عرب کی سنگلاخ وادیوں میں قدرت کی فیاضیوں سے جس وقت اسلام کا سورج طلوع ہوا، دنیا کی ہر فرد اور ہر قوم نے قوت وقابلیت کے اعتبار سے فیض اٹھایا۔

اسلام کے مبلغ وموسس سرورکائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار حراء سے مشعل حق لے کر آئے اور علم و آگہی کی پیاسی اس دنیا کو چشمۂ حق وحقیقت سے سیراب کردیا، آپ کے تمام الٰہی پیغامات ایک ایک عقیدہ اور ایک ایک عمل فطرت انسانی سے ہم آہنگ ارتقائے بشریت کی ضرورت تھا، اس لئے ۲۳ برس کے مختصر عرصے میں ہی اسلام کی عالمتاب شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں اور اس وقت دنیا پر حکمراں ایران وروم کی قدیم تہذیبیں اسلامی قدروں کے سامنے ماند پڑگئیں، وہ تہذیبی اصنام جو صرف دیکھنے میں اچھے لگتے ہیں اگر حرکت وعمل سے عاری ہوں اور انسانیت کو سمت دینے کا حوصلہ، ولولہ اور شعور نہ رکھتے تو مذہبِ عقل وآگہی سے روبرو ہونے کی توانائی کھودیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ کہ ایک چوتھائی صدی سے بھی کم مدت میں اسلام نے تمام ادیان ومذاہب اور تہذیب وروایات پر غلبہ حاصل کرلیا۔

اگر چہ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ گرانبہا میراث کہ جس کی اہل بیت علیہم السلام اور ان کے پیرووں نے خود کو طوفانی خطرات سے گزار کر حفاظت وپاسبانی کی ہے، وقت کے ہاتھوں خود فرزندان اسلام کی بے توجہی اور ناقدری کے سبب ایک طویل عرصے کے لئے تنگنائیوں کا شکار ہوکر اپنی عمومی افادیت کو عام کرنے سے محروم کردئی گئی تھی، پھر بھی حکومت وسیاست کے عتاب کی پروا کئے بغیر مکتب اہل بیت علیہم السلام نے اپنا چشمۂ فیض جاری رکھا اور چودہ سو سال کے عرصے میں بہت سے ایسے جلیل القدر علماء ودانشور دنیائے اسلام کو تقدیم کئے جنھوں نے بیرونی افکار و نظریات سے متاثر اسلام وقرآن مخالف فکری ونظری موجوں کی زد پر اپنی حق آگین تحریروں اور تقریروں سے مکتب اسلام کی پشتپناہی کی ہے اور ہر دور اور ہر زمانے میں ہر قسم کے شکوک وشبہات کا ازالہ کیا ہے، خاص طور پر عصر حاضر میں اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد ساری دنیا کی نگاہیں ایک بار پھر اسلام وقرآن اور مکتب اہل بیت علیہم السلام

کی طرف اٹھی اور گڑی ہوئی ہیں، دشمنان اسلام اس فکری ومعنوی قوت واقتدار کو توڑنے کے لئے اور دوستداران اسلام اس مذہبی اور ثقافتی موج کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑنے اور کامیاب و کامراں زندگی حاصل کرنے کے لئے بے چین و بے تاب ہیں، یہ زمانہ علمی اور فکری مقابلے کا زمانہ ہے اور جو مکتب بھی تبلیغ اور نشر واشاعت کے بہتر طریقوں سے فائدہ اٹھا کر انسانی عقل وشعور کو جذب کرنے والے افکار ونظریات دنیا تک پہنچائے گا، وہ اس میدان میں آگے نکل جائے گا۔

(عالمی اہل بیتؑ کونسل) مجمع جہانی بیت علیہم السلام نے بھی مسلمانوں خاص طور پر اہل بیتؑ عصمت و طہارت کے پیرووں کے درمیان ہم فکری و یکجہتی کو فروغ دینا وقت کی ایک اہم ضرورت قرار دیتے ہوئے اس راہ میں قدم اٹھایا ہے کہ اس نورانی تحریک میں حصہ لے کر بہتر انداز سے اپنا فریضہ ادا کرے، تا کہ موجودہ دنیائے بشریت جو قرآن وعترت کے صاف وشفاف معارف کی پیاسی ہے زیادہ سے زیادہ عشق ومعنویت سے سرشار اسلام کے اس مکتب عرفان وولایت سے سیراب ہوسکے، ہمیں یقین ہے عقل وخرد پر استوار ماہرانہ انداز میں اگر اہل بیتؑ عصمت وطہارت کی ثقافت کو عام کیا جائے اور حریت و بیداری کے علمبردار خاندان نبوتؐ ورسالت کی جاوداں میراث اپنے صحیح خدوخال میں دنیا تک پہنچادی جائے تو اخلاق وانسانیت کے دشمن، انانیت کے شکار، سامراجی خوں خواروں کی نام نہاد تہذیب وثقافت اور عصر حاضر کی ترقی یافتہ جہالت سے تھکی ماندی آدمیت کو امن ونجات کی دعوتوں کے ذریعہ امام عصر (عج) کی عالمی حکومت کے استقبال کے لئے تیار کیا جاسکتا ہے۔

ہم اس راہ میں تمام علمی وتحقیقی کوششوں کے لئے محققین ومصنفین کے شکرگزار ہیں اور خود کو مؤلفین ومترجمین کا ادنیٰ خدمتگار تصور کرتے ہیں، زیر نظر کتاب، مکتب اہل بیت علیہم السلام کی ترویج واشاعت کے اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، علامہ سید مرتضیٰ عسکری کی گرانقدر کتاب ایک سو پچاس جعلی اصحاب کو مولانا سید قلبی حسین رضوی نے اردو زبان میں اپنے ترجمہ سے آراستہ کیا ہے جس کے لئے ہم دونوں کے شکرگزار ہیں اور مزید توفیقات کے آرزومند ہیں، اسی منزل میں ہم اپنے تمام دوستوں اور معاونین کا بھی صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ جنھوں نے اس کتاب کے منظر عام تک آنے میں کسی بھی عنوان سے زحمت اٹھائی ہے، خدا کرے کہ ثقافتی میدان میں یہ ادنیٰ جہاد رضائے مولیٰ کا باعث قرار پائے۔

والسلام مع الاکرام

مدیر امور ثقافت، مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

پہلا حصہ :

- جیمس رابسن کا مختصر تعارف
- شہرۂ آفاق مستشرق، ڈاکٹر جیمس رابسن کا نظریہ
- مقدمۂ مؤلف

جیمس رابسن کا مختصر تعارف:

پیدائش: ۱۸۹۰ء

تعلیمی قابلیت: ادبیات عربی والٰہیات میں پی، ایچ، ڈی
گلاسکو یونیورسٹی میں عربی زبان کے تحقیقی شعبے کے صدر،
گلاسکو یونیورسٹی کی انجمن شرق شناسی کے سیکریٹری،
منچسٹر یونیورسٹی کے عربی شعبے کے پروفیسر، کیمبرج، ملبورن،
اڈمبورن، سینٹ انڈرسن اور لندن یونیوسٹیوں کے ڈاکٹریٹ
کلاسوں کے ممتحن۔

تألیفات: ''اسلامی تمدن کا دوسرے ادیان سے موازنہ''
''علم حدیث پر مقدمہ''، ''مشکاۃ المصابیح'' کا چار جلدوں میں
ترجمہ وحاشیہ کے علاوہ آپ بہت سے مقالات اور آثار کے
مؤلف ہیں۔[1]

---

۱)۔کتاب ''who is who'' طبع سال ۱۹۷۲ء

کتاب ''عبداللّٰہ ابن سبا'' اورکتاب '' خمسون و مائة صحابی مختلق'' کے بارے میں

شہرۂ آفاق مستشرق

ڈاکٹر جیمس رابسن کا نظریہ

مؤلف کے نام ڈاکٹر جیمس کے خط کا ترجمہ

جناب محترم سید مرتضٰی عسکری صاحب

گزشتہ اگست کے وسط میں آپ کی تالیف کردہ دو کتابیں ''عبداللّٰہ ابن سبا و اساطیر اخریٰ'' اور '' خمسون و مائة صحابی مختلق'' موصول ہوئیں۔ میں نے انہی دنوں آپ کے نام ایک خط میں لکھا ہے کہ میں ایک ضعیف العمر شخص ہوں اور صحت مند بھی نہیں ہوں۔ اس لئے مجھے ان کتابوں کے مطالعہ کے لئے کافی وقت کی ضرورت ہے۔ ان کتابوں کے مطالعہ پر توقع سے زیادہ وقت صرف ہوا۔ میں نے کتابوں کو انتہائی دلچسپی سے دو بار پڑھ لیا۔ جی تو یہ چاہتا تھا کہ اس سلسلے میں ایک مفصل شرح لکھوں، لیکن میں چاہتا ہوں کہ اس وقت اس خط کے ذریعہ ان دو کتابوں کے بارے میں آپ کی تحقیقی روش اور عالمانہ دقت و باریک بینی کی ستائش کروں۔ اس پیری میں اطمینان کے ساتھ امید نہیں ہے کہ مستقبل میں ایک مفصل شرح لکھ سکوں، کیوں کہ ممکن ہے میرا بڑھاپا اس مختصر خط کے لکھنے میں بھی رکاوٹ کا سبب بنے۔ اس لئے اس خط کے لکھنے میں مزید تاخیر کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔

پہلی کتاب میں ''عبداللہ ابن سبا اور سبائیوں کی داستان'' کے بارے میں کی گئی تحقیق اور جزئیات مجھے بہت پسند آئے، کیوں کہ اس میں مشرق ومغرب کے قدیم وجدید مؤلفین اور ان کے استناد شدہ مآخذ کے بارے میں قابل قدر بحث کر کے موضوع کی بخوبی تشریح کی گئی ہے۔ صفحہ ۵۷ پر دیا گیا خاکہ انتہائی مفید ہے یہ خاکہ ''سیف'' کی روایات اور احادیث کے اصلی منابع کی بخوبی نشاندہی کرتا ہے اور واضح کرتا ہے کہ اس کے بعد کے مصنفوں نے کس طرح ان منابع میں سے کسی ایک یا سب پر استناد کیا ہے۔

اس کے بعد بعض ایسے علماء کی فہرست درج کی گئی ہے کہ جنھوں نے ابوداؤد وفات ۲۷۵ھ (کتاب میں غلطی سے ۳۱۶ھ لکھا گیا ہے) سے ابن حجر وفات ۸۵۲ھ کے زمانہ تک سیف کی روایتوں کی حیثیت کے بارے میں اپنا نظریہ پیش کیا ہے۔ ان سب لوگوں نے سیف کی تنقید کی ہے اور اس کے بارے میں ''ضعیف''، ''اس کی روایتیں متروک ہیں''، ''ناچیز''، ''جھوٹا''، ''احتمالاً وہ زندیق ہے''، جیسے جملے استعمال کئے ہیں۔ یہ سب علماء سیف کی روایتوں کے، ناقابل اعتماد، حتیٰ جعلی ہونے پر اتفاق نظر رکھتے ہیں. یہ ایک قوی اور مطمئن کردینے والی بحث ہے. حدیث کے راویوں کے بارے میں علماء کے نظریات کا مطالعہ کرتے ہوئے، میں اس بات کی طرف متوجہ ہوا ہوں کہ سب کے سب — ایک راوی کی تقویت یا تضعیف پر — اتفاق نظر نہیں رکھتے لیکن سیف کے بارے میں کسی قسم کا اختلاف نہیں پایا جاتا ہے۔ اور یہ امر انسان کو تعجب اور حیرت میں ڈالتا ہے کہ — اس کے باوجود — اس طرح بعد والے مؤلفین نے آسانی کے ساتھ اس (سیف) کی روایتوں کو قبول کیا ہے؟!!

میں یہاں پر طبری کے بارے میں کچھ اظہار نظر کرنا چاہتا ہوں، جس نے سیف کی روایتوں کو نقل کرنے میں کسی قسم کی تردید نہیں کی ہے۔ عصر جدید کی تاریخ نویسی کے اسلوب کے مطابق تاریخ طبری ایک تاریخی اثر شمار نہیں ہوتا، کیونکہ، ایسا لگتا ہے کہ اس کا اصل مقصد اس کی دست رس میں آنے والی تمام روایتوں کو تحریر میں لانا تھا، بجائے اس کے کہ ان کی قدر و قیمت اور اعتبار کے بارے میں وہ

کسی قسم کا اظہار نظر بھی کرے۔ لہٰذا ایک انسان آسانی کے ساتھ سمجھ سکتا ہے کہ اس کی بعض روایتیں اس کی اپنی ہی نقل کردہ دوسری روایتوں سے زیادہ ضعیف ہیں. شائد اس کو آج کل کے زمانے میں نا قابل قبول اسلوب کے استعمال کی بنا پر معذور قرار دے دیں. کم از کم اس نے دوسروں کو بہت سی معلومات بہم پہنچائی ہیں۔ آپ جیسے باریک بین دانشور اور علماء، جعلی روایتوں کے درمیان سے صحیح (ومعتبر) روایتوں کی تشخیص دے سکتے ہیں.

سیف کی ذکر کردہ روایتوں کے بارے میں آپ کی تحقیق (و بحث) کا طرز انتہائی دلچسپ اور مؤثر ہے. آپ نے پہلے سیف کی روایتوں کو بیان کیا ہے اور اس کے بعد ان روایتوں کا ذکر کیا ہے جو دوسروں سے نقل ہوئی ہیں۔ پھر ان دو قسم کی روایتوں کی آپس میں تطبیق اور موازنہ کیا ہے۔ ان روایات اور ان کی بیان شدہ اسناد کے بارے میں اس دقیق اور صحیح موازنہ نے واضح کر دیا ہے کہ سیف نے زیادہ تر نا معلوم (مجہول الہویہ) راویوں سے روایتیں نقل کی ہیں۔ اس سے خود یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دوسرے مؤلفین نے ان راویوں میں سے کسی ایک کا نام کیوں ذکر نہیں کیا ہے؟ اور اس طرح انسان اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ سیف نے خود ان راویوں کو جعل کیا ہے۔ (سیف کے بارے میں) یہ واقعی (قوی) الزام ایک قابل قبول منطقی نتیجہ ہے، جو سیف (کی روایتوں) کا دوسروں (کی روایتوں) سے موازنہ کرنے پر حاصل ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ بحث و گفتگو کے ضمن میں بیان ہوا ہے کہ سیف نے معجزنما اتفاقات بیان کئے ہیں، جنھیں قبول نہیں کیا جا سکتا، جیسے: صحراؤں کی ریت کا مسلمانوں کے لئے پانی میں تبدیل ہو جانا یا سمندر کا ریگستانوں میں تبدیل ہو جانا یا گائے کے ریوڑ کا گفتگو کرنا اور مسلمانوں کے لشکر کو اپنی مخفی گاہ کے بارے میں خبر دینا اور اسی طرح کے دوسرے مطالب۔ سیف کے زمانے میں ایسی (جعلی) داستانوں کو تاریخی واقعات کے طور پر دوسروں کے لئے نقل کر دینا ممکن تھا، لیکن آج کل تحقیق و تجسس کرنے والے محققین کے لئے ایسی داستانیں نا قابل قبول ہیں۔ بعض اطمینان بخش بحث و گفتگو بھی

(اس کتاب میں) زیر غور قرار پائی ہے جو''ابن سبأ اور سبائیوں'' کے بارہ میں سیف کی روایات کو مکمل طور سے (جعلی اور) غیر قابل اطمینان ثابت کرتی ہے، یقین نہیں آتا۔

مؤلف نے اس کتاب میں اشارہ کیا ہے کہ بعض مستشرقین کی اطلاعات سیف کی روایتوں پر مبنی ہیں مثال کے طور پر مسلمانوں کی ابتدائی جنگوں میں بہت سے لوگوں کے قتل ہونے کی خبر اور یہ اعتقاد کہ ابن سبأ نام کا ایک گمنام یہودی پیغمبرؐ کے اصحاب کے اعتقادات میں نفوذ پیدا کر کے لوگوں کو عثمان کے خلاف شورش پر اکسانے کا اصلی محرّک ہوا اور وہی عثمانؓ کے قتل کا سبب بھی بنا، (اسی طرح) وہ علیؑ اور طلحہ وزبیر کے درمیان جنگ کے شعلے بڑھکانے میں بھی کامیاب ہوا۔ بعض امور میں ممکن ہے یہ صحیح ہو، لیکن تمام مواقع پر ہرگز یہ حقیقت نہیں ہوسکتی۔ یہ (بات) عبداللہ ابن سبا کے بارے میں دائرۃ المعارف اسلامی کے طبع اول اور دوم میں شائع ہوئے چند مقالات میں واضح طور پر ذکر ہوئی ہے۔ سیف نے قبیلہ تمیم سے سورماؤں کو جعل کرنے میں کافی وقت صرف کیا ہے، یہ قبیلہ سیف کا خاندان تھا، لیکن سر ویلیم مویر بہت پہلے کہہ چکے ہیں کہ مرتدوں کی جنگوں کے دوران کس طرح قبیلہ تمیم نے خلیفہ اول کے لشکر کے سامنے ہتھیار ڈال دئے تھے۔ یہاں پر سر ٹامس آرنالڈ کے بیان کی طرف بھی اشارہ کیا جاسکتا ہے جو اس امر کی طرف توجہ دلاتے ہین کہ اسلام کے ابتدائی فتوحات زیادہ تر دینی عقائد کے پھیلاؤ کے بجائے اسلامی حکومت کو وسعت دینے کے لئے تھے۔

دوسری کتاب (خمسون و مائة صحابی مختلق) میں اس نکتہ کی طرف توجہ دی گئی ہے کہ سیف کا وجود دوسری صدی ہجری کی پہلی چوتھائی میں تھا اور وہ قبائل ''مضر'' میں ''تمیم'' نامی ایک قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا اور کوفہ کا رہنے والا تھا، یہ مطلب انسان کو سیف کی داستانیں گھڑنے میں اس کے خواہشات اور اسباب وعوامل کا مطالعہ کرنے میں مدد کردیتا ہے. اس کتاب میں ''زنادقہ'' اور ''مانی'' کے پیروں کے بارے میں بھی بحث ہوئی ہے، چونکہ اُس معاشرے میں خاندانی تعصب کا سلسلہ پیغمبرؐ کے زمانہ سے عباسیوں تک جاری رہا ہے اور اس تعصب کی وجہ سے سیف شمالی قبائل کی

تعریفیں کرتا ہے اور ان سے بہادر اور شعراء جعل کرتا ہے، جنہوں نے اس قبیلہ کے سور ماؤں کے بارے میں شعر کہے ہیں، اس نے قبیلہ ''تمیم'' سے پیغمبر کے کچھ اصحاب جعل کئے ہیں اور غزوات اور جنگوں کی داستانیں گڑھی ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں ہے، اور اپنے جعلی سور ماؤں کی بہادری جتلانے کے لئے لاکھوں لوگوں کو قتل کرنے اور بہت سے افراد اسیر بنانے کا ذکر کیا ہے۔ جو اشعار اس نے اپنے سور ماؤں سے منسوب کئے ہیں وہ قبائل ''مضر'' پھر قبیلہ ''تمیم'' اور ''بنی عمرو'' کی ستائش و مدح سے مربوط ہیں، کہ سیف اسی خاندان سے تعلق رکھتا ہے (الف) ۔سیف نے قبیلہ ''مضر'' کے بعض لوگوں کو ان جنگوں کے اصلی ہیرو کے عنوان سے پیش کیا ہے، جن کے حقیقی رہبر دوسرے قبیلوں کے بہادر تھے۔بعض موارد میں (سیف نے) اس وقت کے معاشرے میں موجود افراد کو بہادروں کے طور پر پیش کیا ہے اور بعض دیگر موارد میں کچھ اور (جعلی) رہبروں کا نام لیا ہے جو اس کے (اپنے) تخیل کی ایجاد ہیں۔ یہ موضوع بھی مورد بحث قرار پایا ہے کہ سیف کی جھوٹی روایات کا (مقصد) ایک طرف عام لوگوں (مسلمانوں) کے افکار میں تشویش پیدا کر کے ان کے اعتقادات میں تبدیلیاں لانا تھا اور دوسری طرف (مسلمانوں کے لئے) غیر مسلمین میں ایک غلط تصور ایجاد کرنا تھا۔سیف سند جعل کرنے اور جھوٹی خبریں گڑھنے میں ایسی مہارت رکھتا تھا کہ اس کی جعلی روایتیں (بعض افراد کے نزدیک) ایک حقیقی تاریخ کے عنوان سے مورد قبول قرار پائی ہیں۔

یہ سیف کی خطاؤں کا یک خلاصہ ہے، جس کی وجہ سے وہ مجرم قرار پایا ہے۔''مؤلف'' نے کتاب کے اصلی حصہ میں ۲۳ر اشخاص (جعلی اصحاب) کے بارے میں مفصل بحث کی ہے اور سیف کی روایتوں کے چند نمونے پیش کر کے واضح طور پر ثابت کیا ہے کہ سیف کی رواتیں کس طرح بنیادی منابع اور موثق اسناد کے ساتھ زبردست تضاد رکھتی ہیں۔ روایت جعل کرنے میں ہی نہیں بلکہ

الف۔سیف کا نسب قبیلہ تمیم کے ایک خاندان ''بنی عمرو'' تک پہنچتا ہے۔

ایسے راویوں کے نام ذکر کرنے میں بھی یہ فرق صاف نظر آتا ہے جن کا حقیقت میں کوئی وجود ہی نہیں تھا۔

یہ کتاب انتہائی دقت و مہارت کے ساتھ لکھی گئی ہے اور اس میں سیف (کی روایتوں) کے قابل اعتماد ہونے کے خلاف انتہائی اطمینان بخش بحث کی گئی ہے۔ جب کہ بعض معروف مؤلفین نے بھی سیف کی روایتوں کو اپنی تالیفات میں نقل کیا ہے، اس کے علاوہ سیف کی دو کتابیں (فتوح و جمل) پر بھی بحث کی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ ان کے مطالب اور اس کے بعد والے مؤلفین کی تالیفات (جنھوں نے ان مطالب پر تکیہ کیا ہے) بھروسہ کے قابل نہیں ہیں۔

یہ (کتاب) ایک انتہائی محکم اور فیصلہ کن تحقیق ہے، جو بڑی دقت، دوراندیشی، اور تنقید کی عالی کیفیت پر انجام پائی ہے۔ مجھے اس بات پر انتہائی خوشی ہے کہ ان بحثوں کے مطالعہ کے لئے کافی وقت نکال سکا۔ یہ بحثیں میرے لئے مکمل طور پر قابل قبول اور اطمینان بخش ہیں، اور مطمئن ہوں کہ جو لوگ ان کتابوں کا کھلے ذہن سے مطالعہ کریں گے وہ ان میں موجود تنقیدی توانائی کی ستائش کریں گے۔

کتابیں ارسال کرنے پر آپ کا انتہائی شکر گزار ہوں اور معذرت چاہتا ہوں کہ پیری اور دیگر ناتوانیوں کی وجہ سے جواب لکھنے میں تاخیر ہوئی۔

آپ کا عقیدت مند

جیمس رابسن

پتہ: جیمس رابسن۔ 17 دوڈ لینڈز ڈرایو۔ گلاسکو، Q.E9,4G انگلستان

مقدمہ مؤلف

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم

اسلام کی چودھویں صدی اختتام کو پہنچنے والی ہے، زمانے کے اس قدر طولانی فاصلہ نے اسلام کی صحیح شکل پہچاننے کے کام کو انتہائی دشوار بنا دیا ہے۔ حقیر نے گزشتہ چالیس برسوں سے زیادہ عرصہ کے دوران معرفت کی اس راہ میں حتی المقدور تلاش وکوشش کی ہے تاکہ شائد اسلام کو اس کی اصلی صورت میں پایا جائے جس صورت میں وہ چودہ سو سال پہلے تھا چوں کہ اسلام کو پہچاننے کے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا اور نہ ہے کہ اس سلسلے میں قرآن مجید، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت اور آپ کی احادیث کی طرف رجوع کیا جائے۔ لہٰذا ہم ابتدا میں قرآن کی درج ذیل آیۂ شریفہ کی طرف رجوع کرتے ہیں ہیں:

﴿هُوَ الَّذِی أَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتابَ مِنْهُ آیٰتٌ مُحْکَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْکِتٰبِ وَ أُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَأَمَّا الَّذِینَ فِی قُلُوبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُونَ ما تَشٰبَهَ مِنْهُ ابْتِغٰاءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغٰاءَ تَأْوِیلِهِ وَما یَعْلَمُ تَأْوِیلَهُ اِلَّا اللّٰهُ وَ الرّٰاسِخُونَ فِی الْعِلْمِ .....﴾ (الف)

الف)۔ آل عمران ۷

''وہ جس نے آپ پر وہ کتاب نازل کی ہے جس میں کچھ آیتیں محکم اور واضح ہیں جو اصل کتاب ہیں اور کچھ متشابہ ہیں (وہ حصہ جو واضح و روشن نہیں ہے)۔اب جن کے دلوں میں کجی ہے وہ ان ہی متشابہات کے پیچھے لگ جاتے ہیں تا کہ فتنہ برپا کریں اور من مانی تاویلیں کریں حالانکہ اس کی تاویل کا علم خدا کو اور انھیں ہے جو علم میں رسوخ رکھنے والے ہیں''۔

قرآن کریم کی طرف رجوع کرنے سے معلوم ہوتا ہے، قرآن مجید میں بعض آیات متشابہ ہیں جو فتنہ انگیزوں کے لئے بہانہ ہیں اور ان کی تاویل خدا کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ دوسری طرف خدائے تعالیٰ قرآن مجید کی تاویل کے طریقہ کو درج ذیل آیت میں معین فرماتا ہے:

﴿''وَأَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَیْھِمْ ''﴾ (الف)

''اور ہم نے آپؐ کی طرف بھی ذکر (قرآن) کو نازل کیا ہے تا کہ جو کچھ لوگوں کے لئے نازل کیا گیا ہے اسے ان سے بیان اور ان پر واضح کر دیں''

خدائے تعالیٰ اس آیہ شریفہ میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے فرماتا ہے: ہم نے ذکر ۔۔ قرآن مجید۔۔ کو آپؐ پر نازل کیا تا کہ آپؐ وہ سب کچھ لوگوں سے بیان کر دیں جو قرآن مجید میں ان کے لئے نازل کیا گیا ہے ۔لہٰذا قرآن مجید کی تفسیر جس کی بعض آیات متشابہ ہیں فقط پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ذریعہ ہونی چاہئے اور قرآن مجید کی تفسیر کو سیکھنے کا طریقہ ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حدیث اور بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سیرت ہے ،کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کبھی کبھی اپنے عمل و کردار سے قرآن مجید کی تفسیر فرماتے تھے ،جیسے :یومیہ نماز کے بارے میں قرآن مجید نے حکم فرمایاہے اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اسے اپنے عمل کے ذریعہ لوگوں کو سکھایا ، پس آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی یومیہ نماز اُن آیات کی تفسیر ہے جو قرآن مجید

الف)۔نحل/۴۴

میں نماز کے بارے میں بیان ہوئی ہیں ۔(الف) اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی معرفت حاصل کرنے کے لئے پیغمبر اکرمؐ کی حدیث اور آپؐ کی صحیح سیرت ـــ جس کا مجموعہ آپؐ کی سنت ہے ـــ کی طرف رجوع کرنے کے علاوہ کوئی اور طریقہ نہیں ہے اور رسول اکرمؐ کی سنّت تک دست رسی کا راستہ بھی اہل بیت پیغمبرؐ اور آپؐ کے اصحاب پر منحصر ہے. ان دو راستوں کے علاوہ سنت رسولؐ تک پہنچنا محال ہے. ان دو اسناد کے بارے میں بھی قرآن مجید فرماتا ہے:

﴿وَ مِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ مُنٰفِقُونَ وَ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ...﴾ (ب)

''اور تمہارے اطراف کے علاقہ کے لوگوں میں بھی منافقین ہیں اور اہل مدینہ میں تو وہ بھی ہیں جو نفاق میں ماہر اور سرکش ہیں تم ان کو نہیں جانتے ہو لیکن ہم خوب جانتے ہیں۔''

ان منافقین کو ـــ جو پیغمبر خداؐ کے زمانے میں مدینہ میں تھے ـــ خدا کے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ وہ سب پیغمبر اکرمؐ کے صحابیوں (ج) میں سے تھے ۔حقیر نے ان صحابیوں میں سے مؤمن و منافق کی پہچان کرنے کی غرض سے ان کی زندگی کے سلسلے میں تحقیق شروع کی ہے، خواہ وہ

الف)۔آنحضرتؐ کی مشہور و معروف حدیث جس میں آپؐ نے فرمایا: صَلُّوا كَمَا رَئَيتُمُونِي أُصَلِّي (جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو، اس طرح نماز پڑھو۔

ب)۔توبہ/۱۰۱

ج)۔صحابی کے بارے میں جمہور کی تعریف ملاحظہ ہو: الصّحابی من لقیٰ النّبی مومناً به و مات علی الاسلام، فيدخل فی من لقيه من طالت مجالسته له او قصرت، و من روی عنه اولم يرو، و من غزامعه اولم يغ: ، ومن رء اه روية ولو لم يره لعارض كالعمی (و انه لم يبق بمكة ولا الطائف احد فی سنه عشر الا اسلم و شهد مع النبی حجة الوداع، و انه لم يبق فی الاوس والخزرج احد فی آخر عهد النبی الادخل فی الاسلام و ما مات النبی و واحد منهم يظهر الكفر) ملاحظہ ہو ابن حجر کی کتاب "الاصابه فی معرفة الصحابه" جلد اول کا مقدمہ ص/۱۳ اور ۱۶۔

تفسیر قرآن، اسلامی احکام اور دیگر علوم اور معارف اسلامی کے سلسلے میں پیغمبرؐ کی احادیث، فرمائشات اور سیرت بیان کرنے والے ہی کیوں نہ ہوں!

چونکہ اہل بیتؑ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب کی زندگی کے بارے میں معرفت حاصل کرنا حقیقت میں اسلام کی معرفت ہے، اس لئے ہم نے ان دونوں کی زندگی پر تحقیقات شروع کی۔ ان کی نجی زندگی، باہمی میل ملاپ، تازہ مسلمانوں سے سلوک، غیر مسلم اقوام سے تعلقات، فتوحات اوران کے ذریعہ پیغمبرؐ اسلام سے روایتیں نقل کرنے کے موضوعات کو مورد بحث وتحقیقات قرار دیا اور دسیوں سال کے مطالعہ اور تحقیق کے نتیجہ میں میرے سامنے حیرت انگیز مطالب واضح ہوئے۔ معلوم ہوا کہ سیرت، تاریخ اور حدیث کی روایتوں میں اس قدر غلط بیانی اور خلط ملط کی گئی ہے جس کی کوئی حد نہیں۔ قاتل کو مقتول، ظالم کو مظلوم، رات کو دن اور دن کو رات دکھانے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی گئی ہے۔ مقدس اور پارساترین صحابی، جیسے، ابوذر، عمار، حجر ابن عدی کا بدکار، احمق، سازشی اور تخریب کار کے طور پر تعارف کرایا گیا ہے اور اس کے مقابلے میں معاویہ، مروان بن حکم، ابوسفیان اور زیاد جیسے افراد کو پاک دامن، بے گناہ اور خدا پرست کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ پیغمبر اکرمؐ کی احادیث وسیرت کے بارے میں اس قدر جھوٹی اور بیہودہ حدیثیں اور افسانے گھڑے گئے ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے صحیح اسلام کا اندازہ لگانا ناممکن بن گیا ہے۔ یہی جعلی اور جھوٹی احادیث، اسلام کے چہرے پر بدنما داغ بن گئی ہیں۔ ملاحظہ ہو ایک مثال:

حضرت عائشہؓ سے ایک روایت:

تیمّم سے مربوط آیت کی شان نزول کے بارے میں صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن نسائی، موطاء مالک، مسند احمد، ابوعوانہ، تفسیر طبری اور دیگر موثق ومعتبر کتابوں میں ام المؤمنین عائشہ سے اس طرح روایت ہوئی ہے:

عائشہ نے کہا: پیغمبر ﷺ کی مسافرتوں میں سے ایک سفر میں ہم مدینہ سے باہر آئے اور مقام ''بیداء'' یا ''ذات الجیش'' پہنچے۔ (حموی نے دونوں مقام کی تشریح میں کہا ہے کہ یہ مدینہ کے نزدیک ایک جگہ ہے، جہاں پر پیغمبر اسلام ﷺ نے غزوۂ بنی المصطلق سے واپسی پر عائشہ کے گلے کے ہار کو ڈھونڈنے کے لئے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ ڈالا تھا) عائشہ نے کہا:

وہاں پر میرے گلے کا ہار گر کر گم ہو گیا تھا۔ پیغمبر ﷺ اس کی تلاش کے لئے وہاں رُکے اور لشکر نے بھی پڑاؤ ڈالا۔ اس سرزمین پر پانی نہ تھا اور لوگوں کے پاس بھی پانی نہیں تھا۔ صبح ہوئی، پیغمبرؐ میری آغوش میں سر رکھے سوئے ہوئے تھے!! ابوبکر آئے اور مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے پیغمبرؐ اور تمام لشکر کو تم نے یہاں پر اسیر کر رکھا ہے، نہ لوگوں کے پاس پانی ہے اور نہ یہاں پر پانی ملنے کا امکان ہے... ابوبکر نے جی بھر کے مجھ سے تلخ کلامی کی، اور جو منہ میں آیا مجھے کہا اور اپنے ہاتھ اور انگلیوں سے میرے پہلو میں چٹکی لیتے تھے، میری آغوش میں پیغمبرؐ کا سر تھا، اس لئے میں ہل نہیں سکتی تھی۔!!

اس وقت پیغمبرؐ نیند سے بیدار ہوئے، پانی موجود نہیں تھا۔ خدائے تعالیٰ نے آیۂ تیمّم نازل فرمایا۔ اسید بن حضیر انصاری نے کہا: یہ آپ ــــ خاندان ابوبکر ــــ کی پہلی خیر و برکت نہیں ہے جو ہمیں نصیب ہو رہی ہے۔ یعنی اس سے پہلے بھی، خاندان ابوبکر، کی خیر و برکت ہمیں نصیب ہوتی رہی ہے۔ میرے والد، ابوبکر نے کہا: خدا کی قسم! مجھے معلوم نہیں تھا ــــ میری بیٹی! ــــ کہ تم کس قدر خیر و برکت سے مالا مال ہو! اس وقت جو تم یہاں پر مسلمانون کے رُکنے کا سبب بنی تو خدائے تعالیٰ نے تیری وجہ سے ان پر کس قدر برکت نازل کی اور ان کے کام میں آسانی عنایت فرمائی!

صحیح بخاری کی روایت اور دوسروں کی روایتوں کے مطابق، عائشہ نے کہا: آخر کار جب میرے اونٹ کو اپنی جگہ سے اٹھایا گیا، تو میرے گلے کا ہار اس کے نیچے مل گیا۔

ہم نے اس حدیث پر کتاب ''احادیث عائشہ'' میں تفصیل سے بحث و تحقیق کی ہے، اس لئے یہاں پر اس کے صرف ایک حصہ پر بحث کرتے ہیں۔ (الف)

الف)۔ ملاحظہ ہو مؤلف کی کتاب ''احادیث شیعہ'' حصہ دوم فصل ''المسابقة والتیمم والافک''۔

عائشہ کی روایت پر تحقیق:

اولاً، کہا گیا ہے کہ یہ واقعہ پیغمبر اکرم ﷺ کے غزوۂ بنی مصطلق سے واپسی پر رونما ہوا ہے، یعنی جنگِ احزاب۔ جو جنگ خندق کے نام سے مشہور ہے۔ کے بعد یہ جنگ (غزوہ بنی المصطلق) ۶ ھ میں واقع ہوئی ہے۔ اس غزوہ میں مہاجر وانصار کے درمیان کنویں سے پانی کھینچنے کے مسئلہ پر اختلاف رونما ہوا اور نزدیک تھا کہ آپس میں لڑ پڑیں، اس لئے رسول خدا ﷺ نے لشکر کو بے موقع کوچ کرنے کا حکم دیا تا کہ آپ ﷺ اصحاب کے درمیان اس احتمالی ٹکراؤ کو روک سکیں۔ آپ ﷺ اس سفر میں کسی جگہ پڑاؤ نہیں ڈالتے تھے، مگر یہ کہ نماز کے وقت، اور نماز ادا کرنے کے وقت سے زیادہ نہیں رکتے تھے اس طرح رات گئے تک سفر کرتے تھے اور جب رات کے آخری حصہ میں کہیں رکتے تھے تو اصحاب تھکاوٹ سے نڈھال ہو کر سو جاتے تھے۔ رسول خدا ﷺ اور آپ ؐ کے لشکر کی اس غزوہ سے واپسی کے دوران ایسی حالت تھی کہ پیغمبر اکرم ﷺ کے لئے ممکن نہیں تھا کہ بلا سوچے سمجھے صرف عائشہ کے گلے کے ہار کے لئے، کہیں رات بھر کے لئے عائشہ کی روایت میں بیان شدہ صورت میں پڑاؤ ڈالتے۔

اس کے علاوہ دوسری ایسی روایتیں بھی موجود ہیں جن میں اس آیت کی شان نزول، ام المومنین کی بیان کردہ شانِ نزول کے برخلاف ہے۔ ہم یہاں پر ان روایتوں کے بیان سے صرف نظر کرتے ہوئے اس سلسلے میں صرف قرآن مجید کی طرف رجوع کرتے ہیں:

قرآن مجید میں دو جگہوں پر وضو و غسل اور ان کے بدل یعنی تیمّم کا ایک ساتھ ذکر ہوا ہے۔

اولاً سورہ نسا کی ۴۳ ویں آیت میں فرماتا ہے:

''یٰاَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لاَتَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُکٰارىٰ حَتّٰی تَعْلَمُوا مٰا تَقُولُونَ وَ لاٰ جُنُباً اِلاّٰ عٰابِرِی سَبِیلٍ حَتّٰی تَغْتَسِلُوا وَ اِنْ کُنْتُمْ مَرْضىٰ اَوْ

عَلٰی سَفَرٍ أَوْ جَاءَ اَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيداً طَيِّباً فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوّاً غَفُوراً"(نساء/۴۳)

ایمان والو! خبردار نشہ کی حالت میں نماز کے قریب بھی نہ جانا، جب تک یہ ہوش نہ آجائے کہ تم سمجھنے لگو کیا کہہ رہے ہو، اور جنابت کے حالت میں بھی (مسجد میں داخل نہ ہونا) مگر یہ کہ راستے سے گزر رہے ہو، جب تک غسل نہ کرلو اور اگر بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو اور کسی کے پاخانہ نکل آئے، یا عورتوں سے باہم جنسی ربط قائم کرو اور پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمّم کرلو، اس طرح کہ اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مسح کرلو بیشک خدا بہت معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔

ثانیاً سورہ مائدہ کی چھٹی آیت میں فرماتا ہے:

"يَا اَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءوسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُباً فَاطَّهَّرُوا وَاِنْ كُنْتُمْ مَرْضٰى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ اَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيداً طَيِّباً فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ....."(مائدہ/۶)

ایمان والو! جب بھی نماز کے لئے اٹھو تو پہلے اپنے چہروں کو اور کہنیوں تک اپنے ہاتھوں کو دھوؤ اور اپنے سر اور ٹخنے تک پیروں کا مسح کرو اور اگر جنابت کی حالت میں ہو تو غسل کرو اور اگر مریض ہو یا سفر کی حالت میں ہو یا پاخانہ وغیرہ نکل آیا ہے یا عورتوں سے باہم جنسی تعلق قائم کرو اور پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمّم کرلو، اس طرح کہ اپنے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کرلو۔

اس لحاظ سے اسی وقت جب وضو اور غسل کا حکم بیان ہوا، تیمّم کا حکم بھی بیان ہوا ہے ایسا نہیں ہے کہ مسلمانوں نے ۱۳ سال مکہ میں اور ۵ سال مدینہ میں صرف وضو اور غسل کیا اور انہیں کبھی تیمّم کرنے کی ضرورت ہی نہ پڑی ہو یہاں تک کہ خدائے تعالٰی نے ام المؤمنین کے گلے کے ہار کی برکت سے مسلمانوں کو یہ سہولت عنایت کی ہو.!!

موضوع کی اہمیت:

ہم نے یہاں پر عائشہ کی حدیث کو نمونہ کے طور پر بیان کیا ہے۔ عائشہ کی اس حدیث میں آیہ کریمہ کی شأن نزول کی بات کی گئی ہے جو بذات خود علم تفسیر کا جزو ہے، اور تیمّم کی علت کے بارے میں تشریح بھی کی گئی ہے جو حقیقت میں احکام اسلام میں سے ایک حکم ہے اور اس کے علاوہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کی بات بھی کی گئی ہے کہ کس طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیوی کی خوشنودی کے لئے جذبات میں آکر تمام مصلحتوں سے چشم پوشی کر کے لشکر اسلام کے ساتھ ایک خشک اور بے آب سرزمین پر صرف اپنی بیوی کے گلے کے ہار کے لئے صبح تک پڑاو کیا۔ جب کہ کسی عام فوجی کمانڈر سے بھی اس قسم کی توقع نہیں کی جاسکتی ہے چہ جائیکہ حکمت و بصیرت والے پیغمبرؐ سے!! اور سب سے بڑھ کر اس حدیث سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ خدائے تعالٰی نے اس ناشائستہ و بے جا عمل پر اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تنبیہ اور سرزنش کرنے کے بجائے قرآن مجید کی ایک آیت نازل فرما کر تیمّم کا حکم جاری کیا اور اس طرح مسلمانوں کی ایک گتھی حل کر دی۔

دشمنان اسلام اس حدیث اور داستان سے کیا نتیجہ لیں گے؟! افسوس! کہ اس قسم کی احادیث جو اسلام کو حقیر و پست اور پیغمبر اسلامؐ کو ہلکا، شہوت پرست اور کم عقل ثابت کرتی ہیں، بہت ہیں۔

ہم اس پوزیشن میں نہیں ہیں کہ اس قسم کی احادیث کو ام المؤمنین عائشہ، ابو ہریرہ اور دیگر

اصحاب سے نسبت دینے کی تصدیق کریں اور کہیں کہ یہ نسبت سو فیصدی صحیح ہے، ممکن ہے ان میں سے بعض کو زندیقیوں یا دیگر دشمنان اسلام نے دین میں تخریب کاری کے لئے جعل کر کے ان سے منسوب کر دیا ہو۔ لیکن یہ نا قابل انکار حقیقت ہے کہ اس قسم کی احادیث، حدیث کی مشہور ترین و صحیح کتابوں، معتبر تفسیروں، سیرت اور تاریخ کی موثق کتابوں میں درج ہیں۔ اس قسم کی احادیث حقائق کو اس حد تک الٹا دکھانے کی باعث بنی ہیں کہ خدا کی صفات کو غلط رنگ میں پیش کر کے مجسم و مرئی اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک شہوت پرست اور بے شعور اور قرآن مجید کو ناقص و قابل اصلاح صورت میں دکھایا گیا ہے۔ (الف)

پروردگارا! مسلمانوں کے باور کئے گئے ان ہزاروں جھوٹ اور افسانوں کے مقابلے میں کیا کیا جائے؟! ایک ہزار سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے کہ مسلمان ان افسانوں کے عادی بن کر ان پر اعتقاد رکھتے ہیں اور انھیں اسلام کی صحیح احادیث، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی سیرت، اسلام کی موثق تاریخ کے طور پر تسلیم کر چکے ہیں اور اسی سبب سے صحیح اسلام کو نہیں پہچان سکے ہیں!

خداوندا! کیا ان منحرف شدہ حقائق کو چودہ سو سال کے بعد حقائق آشکار کر کے ہزاروں جرائم سے پردہ اٹھایا جائے یا مسلمانوں کی عظیم اکثریت کی چاہت کے سامنے ہتھیار ڈال دئے جائیں اور خاموش تماشائی بن کر زبان پر مہر لگا لی جائے؟!

بارالٰہا! کیا یہاں پر خاموشی اختیار کرنا ان تمام جرائم پر پردہ ڈالنے کے مترادف نہیں ہے؟ اور کیا خود یہ خاموشی سب سے بڑا گناہ نہیں ہے؟ جی ہاں! بیشک ان تمام جرائم کے مقابلے میں خاموشی اختیار کرنا خود ان جرائم سے سنگین تر جرم ہے۔ اسی لئے حقیر نے حدیث و تاریخ، حدیث کی شناخت اور اسلام کی صحیح تاریخ کے سلسلے میں میں بحث و تحقیق شروع کی ہے اور خدا کی خوشنودی کے لئے اس

الف)۔ مؤلف کا مقالہ ''سرگزشت حدیث'' ملاحظہ ہو۔

کی مدد سے قدم آگے بڑھائے ہیں۔

اب قارئین کرام اور علوم اسلامی کے محققین کی خدمت میں کتاب ''خمسون ومائة صحابی مختلق'' کے مباحث کا پہلا حصہ پیش کیا جاتا ہے۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

العسکری

تہران: ۲۴ جمادی الثانی ۱۳۹۶ھ۔

دوسرا حصه :

کتاب کے مباحث:

- سیف کو پہچانئے۔
- زندیق وزندیقان۔
- مانی اوراس کا دین۔
- مانویوں کے چند نمونے۔
- یمانی ونزاری قبیلوں کے درمیان خاندانی تعصّبات۔
- نزار قبیلہ کے بارے میں سیف کا تعصب۔
- اسلامی مآخذ میں سیف کی احادیث کا نفوذ۔
- سیف کی احادیث کے پھیلاؤ کے اسباب۔
- گزشتہ فصلوں کا ایک خلاصہ۔

سیف کو پہچانئے

یـروی الـمـوضـوعـات عـن الا ثبـات

سیف اپنے جعل کردہ جھوٹ کو معروف ومعتبر
راویوں سے نسبت دے کر حقیقت کے طور پر نقل
کرتا ہے۔

علمائے رجال

اس بحث کے آغاز کا مقصد

۱۳۷۵ھ ہجری میں جب کتاب ''عبداللہ ابن سبا'' پہلی بار چھپ رہی تھی، میں اس کی شائع شدہ فصلوں کے باقاعدہ مطالعہ کے دوران متوجہ ہوا کہ ابن سبا اور سبائیوں کے افسانہ کے علاوہ اسلامی تاریخ کے مصادر میں اور بھی بہت سی داستانیں اور افسانے شامل کئے گئے ہیں یہی امر اس کا سبب بنا کہ تاریخ اسلام کے ان افسانوں میں ذکر شدہ بیشتر سورماؤں کو شک وشبہ کی نگاہ سے دیکھوں۔

میں نے کتاب کی طباعت کو طویل عرصہ کے لئے ملتوی کر دیا تا کہ اس موضوع کے بارے میں بیشتر تحقیق کروں۔اس تحقیق وتجسس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اصحاب،تابعین سپہ سالاروں،شعراء اور

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کے راویوں میں ایسی بہت سی معروف اور تاریخی شخصیتوں کو پایا جن میں سے کسی ایک کا بھی حقیقت میں کوئی وجود ہی نہیں تھا۔

اسی طرح بہت سی فرضی جگہوں اور سرزمینوں کے ناموں سے بھی سامنا ہوا کہ افسوس! ان کے نام جغرافیہ کی کتابوں میں بھی ذکر ہوئے ہیں، جب کہ یہ سب خیالی افسانے گڑھنے والوں کی تخلیق تھے اور حقیقت میں ان کا کہیں کوئی وجود ہی نہیں تھا۔

اس کے علاوہ معلوم ہوا کہ اصلی خبروں یا تاریخی واقعات کے سالوں میں بھی خود غرضانہ طور پر تحریفیں کی گئیں ہیں اور انہیں نام نہاد معتبر کتابوں میں درج بھی کیا گیا ہے۔

ہم نے ''کتاب عبداللہ بن سبا'' کے مطالب کے ساتھ مجبوراً مذکورہ بحث کو اس کتاب کے ساتھ مربوط کیا اور ان افسانوں میں سے بعض کو اس میں نقل کیا اور ان میں سے بعض خیالی سورماؤں کے بارے میں اشارہ پر اکتفا کرتے ہوئے کتاب کو پائے تکمیل تک پہنچادیا اور اسے ''عبداللہ ابن سبا۔مدخل''، یعنی اس تحقیق و بحث کا مقدمہ قرار دیا۔

اس کتاب کی اشاعت کے بعد، میں نے سکون واطمینان کے ساتھ افسانوں کے بارے میں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ (قلمی) کتابوں اور نسخوں میں تحقیق وجستجو شروع کی اور اس کام کو اس حد تک جاری رکھا کے کہ خدائے تعالیٰ نے مختلف گروہوں کے افسانوی سورماؤں کی قابل ذکر تعداد کی شناخت حاصل کرنے میں میری رہنمائی فرمائی ان میں بہت سے فرضی اور نام نہاد اصحاب رسولؐ بھی نظر آتے ہیں، یہ ایسے اصحاب اور سورما ہیں جن کا حقیقت میں کوئی وجود ہی نہیں ہے اور یہ سب کے سب، سیف بن عمر تمیمی وغیرہ جیسے مجرموں کے ہاتھوں، اسلام اور اسلام کی تاریخ کے ساتھ غداری، حقائق کی پردہ پوشی مسلمانوں کے ذہنوں کو مشوش کرنے، اسلام کے دشمنوں کی حوصلہ افزائی اور انھیں مشتعل کرنے کے لئے جعل وتخلیق کئے گئے ہیں۔

ہم نے تاریخ اسلام پر ہوئے ظلم کے ایک گوشے کو آشکار کرنے اور حقائق وواقعیات کے

چہرے سے پردہ اٹھانے کے لئے جعلی اور افسانوی اصحاب کی رونمائی کو دیگر جھوٹے اور فرضی چہروں کی رونمائی پر ترجیح دی، اور ان میں سے صرف ۱۵۰ اصحاب پر ہی اکتفا کی اور اس مجموعہ کا نام ''۱۵۰ جعلی اصحاب'' رکھا جو آپ کے ہاتھ میں ہے، جیسا کہ پہلے بیان ہوا کہ کتاب ''عبداللہ بن سبا'' درحقیقت اس بحث میں داخل ہونے کی ایک دہلیز اور مقدمہ تھا۔

ہم نے کتاب عبداللہ ابن سبا میں ثابت کر دیا ہے کہ ابن سبا کے وجود کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور یہ سیف بن عمر تمیمی کی فرضی تخلیق ہے۔ اس طرح اس کتاب میں بھی قارئین کرام مشاہدہ کریں گے یہ اصحاب سیف بن عمر کے جعل کردہ افسانوی سورما تھے اور ان میں سے ایک بھی حقیقت میں وجود نہیں رکھتا تھا۔

سیف بن عمر کون ہے؟

حقیقت میں یہ سیف کون ہے کہ جس نے اتنے اصحاب اور سورما اور تاریخی واقعات جعل کئے اور گڑھے ہیں؟ اس کے جھوٹ سچائی میں تبدیل ہو گئے ہیں، افسانے حقیقت میں بدل گئے ہیں اور اس کے مذاق سو فیصدی سنجیدہ مطالب کی صورت میں تاریخ کی معتبر کتابوں میں درج کئے گئے ہیں؟!

ہمیں افسوس ہے کہ سیف کی کوئی تصویر ہماری دست رس میں نہیں ہے کہ اسے لوگوں کے سامنے پیش کریں اور اس کی مکمل سوانح حیات بھی دستیاب نہیں ہے جس سے اس کے خاندان، تربیت کے ماحول اور علمی قابلیت کے بارے میں پتہ چلتا جس کے ذریعہ ہم اس غیر معمولی افسانہ ساز اور جھوٹ گڑھنے والے کی تصویر اپنے ذہن میں مجسم کرتے۔ لیکن اس کے باوجود بعض علما اور دانشوروں کی تألیفات نے اس کی طرز تفکر، دینی اعتقادات اور دیگر اخلاقی خصوصیات کے بارے میں ہماری راہنمائی کی ہے۔

کتاب ''عبداللہ ابن سبا'' میں ہم نے پڑھا کہ علماء نے سیف کی زندگی کے حالات کے بارے میں لکھا ہے کہ: وہ بغدادی اور دراصل کوفی تھا، اس کی احادیث اور بیانات کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے بلکہ ضعیف اور نا قابل اعتماد ہیں۔ سیف کی کوئی حیثیت نہیں ہے اس کی احادیث جھوٹی اور جعلی ہیں، اور وہ اپنی حدیثوں کا خود اور تنہا راوی ہے بالآخر سیف ایک زندیق (مانوی مذہب کا پیروکار) ہے۔ جس نے ''فتوح وردہ'' اور ''جمل وعلیؑ وعائشہ کی راہ'' نام کی دو کتابیں تالیف کی ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ سیف ۱۷۰ ہجری میں عباسی خلیفہ ھارون رشید کے زمانے میں فوت ہوا ہے۔[1]

گزشتہ بحث میں درج ذیل مطالب ہمارے مدنظر ہیں:

اول:۔ سیف بن عمر دراصل کوفی اور بغداد کا رہنے والا تھا۔

دوم:۔ علمائے رجال نے اسے زندیق (مانوی مذہب کا پیروکار) جانا ہے۔

سوم:۔ علماء اس بات پر متفق ہیں کہ سیف، احادیث اور داستانوں کو خود جعل کرتا تھا، وہ افسانہ ساز اور جھوٹ گڑھنے والا تھا۔ خدا کی مدد سے اس کتاب کی آیندہ فصلوں کے ضمن میں اس موضوع پر بحث و تحقیق کی جائے گی۔

چہارم:۔ ''جمل'' و ''فتوح'' کے نام سے تالیف کی گئی اس کی دو کتابیں تاریخ اسلام کی اہم مصادر قرار پائی ہیں اور ابھی تک ان سے استناد بھی کیا جاتا ہے۔

پنجم:۔ اس کی تاریخ وفات کو عباسی خلیفہ ہارون رشید کے زمانے میں تقریباً ۱۷۰ ہجری ذکر کیا گیا ہے جب کہ درج ذیل موارد سیف بن عمر تمیمی کے عصر کے ادبی نشاط کے مظہر ہیں:

احادیث سیف کی پیدائش کا زمانہ

درج ذیل موارد سیف کے عصر احادیث کے مظہر ہیں:

اولاً:۔ ابو مخنف لوط بن یحییٰ، وفات ۱۵۷ھ، نے سیف بن عمر کی کتاب کے بارے میں

اشارہ کر کے اس سے نقل بھی کیا ہے، اور یہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ سیف کی کتاب، ابومخنف کی وفات سے پہلے لوگوں کے درمیان پھیل گئی تھی۔(الف)

ثانیاً:۔ہم دیکھتے ہیں کہ سیف کی احادیث، بنی امیہ کے سرداروں اور ان کے خاندان کی مدح وستائش سے مالا مال اور ان کے فضائل ومناقب کے بارے میں عجیب وغریب افسانوں سے پر ہیں، (جب کہ سیف کی روش کے مطابق) عباسیوں کے حق میں کسی حدیث کا تقریباً کوئی اثر موجود نہیں ہے یہ موضوع ہمیں یہ قبول کرنے پر مجبور کرتا ہے کہ سیف کی احادیث کی جعلی سازی کا زمانہ عباسیوں کے اقتدار میں آنے سے پہلے تھا، کیوں کہ عباسیوں کی خلافت کا دور امویوں کے قتل عام، ان پر اور ان کے حامیوں پر سختی اور دباؤ کا زمانہ تھا، حتی ان کی قبروں کو کھود کر ان کے اجساد کو باہر نکالا جاتا تھا اور ان میں آگ لگائی جاتی تھی ۔ان حالات میں بنی امیہ کے حق میں افسانے اور جھوٹے فضائل گڑھ کر ان کی تبلیغ کرنے یا صحابہ وتابعین کی اہم شخصیتوں میں بنی امیہ کے دشمنوں کے دامن کو داغدار بنانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

سیف کی احادیث گڑھنے کے زمانہ کو معین کرنے میں درج ذیل داستان ہماری مدد کرتی ہے۔

الف)۔شیخ مفید، وفات ۴۱۳ھ اپنی کتاب ''جمل'' کے صفحہ ۴۷ پر داستان جنگ بصرہ کو ابومخنف کی کتاب ''حرب البصرہ'' سے یوں نقل کرتے ہیں:

''سیف بن عمر نے محمد بن عبداللہ بن سواد اور اعلم کے بیٹے طلحہ اور ابوعثمان (ان سب) سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا ہے: جب عثمان قتل ہوئے، شہر مدینہ میں پانچ دن تک 'غافقی' کے علاوہ کوئی حاکم نہ تھا...''

طبری نے اسی روایت کو انہی اسناد سے اسی عبارت کے ساتھ اپنی تاریخ کی جلد ۵ صفحہ ۱۵۵ پر ذکر کیا ہے، جب کہ ہم جانتے ہیں طبری نے سیف کی احادیث کو اس کی دو کتابوں ''فتوح'' اور ''جمل'' سے نقل کیا ہے۔

شیخ مفید نے سیف کی ایک اور روایت، اپنی کتاب کے صفحہ ۴۸ پر ابومخنف سے نقل کی ہے چوں کہ ابومخنف نے سیف کی باتوں کو اس کا نام لے کر اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے، اس لئے یہ واضح ترین دلیل ہے کہ سیف بن عمر کی کتاب ابومخنف کی وفات (۱۵۷ھ) سے پہلے لوگوں کے درمیان موجود تھی''

طبری نے اس داستان کو سیف سے نقل کرتے ہوئے ۲۲ھ کے حوادث کے ضمن میں ساسانیوں کے آخری فرماں روا یزدگرد کے خراسان کی طرف اس کے سفر کے بارے میں یوں روایت کی ہے:

''جنگ جلولاء میں ایرانیوں کے شکست کھانے کے بعد یزدگرد نے رے کی طرف پسپائی اختیار کی۔اس پسپائی کے دوران وہ اونٹ کی پشت محمل میں ہی چھپا رہتا تھا اور نیچے نہیں اترتا تھا،حتی وہیں پر سوتا تھا،کیونکہ اس کے سپاہی خطرات سے بچنے کے لئے کسی جگہ پر رات کو بھی توقف نہیں کرتے تھے۔اس دوران اس کے سپاہی ایک جگہ پانی کے کنارے پر پہنچے اور چاہتے تھے اونٹ کو لے کر پانی سے گزر جائیں لیکن اس خوف سے کہ اونٹ کے ہلنے سے یزدگرد بیدار ہوکر ان پر برہم ہوجائے گا اور انھیں سزا دے گا.انہوں نے مجبوراً اسے نیند سے بیدار کیا، تا کہ وہ حالات سے آگاہ ہوجائے. یزدگرد بیدار ہوا اور ان پر بگڑ پڑا اور کہنے لگا:تم لوگوں نے بہت برا کام کیا! خدا کی قسم اگر مجھے اپنے حال پر چھوڑ دیتے تو مجھے معلوم ہوجاتا کہ اس امت کی سربلندی کا ستارہ کب ڈوبنے والا ہے۔کیونکہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اور محمدؐ خدا کے ساتھ صلاح مشورہ کررہے ہیں.خدا کہتا تھا:اس امت کو ایک سو سال کی فرصت دیتا ہوں۔محمدؐ نے کہا:اس سے زیادہ! خدا نے کہا:ایک سو دس سال،محمدؐ نے پھر کہا:اور بھی، خدا نے کہا: ایک سو بیس سال ،محمدؐ نے کہا: خود جانئے !اسی وقت تم لوگوں نے مجھے بیدار کردیا۔اگر ایسا نہ کرتے تو میں سمجھ جاتا کہ اس امت کی مدت کتنی ہے۔(۲)

اب ہم دقت کے ساتھ اس حدیث کا تجزیہ و تحلیل کرتے ہیں:

سیف کہتا ہے کہ یزدگرد نے ''اللہ'' کی قسم کھائی ، جبکہ یزدگرد زرتشی اور دوگانہ پرست

تھا۔ مجوسی لفظ ''اللہ'' ــــ جو عربی ہے ــــ کو نہیں جانتے اور اس کی قسم نہیں کھاتے. بلکہ ان کا ایمان ''اہورامزدا'' پر ہے اور وہ آتش مقدس، سورج اور چاند کی قسم کھاتے ہیں۔ اللہ کی قسم کھانا مسلمانوں کی خصوصیت ہے کہ سیف نے ان ہی میں پرورش پائی تھی اور ان سے خو پیدا کر چکا تھا. اس لئے یزدگرد کی قسم میں اس نے اللہ کے نام کی نسبت دی ہے.

یزدگرد محمدؐ کو سچا نہیں جانتا تھا اور انھیں اس قابل نہیں جانتا تھا کہ انؐ کے خدا کے ساتھ صلاح ومشورہ کے لئے بیٹھے. حقیقت میں یہ حدیث سیف کے اسلامی ماحول، اس کے تخیلات کے طرز اور اس کے اپنے فکر وذہن میں تخلیق کئے گئے اسلام کی عکاسی ہے. کیونکہ مسلمان تو اپنے دین کے قیامت تک باقی رہنے کا ایمان واعتقاد رکھتے ہیں اور سیف اسلام کی بقا کی ایک حد مقرر کرتا ہے اور اپنی دلی تمنا کو کسریٰ کی زبانی بیان کرتے ہوئے کہتا ہے: ''اگر مجھے اپنے حال پر چھوڑ دیتے تو مجھے معلوم ہو جاتا کہ اس امت کی مدت کتنی ہے''۔!!

شائد وہ امت اسلامیہ کی نابودی کو ''مانویوں'' کی فعالیت کے سائے میں دیکھتا تھا، جن کے بارے میں خود بھی بخوبی آگاہ تھا کہ وہ اسلام کی بنیادوں کو نابود کرنے کی کس قدر کوشش کر رہے ہیں۔ خود سیف بھی ان ہی میں سے ایک اور ان کا حامی تھا یا ملک روم وغیرہ جیسی بیرونی جنگوں سے اُمید باندھے ہوئے اپنی آرزو کی تکمیل کا منتظر تھا۔

بہر حال سیف اسلام کی بقا و پایداری نہیں چاہتا تھا اور اسے اطمینان تھا کہ اس مدت سے زیادہ جسے خود اس نے محسوس کیا ــــ وہی اس کا اپنا زمانہ بھی تھا ــــ سے زیادہ (اسلام) باقی و پائیدار نہیں رہے گا. اس لحاظ سے ہم دیکھتے ہیں کہ خدا کے ساتھ سہ رکنی جلسہ میں ۱۲۰ سال کی حد بندی زمانہ کے اعتبار سے اس حدیث کی جعل سازی کی مظہر ہے۔

خلاصہ یہ کہ:

ابومخنف (وفات: ۱۵۷ھ) نے سیف سے روایت نقل کی ہے اور اس مطلب کی تائید کرتا ہے کہ سیف اس تاریخ (۱۵۷ھ) سے پہلے زندہ اور سرگرمِ عمل تھا۔

عباسیوں کے ذکر کے بجائے خاندان بنی امیہ کی عظمت ومنزلت کی مدح وستائش کرنا اور اُن کی طرفداری کا دم بھرنا، اس بات کی دلیل ہے کہ یہ احادیث عباسی خلفاء کے اقتدار میں آنے سے پہلے جعل کی گئی ہیں۔ کیونکہ خلفائے بنی عباس کے زمانے میں امویوں کا اجتماعی طور پر قتل عام کیا جاتا تھا اور ان کے حامیوں کا تعاقب کر کے انھیں اذیتیں پہنچائی جاتی تھیں۔

نتیجہ:

گزشتہ مطالب کے پیش نظر، مجموعی طور پر یہ نتیجہ لیا جاسکتا ہے کہ سیف کے جھوٹ اور افسانے گڑھنے کی سرگرمیوں اور نشاط کا زمانہ دوسری صدی ہجری کے آغاز کا دور تھا، اور سیف کی وفات کو ۱۷۰ھ کے بعد ذکر کرنے والے تنہا شخص، ''مزی'' کا قول اور ذہبی کا اس کی تاریخ وفات کو ہارون رشید کا زمانہ بیان کرنا، اس حقیقت کو رد نہیں کرتا۔ کیونکہ اگر مزی اور ذہبی کا کہنا صحیح ہو تو، سیف اپنی کتابوں کی تألیف کے بعد چالیس سے پچاس سال تک زندہ رہا ہے.

ان حقائق کے پیش نظر کہ سیف کی تالیفات کا دور دوسری صدی ہجری کے ابتدائی ایک چوتھائی زمانہ سے مربوط تھا، اور یہ کہ وہ قبیلہ مضر کے خاندان تمیم سے تعلق رکھتا تھا۔ کوفہ کا رہنے والا تھا اور اس کا اصلی وطن عراق تھا، اس کی شخصیت کی بنیادوں، اس کے عزائم اور اس کے حیرت انگیز افسانوں کی تخلیق وایجاد کے عوامل واسباب کے بارے میں تحقیق ومطالعہ آسان بنا دیتا ہے.

سیف کے زمانہ کی خصوصیت:

سیف کا عصر، ایسا زمانہ تھا جس میں تمام اسلامی شہروں میں قبیلہ پرستی، خاندانی تعصّبات، ان کے آثار کا تحفظ اور ان پر فخر ومباہات کرنا شد ومد کے ساتھ رائج تھا۔ یہ وہ مطلب ہے جس پر ہم

آئندہ روشنی ڈالیں گے۔

اس بیہودہ تعصب کے علاوہ سیف کا وطن (عراق) خاص طور پر مانویوں ۔زندیقیوں ـــ کے پھلنے پھولنے اوران کی خودنمائی کی آماجگاہ تھا۔

اس لئے اگر ہم سیف کی افسانہ سازی کے اصل محرک کی شناسائی کرنا چاہیں تو ہم مذکورہ بالا دوموضوع کے بارے میں خصوصی طور پرالگ الگ بحث وتحقیق پر مجبور ہیں۔

ہم اس بحث کو پہلے ''زندیق'' اور''زندقہ'' کی تعریف سے شروع کرتے ہیں، کیوں کہ سیف کی جائے پیدائش میں اس مذہب کے اعتقاد کے بھرپور پھیلاؤاور رواج کے علاوہ خودسیف بھی اس سے جدا نہ تھا۔خاص طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ علماءاور دانشوروں نے اپنی تالیفات میں سیف کا زندیق کے عنوان سے تعارف کرایا ہے اور یہ امر بذات خود اس کے تمام افسانے ،اصحاب پیغمبرﷺ اور بہادروں کے جعل کرنے کے محرکات کی کافی حدتک توجیہ کرسکتا ہے۔

←

زندیق اورزندیقان

المقصود من الزنادقة هم اتباع مانی
زندیقیوں سے مراد ''مانی'' کی پیروی کرنے والے ہیں۔

متن کتاب

لفظ زندیق کی بنیاد:

لفظ ''زندیق'' کی بنیاد، فارسی ہے، مسعودی کہتا ہے:

''زردشت'' نے اپنی کتاب کا نام ''اوستا'' رکھا اوراس کی ایک تفسیر لکھی، جو''زند'' کے نام سے مشہور ہے۔اس لئے اگرکوئی ان کے مذہب کے اصول کے خلاف کچھ بیان کرے یا اصل کی تفسیر کرے تو ایرانی اسے''زندی'' کہتے ہیں، یعنی وہ جس نے ظاہر کتاب اور تنزیل کے خلاف اس کی تفسیر پر اکتفا کی ہو۔اسی وجہ سے''مانی''جس نے بہرام کی بادشاہی (۲۴۰ ــــ ۲۷۷ع) کے دوران ظہور کیا تھا اور ایک جماعت نے اس کی پیروی کی تھی، وہ لوگ''زندی'' یا منحرف کے نام سے مشہور ہوئے۔''[1]

عربوں نے لفظ ''زندی'' کو اپنی زبان میں منتقل کر کے اسے ''زندیق'' پڑھا اور یہ لفظ ''زندیق''، ''مانی'' کے پیروؤں کے لئے اسم علم بن گیا، جنھیں ''زنادقہ'' کہتے ہیں۔

ایک مستشرق کہتا ہے:

''لفظ ''زندیق'' اصل میں ''صدیق'' [۲] تھا، جو صدیقین کا واحد ہے، یہ مانویوں کا ایک فرقہ ہے لفظ ''صدیق'' فارسی میں ''زندیک'' تبدیل ہوا اور دوبارہ عربی میں منتقل ہو کر ''زندیق'' بن گیا ہے'' [۳]

ہم اصلی لفظ فارسی ''زندیق'' کے سلسلے میں محققین کے نظریات کے بارے میں اسی پر اکتفا کرتے ہیں:

عربی زبان میں ''زندیق''

عربی زبان میں ''مانی'' کے پیروؤں کو ''زندیق'' کہا جاتا تھا۔ یہ لوگ دنیا کو ازلی طور پر نور و ظلمت پر مبنی جانتے تھے، اسی لئے ان کو دوگانہ پرست بھی کہا جاتا تھا۔

اس کے بعد یہ نام مادہ پرستوں کے لئے اطلاق ہوا جو خدا، پیغمبروں اور آسمانی کتابوں کے منکر ہیں اور دنیا کے ابدی ہونے کے معتقد ہیں اور آخرت و عالم ماورائے طبیعت کے منکر ہیں۔

اس کے بعد یہ نام ان لوگوں پر اطلاق ہوا جو اصول دین میں سے کسی ایک کے منکر ہوں یا ایسا اظہار نظر کریں جس کے نتیجہ میں اصول عقائد میں سے کسی ایک کے منکر ہونے کا سبب بنے۔ [۴]

اس کے بعد یہ لفظ اپنی جہت بدل کر ہر اس شخص پر اطلاق ہونے لگا جو مذہب اہل سنت کا مخالف ہو۔ بالآخر یہ لفظ ہر اس بیہودہ گو، بے شرم و بے حیا شاعر کے لئے کہا جانے لگا جو بلالحاظ معشوق کا دم بھرتا ہے یا اسی قسم کے ہر قلمکار یا اس کے طرفداروں پر اطلاق ہونے لگا۔ (الف)

الف)۔ اسی طرح دائرۃ معارف اسلامی میں ''زیدیقان'' کی وجہ تسمیہ کے بارے میں کچھ اور نظریات موجود ہیں کہ ہم ان کو

دربار خلافت میں ''زندیق'' کی تعریف:

شائد ''زندیقیوں'' کے بارے میں کی گئی قدیمی ترین اور سرکاری تعریف وہ ہے جو عباسی خلیفہ مھدی نے اپنے بیٹے اور ولی عہد موسیٰ کے نام درج ذیل وصیت نامہ میں بیان کی ہے۔

ایک زندیق کو عباسی خلیفہ مھدی کے حضور لایا گیا خلیفہ نے اس سے توبہ کرنے کو کہا۔ چوں کہ اس زندیق نے خلیفہ کی بات ماننے سے انکار کیا لہٰذا خلیفہ نے حکم دیا کہ اس کا سر تن سے جدا کر کے جنازہ کو سولی پر لٹکا دیا جائے اس واقعہ کے بعد خلیفہ نے اپنے بیٹے سے مخاطب ہو کر کہا:

''اے فرزند! اگر میرے بعد تمھیں خلافت ملی تو صرف زندیقیوں پر توجہ دینا کیوں کہ یہ گروہ لوگوں کی توجہ کو بعض ظاہری خوشنما اور اچھے لیکن دل فریب امور، جیسے دنیا سے کنارہ کشی اور آخرت کی طرف رغبت کی دعوت دیتے ہیں، حتیٰ لوگوں کو اس بات کا معتقد بناتے ہیں کہ گوشت کو حرام جانیں اور پاک پانی کو نہ چھوئیں، کیڑوں کو مارنا حرام جانیں بالاخر وہ لوگوں کو دوگانہ پرستی پر مجبور کرتے ہیں۔ اس طرح نو ظلمت کی پرستش کرتے ہیں اور ان حالات میں اپنے محارم، جیسے بہن اور بیٹیوں سے ازدواج کرنا جائز سمجھتے ہیں، اپنے آپ کو پیشاب سے دھوتے ہیں اور بچوں کو اس لئے راستے سے چرا لیتے ہیں تا کہ ابلیس کی ظلمت سے نجات دے کر انھیں نور روشنی کی طرف راہنمائی کریں۔

جب میرے بعد خلیفہ بن جاؤ تو کسی ترحم کے بغیر ان کو پھانسی پر لٹکانا اور انھیں تہ تیغ

صحیح نہیں سمجھتے ہیں از جملہ ''زندقہ'' عربی شکل میں ''زندگر'' یا ''زندہ گر'' ہے یعنی اصل ابدیت کے اعتقادات کی وضاحت کرنے والا یا ''زندہ کرد'' دین کا مجدد اور اس کا احیا کرنے والا یا ''زن دین'' کا معرب یعنی عورتوں کے دین کا مظہر ہے یا ''زندیک'' کتاب ''زند مزدک'' کے پیروؤں کی علامت ہے کہ ان کا دین، دین ''مانی'' کا مشتق ہے۔

کرنا، اوران کوقتل کر کے خداے یکتا کا تقرب حاصل کرنا، کیوں کہ میں نے تمھارے جد عباس کوخواب میں دیکھا کہ انھوں نے مجھے دوتلواریں حمائل کیں اوران دوگانہ پرستوں کے قتل کا حکم دیا''

جب موسیٰ اپنے باپ کے بعد خلیفہ بنا تو اس نے اپنے باپ کی وصیت پرعمل کرنے کی ٹھان لی وہ اسی کام کوانجام دینے میں مصروف تھا۔اس نے اپنی خلافت کے دسویں ماہ میں کہا: ''خدا کی قسم اگر میں زندہ رہا تو تمام زندیقیوں کو تہ تیغ کر دوں گا اوران میں سے ایک فرد کوبھی زندہ نہ چھوڑوں گا'' کہتے ہیں کہ موسیٰ نے حکم دیا تھا کہ اس کام کوعملی جامہ پہنانے کے لئے ایک ہزار پھانسی کے پھندے تیار کئے جائیں تا کہ پہلے سے مقرر کردہ وقت پر ایک ہزار زندیقیوں کو پھانسی پر لٹکا دے۔ لیکن اس سے قبل کہ وہ اپنے اس منصوبہ پرعمل کرے اس دنیا سے چلا گیا۔ (الف)

طبری نے عباسی خلیفہ مھدی کی وصیت کے ایک اورمورد کا ذکر یوں کیا ہے:

''جب داؤدابن علی عباسی اور خاندان حارث ابن عبدالمطلب کے یعقوب (ب) ابن فضل حارثی کو اس (مھدی) کے پاس حاضر کیا گیا اوران دونوں نے زندیقی ہونے کا اعتراف کیا۔ یعقوب نے کہا میں خلوت میں آپ کے سامنے زندیقی ہونے کا اعتراف کروں گا ،لیکن لوگوں کے سامنے کسی بھی صورت میں ''مانوی'' ہونے کا اعتراف نہیں کروں گا ،چاہے مجھے آپ قینچی سے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر ڈالیں۔مہدی نے یعقوب کے جواب میں کہا: افسوس ہے تم پر! اگر آسمانوں کے پردے ہٹا دیئے جاتے اورتم اپنی آنکھوں سے دیکھتے کہ ''دین مانی'' حق ہے اورکسی قسم کا شک وشبہ بھی تمھارے لئے باقی نہ رہتا جب بھی تمھارے لئے سزاوار تھا کہ

الف)۔کیا خلیفہ کے قتل میں زندیقیوں کا ہاتھ تھا؟

ب)۔داؤداور یعقوب دونوں خاندان بنی ہاشم سے اور پیغمبر خداﷺ کے چچازادے تھے۔

محمد ﷺ سے تعصب نہ رکھتے اور آپؐ کی طرفداری کو نہ چھوڑتے !اگر محمدؐ نہ ہوتے تو آج تمھاری حیثیت کیا ہوتی ؟ کیا ایسا نہیں ہے کہ اس صورت میں تم سادہ اور عام لوگوں میں سے ایک معمولی فرد شمار ہوتے ؟ خدا کی قسم اگر میں نے اپنے خدا سے یہ عہد نہ کیا ہوتا کہ اگر مجھے خلافت عطا ہوئی تو بنی ہاشم میں سے کسی ایک کے بھی خون سے اپنے ہاتھ آلودہ نہ کروں گا، تو تمھیں ایک لمحہ کے لئے بھی زندہ نہ رہنے دیتا! اس کے بعد اپنے ولی عہد موسیٰ سے مخاطب ہو کر کہا: اے فرزند! تجھے اس حق کی قسم دیتا ہوں جو میرا تیرے اوپر ہے، اگر میرے بعد خلافت پر پہنچے تو ان دونوں کو ایک لمحہ بھی زندہ نہ رکھنا!

داؤد نے مہدی کے زندان میں وفات پائی ۔ جب موسیٰ اپنے باپ کے بعد تخت خلافت پر بیٹھا تو اس نے اپنے باپ کی وصیت پر عمل کرنے کا حکم جاری کیا۔ اس کے بعد یعقوب پر ایک فرش ڈالا گیا اور لوگوں کی ایک جماعت اس پر بیٹھ گئی۔ اسی حالت میں اس نے دم توڑا۔

یعقوب کی بیوی اور بیٹی نے بھی زندیقی ہونے کا اعتراف کیا۔ اس کی بیٹی حاملہ تھی اور اس نے دعویٰ کیا کہ وہ اپنے باپ سے حاملہ ہوئی تھی! عباسی خلیفہ موسیٰ کے حکم سے ان کے سر پر ایک ایسی چیز ماری گئی کہ خوف و وحشت سے دونوں نے جان دے دی۔ "[۵]

۱۶۳ھ ہجری میں جب عباسی خلیفہ مہدی رومیوں سے موسم گرما کی جنگ کے لئے موصل کے اطراف میں رابق کے مقام پر پہنچا تو اس نے عبدالجبار محتسب کو اس علاقہ کے مانویوں کو گرفتار کرنے پر مامور کیا عبدالجبار نے اس حکم کی تعمیل میں ان میں سے بعض کو قتل کر ڈالا اور بعض کو پھانسی پر لٹکا دیا اور ان کی کتابوں کو چاقو سے پارہ پارہ کر دیا۔ [۶]

طبری نے ان مطالب کے ذکر کے بعد ۱۶۸ھ ہجری کے حوادث کے ضمن میں لکھا ہے:

''اس سال خلیفہ کی طرف سے زندیقیوں کو تلاش کر کے انھیں گرفتار کرنے پر خاص مامور عمر کلوازی نے وفات پائی اور حمدویہ، یعنی میسان کا رہنے والا محمد بن عیسیٰ اس کا جانشین مقرر ہوا۔ اور اسی سال عباسی خلیفہ مہدی نے بغداد میں زندیقیوں کا قتل عام کیا'' ے

زندیقی کون تھے؟

مسعودی، مروج الذہب میں عباسی خلیفہ، مامون کی تاریخ میں لکھتا ہے:

''بصرہ کے بعض زندیقیوں کی خبر مامون کو پہنچی۔ اس نے حکم دیا کہ ان سب کو پکڑ کر مقدمہ چلانے اور سزا سنانے کے لئے اس کے پاس حاضر کیا جائے بصرہ میں مانویوں کی پکڑ دھکڑ شدت سے شروع ہوئی، ان کو گروہ کی صورت میں پکڑ کر بغداد روانہ کیا جاتا تھا۔

ان کو پکڑنے کے بعد جس دن بغداد روانہ کرنے کے لئے ایک جگہ جمع کیا گیا تھا ایک طفیلی انھیں اس حالت میں دیکھ کر اس خیال سے کہ یہ لوگ کہیں دعوت پر جا رہے ہیں چپکے سے ان کے ساتھ جا ملا جب مامورین انھیں دریا کے کنارے ایک کشتی کی طرف لے گئے تو مفت خور نے خیال کیا کہ اس دعوت کے ساتھ سیر و سیاحت بھی ہے۔ وہ خوشی خوشی ان کے ساتھ کشتی پر سوار ہو گیا۔

تھوڑی ہی دیر بعد طوق و زنجیر باندھنے کا سلسلہ جاری ہوا اور زندیقیوں کو ایک ایک کر کے زنجیروں سے باندھا گیا ان کے ساتھ طفیلی کو بھی باندھا گیا اس وقت وہ مفت خور سوچنے لگا کہ یہ کیا ہوا کہ ولیمہ کے بجائے مجھے طوق و زنجیر کا سامنا کرنا پڑا؟ اس

نے پریشانی اور اضطراب کی حالت میں اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر پوچھا: آخر مجھے بتاؤ کہ تم لوگ کون ہو؟ انھوں نے جواب میں کہا: تم کون ہو کیا تم ہم میں سے نہیں ہو؟! اس نے کہا: خدا کی قسم میں اس کے سوا کچھ نہیں جانتا کہ میں ایک مفت خور اور طفیلی ہوں۔ آج جب گھر سے باہر آیا تو تم لوگوں کو دیکھ کر یہ خیال کیا کہ تمھیں کسی ولیمہ کے لئے جمع کیا گیا ہے اس لئے میں تم لوگوں کے ساتھ ملحق ہو گیا۔ جب کشتی پر سوار ہوئے تو خیال کیا کہ شائد کہیں سیر و سیاحت کے لئے کسی باغ میں لئے جا رہے ہیں اور میں اپنے لئے ایک مبارک دن تصور کر کے بہت خوش ہوا، لیکن یہ سپاہی آ گئے اور مجھے تم لوگوں کے ساتھ طوق و زنجیر سے باندھ دیا، آخر مجھے بتاؤ کہ یہ ماجرا کیا ہے؟

زندیقی یہ سن کر اس پر ہنس پڑے اور کہا: اب جب کہ تم ہمارے ساتھ آ گئے ہو اور آہنی طوق و زنجیر میں ہمارے ساتھ باندھے گئے ہو تو جان لو کہ ہم ''مانوی'' ہیں، مخبروں نے ہمارے بارے میں خلیفہ مامون کو خبر دے دی ہے۔ اس وقت ہمیں اس کے پاس لے جایا جا رہا ہے۔ جب ہم اس کے پاس پہنچائے جائیں گے، خلیفہ ہم سے سوال کرے گا اور ہمارے مذہب کے بارے میں پوچھ تاچھ کرے گا۔ اس کے بعد ہمارا امتحان اس صورت میں لے گا کہ ''مانی'' کی تصویر ہمارے سامنے رکھی جائے گی تا کہ ہم اس پر تھوکیں اور اس سے نفرت و بیزاری کا اظہار کریں۔ اس کے بعد ہمیں حکم دے گا کہ ایک خاص پرندہ (الف) کا سر قلم کریں۔ جو بھی اطاعت کر کے اس کے حکم کی تعمیل کرے گا وہ نجات پائے گا اور خلیفہ اس کے ساتھ کچھ نہیں کرے گا۔ لیکن

ا۔ عربی میں ''طائر ماء الدرج'' آیا ہے اور معلوم نہ ہو سکا کہ یہ کون سا پرندہ ہے۔

جو اس کے حکم کی تعمیل نہ کرے گا اور اس کی نافرمانی کرتے ہوئے اپنے دین پر باقی رہنا چاہے گا اسے جلاد کے حوالے کر دیا جائے گا۔

لہٰذا ہم سے یہ بات سن لو کہ جب تمھاری باری آئے اور تم سے امتحان لینا چاہیں تو تم شروع میں ہی اپنے عقیدہ و دین کے بارے میں صاف صاف انھیں بتا دینا اس طرح تم یقیناً نجات پاؤ گے! لیکن چوں کہ اس سفر میں تم ہمارے ساتھ مل گئے ہو اور تم نے کہا کہ ایک طفیلی ہوں اور سنا ہے کہ طفیلیوں کے قصے دلچسپ ہوتے ہیں، لہٰذا اس سفر میں ہمیں مفت خوروں کے چند قصے سناؤ!

اسیروں کو بغداد پہنچا کر خلیفہ مامون کے دربار میں حاضر کیا گیا۔ مامون نے نام لے کر ایک ایک کر کے انھیں بلایا ان کے مذہب کے بارے میں ان سے سوال کیا۔ جواب میں وہ کہتے تھے ہم مسلمان ہیں۔ اس کے بعد انھیں ''مانی'' کے بارے میں نفرت و بیزاری کا اظہار کر کے اس کی تصویر پر تھوکنے کو کہا جاتا تھا اور اس طرح ان کا امتحان لیا جاتا تھا۔ جب وہ ایسا کرنے سے انکار کرتے تھے تو انھیں جلاد کے حوالے کر دیا جاتا تھا۔ آخر طفیلی کی باری آ گئی فہرست کے مطابق زندیقیوں میں سے کوئی باقی نہ بچا تھا۔ مامون نے نگہبانوں سے اس کے بارے میں پوچھا۔ انھوں نے جواب میں کہا: ہم اس کے علاوہ کچھ نہیں جانتے کہ ہم نے اسے ان کے ساتھ پایا، اور آپ کی خدمت میں لے آئے۔ خلیفہ نے طفیلی سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ بات کیا ہے؟ اس نے جواب میں کہا: اے امیر المومنین! اگر میں ان کے بارے میں کچھ جانتا ہوتا تو میری بیوی مجھ پر حرام ہو! (الف) میں ایک طفیلی اور مفت خور ہوں

الف)۔ اہل سنت میں قسموں میں سے ایک قسم بیوی کی طلاق کی قسم ہوتی ہے کہ اگر اس نے جھوٹی قسم کھائی ہو تو اس کی بیوی مطلقہ ہو جاتی ہے۔ طفیلی نے خلیفہ کے حضور میں بیوی کی طلاق کی قسم کھائی تھی۔

اس کے بعد اس نے مامون کو اپنی داستان سنائی۔ مامون نے ہنستے ہوئے حکم دیا "مانی" کی تصویر لا کر اس کے سامنے رکھی جائے۔ طفیلی نے مانی پر لعنت بھیجی اور اس سے نفرت و بیزاری کا اظہار کیا اور کہا: تصویر کو میرے حوالہ کر دو تا کہ اس پر نجاست کروں، خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ مانی کون ہے؟ یہودی ہے یا مسلمان؟! ۸

مذکورہ بیانات سے یہ مطلب واضح ہو جاتا ہے کہ زندیقیوں سے مراد وہی مانی کے پیرو ہیں، اگر چہ یہ نام بہت نادر موارد میں اس کے علاوہ بھی استعمال ہوا ہے۔

یہ واضح ہونے کے بعد کہ زندیقی، حقیقت میں مانی کے پیرو تھے اور وہی ان کی بنیاد ہے، اب اس کی باری آتی ہے کہ ہم دیکھیں کہ خود "مانی" کون ہے اور اس کا دین، کیسا ہے؟!!

مانی اوراس کا دین

مانی کون ہے؟

استخرج مانی من ادیان آراء
فلسفیة مختلفة دیناً واحداً عجیباً

''مانی نے مختلف ادیان اور فلسفوں سے ایک نیا اور
عجیب دین ایجاد کیا''۔

مؤلف

''مانی'' ابن ''بتک'' ۲۱۶ ع میں بابل کے شہروں میں سے ''رہایکی'' نام کے ایک شہر میں پیدا ہوا ہے۔

مانی، جس کے پیر ٹیڑھے تھے، نقاشی میں انتہائی ماہر اور بہترین خطاط تھا۔ اس نے خود ایک خط اور بعض مخصوص لغات اور اصطلاحات ایجاد کئے تھے، پھر اس نے اپنی تمام تالیف ۔ بجز ''سابرقان'' جو اس نے فارسی میں لکھی ہے ۔ کو اپنے ایجاد کردہ خط میں سریانی زبان میں لکھا ہے۔

مانی کا باپ، ''بتک'' پہلے بت پرست تھا، بعد میں دین ''دیصان'' [9] قبول کیا مانی اسی

دین میں پرورش پائی دین ''دیصان'' نے اس کے افکار پر گہرا اثر ڈالا۔

مانی نے چوبیس ۲۴ سال کی عمر میں پیغمبری کا دعویٰ کیا [۱۰] اور مختلف ادیان، جیسے: زردشتی، مانند ائید صابئہ ملسان، ہلینیسم (جو کہ اسکندر کے بعد یونان کا فلسفہ اشراق ہے) بودھ مذہب اور گنوسیزم سے کچھ چیزیں لے کر ایک سانچے میں ڈال کر ایک ایسا عجیب معجون تیار کیا جس میں سے ہر ایک اپنی دلخواہ چیز حاصل کر سکتا تھا، جیسے: پرہیز گاری، دنیا سے کنارہ کشی، گناہوں کا اعتراف، نماز وروزہ جیسی عبادات اور اوراد واذکار وغیرہ....

اس کے علاوہ ہر موضوع، جیسے: علم ہیئت، جغرافیہ، علوم طبیعت، فزیکس، کمسٹری، حیوانات نباتات اور انسانوں کی شناخت، فرشتوں، جنات اور دیگر موجودات کی پیدائش، دنیا کی عمر اور اس کی انتہا کے وقت کے بارے میں ہر مشکل سوال کا توہماتی طریقے سے، عقل ومنطق اور علمی معیار کے خلاف جواب موجود تھا۔

گنوسیزم ــ جو دین مانی کی بنیادی اجزاء کو تشکیل دیتا ہے ــ خود ایک خاص دین تھا، جو ایران اور قدیم یونان کے درمیانی علاقوں کے باشندوں کے اعتقادات اور دین ہلینیسم کی آمیزش سے وجود میں آیا تھا اور بطور خلاصہ عبارت ہے:

دنیا پر حاکم دو بنیادی اصلوں یعنی خیر وشر پر ایمان۔ دنیا کے امور پر الٰہی قدرت رکھنے والے سات سیارات پر ایمان۔ اور یہ کہ انسان کی روح اشیاء کے حقائق کو پانے، ترک دنیا اور ازدواج و آمیزش سے پرہیز کر کے بالآخر شر ونجاست کی دنیا سے نجات پا کر خیر وبلندی کی دنیا کی طرف عروج کر سکتی ہے۔

گنوس بذات خود چند فرقوں میں تقسیم ہوتا ہے، جیسے: گنوس یہودیت اور گنوس مسیحیت۔ مذہب دیصانیہ ــ ومانی کا پہلا اور اس کے باپ بتک کا دوسرا دین تھا ــ دیصان کے بیٹے کے پیرو اور مرقیونیہ، مرقیون کے پیرو بھی گنوس مسیحیت کے فرقے ہیں۔ گنوس مسیحیت کے ہر فرقہ کی اپنی ایک

مخصوص انجیل ہے۔اور وہ تمام انجیلوں کو قبول نہیں کرتے ہیں بلکہ ان کی تردید کرتے ہیں (الف)

روسی مستشرق ''بارتولد'' کا اعتقاد ہے کہ: ''بردسان'' (۱۵۵۔۲۲۲ع) پہلا سریانی مؤلف تھا، اور اوسا کے مقام زندگی بسر کرتا تھا۔اس نے گنستیزم نام کے بت پرستی کے فلسفہ اور نصرانیت کے درمیان ایک قسم کا رابطہ اور ہماہنگی پیدا کی۔اس سلسلہ میں جن عقائد و نظریات کو ''بردسان'' نے پیش کیا ہے، انہوں نے مانی کی مانویت کو بہت متاثر کیا ہے۔

ترکیہ کا مؤلف، محمد فؤاد کوبریلی بھی اس موضوع پر لکھی گئی اپنی کتاب کے حاشیہ پر لکھتا ہے:

''گنوس معرفتِ اسرار کی بلند ترین حد ہے'' (ب)

مانی کا دین

مانی کا مکتب دنیا کی اساس کو دو اصولوں ''نور و ظلمت'' اور تین ادوار ماضی، حال اور مستقبل پر مبنی جانتا ہے۔

ماضی کے دور میں، نور و ظلمت ایک دوسرے سے جدا لیکن ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو واقع تھے۔نور اوپر اور ظلمت نیچے اور ہر ایک کا دامن تین اطراف میں پھیلا ہوا تھا۔

نور کی دنیا: نظم وضبط، خوشبختی اور آرام و سکون جیسی تمام نیکیوں کی سرزمین اور ظلمت کی دنیا: تمام برائیوں، ناپاکیوں، تشویش و پریشانیوں، جنگ و مصیبتوں اور بیماریوں کا مرکز ہے۔

نور کی دنیا پر ''اھورامزدا'' کی حکمرانی اور ظلمت و تاریکی کی دنیا پر فرشتہ یا شیطان نام تاریکی کا خدا یا ''اہریمن'' حکومت کرتے تھے۔

ظلمت کی دنیا پانچ طبقوں: کالے بادلوں، آگ کے خوف ناک شعلوں، طوفانوں اور

الف)۔''مانی و دین او'' (۳۴۔۳۶)

ب)۔تاریخ الحضارة الاسلامیة، تالیف ف۔بارتولد طبع مصر سال ۱۹۴۲ع ص/۱۱۔۱۲

خطرناک بگولوں، کیچڑ اور بالکل اندھیرے پن پر مشتمل تھی، ہر طبقہ کی سرپرستی دیو، شیر، عقاب و...کی صورت میں ایک شیطان (الف) کے ہاتھ میں تھی۔

ظلمت کی دنیا کے پانچ طبقوں کو تشکیل دینے والے پانچ عناصر سونا، تانبا و...اور پانچ مزے نمکی و تلخی و... تھے۔اور ہر طبقہ ناپاکیوں، شیطنتوں، دیوؤں اور دو پا و چار پا وحشی حیوانوں سے بھرا ہوا تھا۔

نور کی دنیا کے پانچ طبقے تھے اور ہر طبقہ میں خدا کے اعضاء میں سے ایک عضو، جیسے: ہوش، تفکر و...جو خدا کے مظاہر میں قرار پائے تھے۔نور کی دنیا کا خداوند ایک بادشاہ کے مانند شاہی محل میں جلوہ افروز اور ظلمت کی دنیا کا خدا سور کی شکل میں ناپاکیوں اور کثافتوں کو نگلنے میں مشغول تھا۔

ظلمت کی دنیا میں جھگڑے، دشمنیاں، جنگ و گریز، شیاطین کے ایک دوسرے پر مسلسل حملے، چیر پھاڑ، مار دھاڑ، شور و شر، حیوانیت، شہوت رانی، اور اس قسم کی دوسری ناپاکیاں اور برائیاں نظر آتی ہیں۔

نور کا درخت: نور کی دنیا ہمیشہ اپنے آپ کو ظلمت کے درخت سے بچا کے رکھتی تھی تا کہ وہ مشتعل ہوکر اس پر حملہ ور نہ ہوجائے۔بالاخر ظلمت کی دنیا کی تاریکیوں کی وجہ سے جنگ وجدل کا ماحول اس قدر شدید ہوگیا کہ وہ نور کی دنیا کو تہس نہس کرنے پر تل گئے۔اس جنگ و گریز کے ذریعہ عالم بالا یعنی عالم نور تک پہنچ گئے۔عالم بالا کی نورانیت وصفائی وہ دم بخود ہوگئے لہٰذا اس کو اپنی لپیٹ میں لینے کے لئے دیووں اور شیاطین کے لشکر کے ذریعہ عالم نور پر حملہ آور ہوگئے تا کہ اسے فتح کر کے عالم ظلمت میں ضم کرلیں۔

عالم نور کے فرماں روا کے پاس کسی قسم کا جنگی ساز و سامان نہیں تھا کہ شیطانوں کا مقابلہ

الف)۔دراصل عربی میں ''اراکنہ'' ذکر ہوا ہے۔

کر سکے اور دوسری طرف وہ اپنے طرفدار خداؤں میں سے کسی کو شیاطین سے لڑنے کے لئے بھیجنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ مجبور ہو کر عالم ظلمت اور ناپاکیوں سے پیکار کے لئے بذات خود آمادہ ہوا۔ اس فیصلہ کے نتیجہ میں اس نے پہلی بار کائنات میں ''نہ نہ'' ۔ یا حیات و زندگی مطلق کی ماں ۔ کے نام سے اپنی تخلیق کو وجود بخشا اور اس نے بھی اپنے طور پر عالم بالا کے پاک ترین جز و یعنی ازلی انسان کی تخلیق کی۔

انسان ازلی اپنے فرزندوں: عناصر پنجگانہ، ہوا، پانی اور روشنی و... کے ہمراہ جن میں سب سے آگے بادشاہ نخشب تھا نیچے اترا اور ناپاکیوں کی دنیا میں ظلمت اور وحشت کے ساتھ نبرد آزما ہوا۔ لیکن آخر کار انسان ازلی نے شکست کھائی اور اس کے بیٹے شیاطین کے ہاتھوں ٹکڑے ٹکڑے ہوئے اور شیاطین نے انھیں نگل لیا۔ نور کے ٹکڑوں کو دیو اور شیاطین کے ذریعہ نگل لینے اور ان کے شکم کی تاریکی و ظلمت میں قرار پانے سے نور و ظلمت کی آمیزش وجود میں آئی کہ یہی زمانۂ حال کا دور ہے اس دور کو آزادی کا دور کہا جاتا ہے، یعنی ظلمت و تاریکی سے نور کی آزادی کا دور عالم نور کے فرماں روا نے اپنے اس عمل سے عالم تخلیق میں اپنی پہلی قربانی پیش کی، اس کی اور اس کے فرزندوں کی یہ قربانی ظلمت کے زندان سے نور کی آزادی کے لئے تھی۔

عالم نور و ظلمت کے درمیان جنگ کا آغاز ہوا، نور کی یہ کوشش ہے کہ اپنے ٹکڑوں کو ظلمت کے شکم سے آزادی دلائے اور عالم ظلمت یہ چاہتا ہے کہ نور کے ٹکڑے بدستور اس کی ناپاکیوں کے زندان میں باقی رہیں۔ دوسری طرف نور کے خدا نے فرشتوں اور چھوٹے خداؤں کو پیدا کر کے ازلی انسان کی مدد کے لئے بھیجا۔ ازلی انسان نے ان فرشتوں اور چھوٹے خداؤں کی مدد سے خود کو ظلمت و تاریکی کے چنگل سے آزاد کیا، لیکن اس کے بیٹے تاریکی کے شیاطین کے شکم میں بدستور پھنسے رہے۔

عالم نور نے اپنے نور کے ٹکڑوں کو آزادی دلانے کے لئے اس دنیا کو پیدا کیا۔ اور عالم ظلمت نے بھی نور کے ٹکڑون کو بدستور زندانی بنا کر رکھنے کے لئے ناپاک اور برے کام انجام دینے شروع کئے اور پہلی بار شیاطین کے سرداروں ـــــ جنھوں نے ازلی انسان کے بیٹوں کو کھالیا تھا ـــــ

میں سے دوکو آپس میں ملا دیا اس آمیزش کے نتیجہ میں ابوالبشر آدم پیدا ہوا کہ نور کا ایک بڑا حصہ اس کے اندر قیدی بنا تھا۔اس کے بعد ان دوشیاطین نے پھر سے آپس میں آمیزش کی اور اس بار حواء (تمام انسانوں کی ماں) اپنے اندر تھوڑے سے نور کے ساتھ پیدا ہوئیں۔

پھر عالم نور کے خدا نے عیسیٰ کو اپنے ایک چھوٹے خدا کے ہمراہ آدم کی مدد کے لئے بھیجا اور اسے رہبانیت سکھائی تا کہ اپنی ہم جنس مادہ یعنی حواء سے پرہیز کرے۔نر دیو (شیطان) نے جب یہ دیکھا تو اس نے اپنی بیٹی حوا سے آمیزش کی۔اس سے قابیل پیدا ہوا قابیل نے اپنی والدہ حواء سے ہمبستری کی تو ہابیل پیدا ہوا، پھر ایک بار اس سے آمیزش کی اس طرح دو بیٹیوں کو جنم دیا۔اس تمام زاد و ولد کے نتیجہ میں عالم نور کے خدا کے ٹکڑوں کے زندان کے اوپر ایک اور زندان بنتا گیا۔اس طرح آج تک اور جب تک یہ زاد و ولد کا سلسلہ جاری ہے،نور کا حصہ تاریکی کے پیچیدہ زندانوں میں گرفتار ہوتا رہے گا۔

مانی نے تصورات اور توہمات کے ایک طولانی سلسلہ کے ذریعہ انسان،نباتات،حیوانات اور،جمادات کی تخلیق کی کیفیت کے بارے میں اس طرح تصویر کشی کی ہے۔ملاحظہ ہو:

خدا نے مومنین کی ارواح کو سورج اور نور کی طرف لے جانے کے لئے چاند کو ایک کشتی بنایا ہے تا کہ ان ارواح کو اوپر اور ان کی اصل جگہ کی طرف لے جائے،مہینہ کے ابتدائی پندرہ دنوں کے دوران یہ کشتی پہلے ہلال کی صورت میں نمودار ہوتی ہے اور پھر رفتہ رفتہ بڑھتی جاتی ہے اور مومنین کی ارواح کو جمع کرتے ہوئے بڑھتے بڑھتے کمال تک پہنچتی ہے،کیوں کہ اس کشتی کے سورج کی طرف جانے کے راستے میں مسلسل ارواح سوار ہوتی رہتی ہیں۔نصف ماہ یعنی چودھویں کے چاند کے بعد ارواح مقدس کو حمل کرنے والی یہ کشتی رفتہ رفتہ چھوٹی ہوتی جاتی ہے ۔اس کا سبب یہ ہے کہ سورج کے ساحل پر نورانی بار مسلسل اتر کر عالم نور میں قدم رکھتا ہے اور کشتی رفتہ رفتہ خالی ہوتی جاتی ہے اور ایک کشتی پھر ہلال کی صورت میں دنیا کے ساحل کی طرف لوٹتی ہے۔ہلال اور چودھویں کے چاند کے

اسرار کا یہی مطلب ہے!!

مانی ـــ وخود "فارقلیط" ہے ـــ کی ماموریت نسل انسان کی نجات اورانسان اور سائر موجودات عالم میں تناسل کے ذریعہ ظلمت کے شکم سے اجزائے نور کی آزادی کے لئے وجود میں آئی ہے، یہ ماٗموریت عیسیٰ کی اس ماموریت کے مانند ہے جس میں وہ عالم ازلی میں آدم کی نجات کے لئے بھیجے گئے تھے، تا کہ وہ آدم کو تولید مثل اور حوا سے آمیزش انجام دینے سے روکیں۔ مانی اس امر پر مامور ہے کہ نور وظلمت کے درمیان آمیزش کو ختم کر دے۔ اس آمیزش کا دور بارہ ہزار سال ہے۔ اس مدت میں سے ۱۲۷۱ھ تک گیارہ ہزار اور سات سو سال گزر رہے ہیں !!، اب صرف تین سو سال باقی بچے ہیں کہ ۱۵۳۱ھ میں تعلیمات مانی پر عمل درآمد ہونے کے بعد عالم وجود اور نور وظلمت کی آمیزش کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس تاریخ کے بعد زوال کا دور اور مستقبل کا زمانہ ہے، یہ وہ دور ہے جس میں ہر چیز اپنی اصل کی طرف پلٹے گی۔

عالم بالا یعنی عالم نور میں خیر وخوبی سے بھری بہشتیں ہیں اور مومنین کی ارواح، فرشتے اور چھوٹے چھوٹے خدا، سب کے سب نعمتوں سے مالا مال ہیں اور نچلی دنیا، یعنی عالم ظلمت وتاریکی میں بدی، ناپاکی بیماریاں دیو، شیاطین اور بدکردار افراد کی ارواح ہمیشہ دردناک عذاب ومصیبت میں مبتلا رہیں گی۔!!

دین مانی میں تکوین کے بارے میں پائے جانے والے اسرار کا یہ ایک خلاصہ تھا۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ انبیاء کے بارے میں مانی کا نظریہ کیا تھا۔

انبیاء کے بارے میں مانی کا نظریہ

مانی، موسیٰ اور ان کی تورات پر اعتقاد نہیں رکھتا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ، گوتم بدھ اور زردشت مشرق میں عیسیٰ ـــ جو ماہ سے نہیں ہوئے تھے ـــ غرب میں پیغمبری پر مبعوث ہوئے ہیں۔ خود مانی وہی

''فارقلیط'' ہے، جس کے ظہور کے بارے میں عیسیٰ نے انسانی معاشرے کو بشارت دی ہے، اس نے خود عالم وجود کے مرکز بابل میں ظہور کیا ہے اور مأمور ہے کہ ان پیغمبروں کے مقصد اور دین کو آپس میں جمع کر کے تکمیل تک پہنچائے اور اسے دنیا کی تمام زبانوں میں منتقل کرے۔[١٣]

پس چوں کہ وہ خود کو عالم بشریت کی راہنمائی کے لئے مبعوث اور اپنے دین کو تمام ادیان کا جانشین جانتا تھا، لہٰذا خود اس نے اور اس کے جانشینوں نے اس کے افکار و نظریات کو تمام زبانوں میں ترجمہ کر کے تمام عالم بشریت تک پہنچانے کی کوشش کی تا کہ لوگ ان کو سن کر اس کے دین کی طرف مائل ہو جائیں۔

اسی لئے اس کے پیرو جس ملت میں تبلیغ کا کام انجام دیتے تھے، اسی قوم اور مذہب کی اصطلاحات سے استفادہ کرتے تھے اور اسی زبان و اصطلاحات میں ان سے مخاطب ہوتے تھے۔ مثلاً اگر ایک یہودی کو زندیقی مذہب کی طرف دعوت دینا چاہتے تو دین یہود کی اصطلاحات کو اپنے مطالب سے منسلک کرتے تھے تا کہ اس یہودی کے لئے ان کے مطالب سمجھنے میں آسانی ہو اور زندیقی مذہب اس کے لئے قابل قبول ہو جائے جیسے مہینوں اور فرشتوں وغیرہ کے نام ان کی ہی اصطلاحوں میں بیان کرتے تھے۔

اس لئے جو کتابیں ایرانیوں کے لئے ترجمہ کی گئی ہیں، ان میں اصطلاحات، مہینوں کے نام اور پہلوانوں کے نام دین زردشت کے مطابق استعمال کئے گئے ہیں اور ایرانی افسانے بیان کئے گئے ہیں اسی طرح مسیحیوں کے لئے مسیحی اصطلاحات سے پُر، یونانیوں کے لئے ان کے خداؤں کے نام اور اصطلاحات سے سرشار اور چینیوں کے لئے ان کی اصطلاحات اور بودھ مذہب کی تعلیمات میں بات کرتے تھے۔

اسی طرح جب کسی دین سے کسی خدا یا فرشتے کو شامل کیا جاتا تھا، تو اسے اس کے تمام ملازموں اور غلاموں کے ساتھ اس دین میں داخل کیا جاتا تھا۔ اس طرح ان اواخر تک چھوٹے بڑے

خداؤں اور مذہب مانی میں شیاطین کو دور کرنے کے لئے پڑھے جانے والے اوراد واذکار، طلسمات اور منتر جنتر کی تعداد بے شمار حد تک بڑھ گئی تھی۔

یہی امر اور اس کے علاوہ انسانی فطرت سے واضح تضاد، جیسے: لوگوں کو بچے پیدا کرنے سے منع کرنا اور دنیا کو نابودی کی طرف کھینچنا، اس بات کا سبب بنے کہ یہ مذہب اپنی پیدائش اور رظاہر کے ایک ہزار سال گزرنے کے بعد نابود ہو گیا۔

مانی کی شریعت

مانی کی شریعت میں نماز، روزہ اور گانا یعنی خوش الحانی سے اذکار وغیرہ کا پڑھنا، پائے جاتے ہیں۔ اور وہ سال میں ایک بار عید مناتے ہیں۔

ان کی عبادت گاہ پانچ حصوں پر مشتمل ہے۔ اس دین میں داخل ہونے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان پہلے ازدواج، شہوت، گوشت اور شراب سے پرہیز کر کے اپنا امتحان لیتا ہے۔ اگر اس آزمائش میں کامیاب ہوا تو اس دین کو قبول کرنے کے مرحلہ میں داخل ہوتا ہے۔ کوئی شخص حقیقت میں مانی کے دین کو پسند کرتا ہو، لیکن نفسانی خواہشات پر قابو نہ پا سکے، تو وہ عبادت و ریاضت کو اپنے اوپر لازم قرار دینے کے علاوہ دین اور صدیقین کے گروہ کے تحفظ کو اپنے اوپر واجب قرار دیتا ہے۔ ایسے افراد کو ''سماعین'' کہا جاتا ہے۔ مانی کے اکثر پیرو اسی گروہ سے تعلق رکھتے ہیں کہ اس نے ان پر ایک خاص قسم کی نماز اور روزہ واجب کیا ہے۔ ''سماعین'' سے بالاتر رتبہ ''صدیقین'' کا ہے۔ ان کے لئے ایک خاص قسم کی عبادت معین کی گئی ہے اور ان پر صرف سبزی پر مشتمل ایک دن کے کھانے کے علاوہ کھانا حرام قرار دیا گیا ہے۔ وہ ایک لباس ایک سال تک استعمال کرتے ہیں۔ ان کے لئے واجب قرار دیا گیا ہے کہ ہمیشہ سفر میں رہیں اور وعظ و تبلیغ کرتے رہیں۔

''صدیقین'' سے بالاتر ''قسیسان'' کا گروہ ہے، ان کی تعداد ۳۶۰ افراد پر مشتمل ہے۔ ان

میں بالاتر مقام کے حامل ''اسقف'' ہیں جن کی تعداد ۷۲ افراد تک پہنچتی ہے، ان کے بعد ''معلم'' درجہ ہے اور اس سے اوپر مانی کا خلیفہ ہے اور ان سب کے بالاتر خود ''مانی'' قرار پایا ہے۔ ۱۵

مانی کا خاتمہ

مانی نے چالیس (الف) سال تک دنیا کے مختلف ممالک، جیسے ہندوستان، چین، اور خراسان کا دورہ کیا اور اپنے مذہب کی تبلیغ کی۔ وہ ہر جگہ پر اپنے اصحاب میں سے کسی ایک کو جانشین مقرر کرتا تھا۔

۳۱ سال تک ایران کے فرماں رواؤں اور بادشاہوں نے مانی کی حمایت و تائید کی اور یہی سبب بنا کہ اس کا دین اس زمانے میں تمام دنیا میں پھیلا۔ آخر کار ایران کے بادشاہ ہرمز کے بیٹے بہرام نے مانی اور اس کے دین کی مخالفت کی اور مانی کو اپنی سلطنت میں تین سال روپوشی کے بعد گرفتار کر کے اس کے خلاف مقدمہ چلایا۔

بہرام نے اس مقدمہ کے دوران اس سے کہا: تم نہ جنگ کرتے ہو اور نہ شکار کے لئے جاتے ہو اور نہ کسی بیمار کو شفا بخشتے ہو، آخر تم کس کام کے ہو؟ مانی نے جواب میں کہا: میں نے تیرے بہت سے خدمت گاروں کو شیاطین، سحر و جادو کے شر سے نجات دلائی ہے اور بہت سے بیماروں کو شفا بخشی ہے اور بہت سے لوگوں کو موت کے چنگل سے نجات دلائی ہے!

کہتے ہیں، بہرام نے اس سے کہا: تم، لوگوں کو عالم وجود کی نابودی کی دعوت دیتے ہو لہٰذا یہی بہتر ہے کہ حکم دیدوں کہ اس سے پہلے کہ دنیا نابود ہو تم اپنی آرزو کو پہنچ جاؤ اور تمھیں نابود کر دیا جائے۔

الف)۔ ابن ندیم نے کتاب ''الفہرست'' کے صفحہ ۴۵۸ میں مانی کی مدت عمل چالیس سال بتائی ہے، جب کہ مانی نے ۲۴۰ء میں پیغمبری کا دعویٰ کیا اور ۲۷۷ء میں ہلاک ہوا، اس حساب سے اس کی پیغمبری کے ادعا کا زمانہ ۳۸ سال تھا۔

اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ اس کے ہاتھ پاؤں اور گردن (الف) زنجیر سے جکڑ کر زندان میں ڈال دیا جائے۔ مانی نے اس حالت میں زندان میں ٢٦ روز تک برداشت کیا اور اس کے بعد مزید تاب نہ لاتے ہوئے دم توڑ دیا۔ مانی کی وفات کی تاریخ ٢٧٧ء لکھی گئی ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ وفات کے وقت اس کی عمر ٦٠ سال تھی۔

مانی کے مرنے کے بعد بہرام کے حکم سے اس کا سر تن سے جدا کیا گیا اور اس کی لاش کو شہر کے دروازے پر لٹکا دیا گیا۔ [١٦]

دین مانی کا پھیلاؤ

مانی کا مذہب چوتھی صدی عیسوی کے بعد دنیا کے مختلف مسیحی نشین علاقوں، جیسے اسپین، جنوبی فرانس، اٹلی، بلغارستان اور ارمنستان میں پھیلا۔ چودھویں صدی عیسوی تک ان علاقوں میں اس مذہب کے پیرو دکھائی دیتے تھے۔ [١٧]

یہ مذہب ایران کے مشرقی علاقوں، ہندوستان، طخارستان اور بلخ میں پھیلا اور آٹھویں صدی میں مانی کا ایک خلیفہ طخارستان کا حاکم بنا۔

ساتویں صدی عیسوی میں مانی کا مذہب چین میں پھیلا اور تبلیغات کی آزادی اس کے ہاتھ آ گئی۔ آٹھویں صدی کے اواخر میں مشرقی چین کے بادشاہ نے مانی مذہب اختیار کیا۔ لیکن نویں صدی میں اس کا مخالف ہو گیا۔ پھر چودھویں صدی عیسوی تک یہ مذہب وہاں پایا جاتا رہا۔

مسعودی نے مروج الذہب میں لکھا ہے:

''طاقتور ترین اور منظم ترین حکومت جو ٣٣٢ھ سے ٩٤٣ھ تک ترکیہ میں اقتدار پر تھی وہ حکومت ''کوشان'' تھی اور اس کا مذہب مانی تھا۔

الف)۔ لکھا گیا ہے کہ جو زنجیر مانی کے ہاتھ پاؤں اور گردن میں ڈالی گئی تھی، اس کا وزن، آج کے زمانہ کے مطابق ٢٥ کلوگرام تھا۔

اسلامی ممالک میں دین مانی:

اسلامی ملک میں خلفاء میں سب سے پہلے جس نے مانی مذہب کی طرف میلان دکھایا وہ ولید دوم (۱۲۵ھ۔ ۱۲۶ھ) تھا [18] مروان بن محمد، معروف بہ جعدی (وفات ۱۳۲ھ) مانوی مذہب کا پیرو تھا۔ اس کا لقب جعدی اس لئے پڑا کہ اس نے اپنے استاد جعد بن درہم سے تربیت وہدایت پائی تھی۔

جب عباسی خلفاء نے زندیقیوں کو قتل عام کرنے کا فیصلہ کیا اوران کی تلاش وجستجو شروع کی، تو مانوی عراق اور مغربی ایران سے بھاگ کر ایران کے مشرق وشمال اور ترکستان کی طرف ہجرت کر گئے۔

ابن ندیم لکھتا ہے: میں معز الدولہ کی حکومت کے زمانے میں تین سو مانویوں کو جانتا تھا کتاب ''الفہرست'' کی تالیف کے وقت ان میں سے صرف پانچ آدمی باقی بچے تھے۔اس زمانے میں مانویوں نے سغد، بجنک، اور سمرقند کی طرف ہجرت کی۔ [19]

اب جب کہ زندقہ وزندیقیوں کی تاریخ کا ایک حصہ ہم نے اہل نظر اور محققین کی خدمت میں پیش کیا، تو مناسب ہے سیف کے زمانے میں ان کی کارکردگی اور فعالیت کا بھی کچھ ذکر کریں تاکہ مانی ومانویوں کے مسئلہ پر ہر جہت سے بحث وتحقیق ہو جائے۔

مانویوں کی سرگرمی کا زمانہ:

مسعودی نے اپنی کتاب ''مروج الذہب'' میں اخبار القاہر اور مھدی عباسی کے سلسلے میں یوں ذکر کیا ہے:

جب مانی، ابن دیصان اور مرقیون کی کتابیں عبداللہ ابن مقفع اور دیگر لوگوں کے ذریعہ فارسی اور پہلوی زبان سے عربی میں ترجمہ ہوئیں اوراسی طرح اسی زمانے میں ابن ابی العوجاء، حماد

عجرد، یحییٰ بن زیاد اور مطیع بن ایاس کے ہاتھوں مذہب مانی، دیصانیہ اور مرقونیہ کی تائید میں کتابیں تالیف کی گئیں تو ان سرگرمیوں کے نتیجہ میں اس کی حکومت کے زمانے میں مانی کے طرفداروں میں اضافہ ہوا اور ان کے عقائد ونظریات کھل کر سامنے آ گئے۔ اس لئے اس نے بھی ان لوگوں کو اور دیگر دین مخالف عناصر کو قتل کرنے میں انتہائی سنجیدہ کوشش کی۔ [۲۰]

اگلی فصلوں میں ہم ان میں سے چند افراد کا ذکر کریں گے۔

مانویوں کے چند نمونے

لعلّی اصادف فی باقی ایامی
زماناً اصیب دلیلا علی هدیٰ
شائد ہم مستقبل میں حقیقت اور ہدایت کا راستہ
پا جائیں گے۔

عبداللہ ابن المقفع

۱۔ عبداللہ بن مقفع
۲۔ ابن ابی العوجا
۳۔ مطیع بن ایاس
۴۔ سیف بن عمر

چوں کہ علم رجال کے علماء نے سیف پر زندیقی ہونے کا الزام لگایا ہے، لہٰذا ہم اس فصل میں بعض ایسے افراد کا جائزہ لیں گے جن پر اسلام میں زندیقی ہونے کا الزام لگایا گیا ہے تا کہ سیف کے

ساتھ ان کی ہماہنگ سرگرمی کا پتا چلے۔

ا۔عبداللہ بن مقفع

عبداللہ بن مقفع (۱۰۶ھ ـــ ۱۴۲ھ)[۲۱] عبداللہ بن مقفع عباسی خلیفہ منصور کا ہم عصر تھا اس نے ارسطا طالیس وغیرہ کی کتابیں، جو منطق میں تھیں منصور کے لئے عربی میں ترجمہ کیں۔عبداللہ اسلام میں پہلا شخص تھا جس نے ارسطو کی کتابوں کے ترجمہ کا کام شروع کیا۔اس کے علاوہ اس نے کتاب ''کلیلہ ودمنہ'' اور دوسری کتابوں کا فارسی سے عربی میں ترجمہ کیا ہے اس نے ''الادب الصغیر'' و ''الادب الکبیر'' اور والیتیمہ'' جیسے فصیح وبلیغ رسالہ بھی تحریر کئے ہیں۔

عبداللہ پر زندیق ہونے کا الزام لگایا گیا،عباسی خلیفہ مھدی کہتا تھا:

''میں نے زندیقیوں کی کوئی ایسی کتاب نہیں دیکھی جو عبداللہ مقفع کی خبر نہ دیتی ہو''

عبداللہ کے بارے میں ایسی باتیں کہی گئی ہیں لیکن ہم نے جو کچھ کتاب ''کلیلہ ودمنہ'' میں برزویہ طبیب کے باب میں مشاہدہ کیا اس کے علاوہ کوئی ایسی چیز نہ پائی جو عبداللہ کے زندیقی ہونے پر دلالت کرتی ہو محققین کا یہ نظریہ ہے کہ اس کتاب (کلیلہ ودمنہ) کے برزویہ طبیب کے باب کا خود ابن مقفع کے ہوتھوں برزویہ طبیب کی زبانی لکھا گیا ہے۔برزویہ طبیب کے باب میں اس طرح آیا ہے:

> ''میں نے دیکھا کہ لوگوں کے نظریات مختلف ہیں ،اوران کی خواہشات متناقض ہیں،ایک طائفہ دوسرے پر حملہ کرتا ہے اوراسے دشمن جانتا ہے عیب نکالتا ہے اس کی بات کی مخالفت کرتا ہے۔اوردوسرا طائفہ بھی اس کے ساتھ یہی برتاؤ کرتا ہے۔جب میں نے ایسا دیکھا تو سمجھ لیا کہ ان لوگوں کے ساتھ ہمسفر نہیں ہوسکتا....''
>
> پھر کہتا ہے'' پھر میں ادیان کی طرف پلٹ گیا،اورعدل وانصاف کوان میں تلاش

کرنے لگا، جس کسی کے پیچھے دوڑا اسے اپنے سوال کے جواب میں بے بس پایا، یا ان کے جواب کو عقل وشعور کے مطابق نہیں پایا تا کہ میری عقل ان کی پیروی کرنے پر مجبور ہوتی۔ سوچنے لگا کہ اپنے اسلاف کے دین پر باقی رہوں، دل نے تائید نہ کی اور اس بات کی اجازت نہ دی کہ اپنی عمر کو ادیان کی جستجو میں صرف کروں۔ دوسری طرف میں نے دیکھا کہ موت نزدیک ہے انتہائی فکر و پریشانی میں پڑا، چوں کہ تردید اور تذبذب کی وجہ سے خوف و ہراس سے دوچار تھا، سوچا کہ بہتر یہ ہے کہ کراہت سے اجتناب کروں اور اسی چیز پر اکتفا کروں جس کی دل گواہی دے کہ یہ تمام ادیان کے مطابق ہے، لہٰذا کسی کو مارنے اور ضرب لگانے سے ہاتھ کھینچ لیا...''

اس کے بعد کہتا ہے: میں نے قبول کیا کہ کسی پر ظلم نہ کروں گا، بعثت انبیاء، قیامت اور ثواب وعذاب کا انکار نہ کروں گا اور بدکرداروں سے دوری اختیار کروں گا...''

اس کے بعد کہتا ہے: اس حالت میں میرے دل نے آرام وسکون کا احساس کیا اور حتی المقدور اپنے حال و مال میں اصلاح کی کوشش کی، اس امید سے کہ شائد اپنی عمر کے باقی دنوں میں ایک فرصت ملے اور راہ کی راہنمائی، قوت نفس اور کام میں ثبات حاصل ہو جائے میں اسی حالت پر باقی رہا اور بہت سی کتابوں کا ترجمہ کیا۔

مذکورہ نمونہ سے ابن مقفع کا طرز تفکر ہمارے اوپر واضح ہو جاتا ہے دین میں شک، بظاہر دین زردشت سے اسلام کی طرف مائل ہونے کے باوجود ادیان میں سے کسی ایک کو قبول کرنے میں تردید، اس کے بعد ادیان میں سے اس حصہ کو قبول کرنا جو تمام ادیان میں مشترک اور مورد تصدیق ہو، جیسے آدم کشی سے پرہیز کسی کو اذیت وآزار دینے سے اجتناب اور بہت سی کتابوں کا ترجمہ کرنا اور یہ بذات خود ان چیزوں کے صحیح ہونے کا ثبوت ہے جو زندیقیوں کی کتابوں کی نقل کے مطابق اس کی طرف نسبت دی گئی ہے، اور شائد سرانجام یہی تذبذب اور پریشانی اس کے لئے زندیقیوں کا دین

قبول کرنے کا سبب بنی ہو، تا کہ فلسفہ تکوین سے اپنے ہر سوال کا جواب حاصل کر سکے، چاہے دنیا سے روگردانی اور امور کے بارے میں جانکاری بصورت توہمات ہی کیوں نہ حاصل ہو۔

یہ سب چیزیں عبداللہ کی فطرت ومزاج سے پوری طرح مربوط ہیں کہ وہ کہتا ہے:

''شائد زندگی کے باقی دنوں میں کوئی اسی فرصت ہاتھ آئے اور مجھے ایک رہبر ملے''

۲۔ابن ابی العوجا

عبدالکریم ابن ابی العوجا، معن بن زائدہ شیبانی (الف) کا ماموں تھا یہ بصرہ کا ضعیف الاعتقاد ترین فرد اور زندیقی تھا [۲۲] حدیث، تاریخ اور دینی مناظروں کی بہت ساری کتابوں میں اس کا ذکر آیا ہے من جملہ مجلسی کی بحارالانوار میں اس کے بارے میں یوں لکھا گیا ہے: [۲۳]

''ابن ابی العوجاء حسن بصری کے شاگردوں میں سے تھا۔ اس نے توحید اور اسلام کی یگانہ بت پرستی سے منہ موڑ لیا تھا اعمال حج کا منکر اور اسے بے اعتقادی کی نگاہ سے دیکھنے کے باوجود مکہ گیا۔ چوں کہ وہ بدفطرت اور گستاخ تھا اس لئے علماء میں سے کوئی بھی اس کے ساتھ ہم نشینی اور گفتگو کرنا پسند نہیں کرتا تھا ایک دن اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ حضرت ابوعبداللہ جعفر ابن محمد الصادقؑ کی خدمت میں پہنچا اور بات کرنے کی اجازت چاہی، لیکن اس شرط کے ساتھ کہ امان میں ہو حضرتؑ نے اسے اجازت دے دی۔ ابن ابی العوجاء نے مراسم حج کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: کب تک اس خرمن کو اپنے پیروں سے کوٹتے رہیں گے، اس پتھر سے پناہ حاصل کرتے رہیں گے، اس بلند و محکم گھر کی پوجا کرتے رہیں گے اور رم خوردہ اونٹ کی طرح اس کے گرد گھومتے رہیں گے؟ جب کہ کسی صاحب نظر عقلمند نے یہ عمل مقرر نہیں

الف)۔ کتاب جمھرۃ انساب العرب ص/۳۱۶ میں آیا ہے کہ وہ بنی عمرو بن ثعلبہ بن عامر بکری کے قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا۔

کیا ہے، چوں کہ آپ کے باپ اس کام کے بانی تھے اور آپ اس کے اسرار سے واقف ہیں لہٰذا جواب دیں"

حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: "بیشک جسے خدا اس کی اپنی گمراہی پر چھوڑ دیتا ہے اور اس کی عقل کی آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں وہ حق کو ناپسند اور بری نظر سے دیکھتا ہے۔ شیطان اس پر غالب آ کر اسے ہلاکت و نابودی کے گڑھے میں ایسے پھینک دیتا ہے کہ اس سے بچ نکلنے کا کوئی راستہ باقی نہیں رہتا یہ وہ گھر ہے جس سے خدائے تعالیٰ اپنے بندوں کا امتحان لیتا ہے تا کہ مناسک حج انجام دینے سے ان کی اطاعت و فرمانبرداری معلوم ہو جائے اسی لئے انھیں حکم دیا گیا ہے کہ اسکی تکریم و تعظیم کریں اور اس کے دیدار کے لئے آئیں۔ خدا نے اس جگہ کو پیغمبروں کا مرکز اور نماز گزاروں کا قبلہ قرار دیا ہے اور یہ کام خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کا ایک حصہ ہے اور یہ وہ راستہ ہے جو اس کی بخشش و عنایتوں پر منتہی ہوتا ہے اور بیشک خدائے تعالیٰ اس کا سزاوار ہے کہ اس کے فرمان کی اطاعت کی جائے"

ابن ابی العوجاء نے کہا: آپ نے اپنی بات میں خدا کا نام لے کر غائب کا حوالہ دیا!

حضرت علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: "افسوس ہو تم پر! جو ہمیشہ اپنی مخلوق کے ہمراہ حاضر اور شاہد اور اس کی شہ رگ سے زیادہ نزدیک ہو وہ کیسے غائب ہو سکتا ہے؟! وہ اپنے بندوں کی باتوں کو سنتا ہے ان کی حالت کو محسوس کرتا ہے اور ان کے اندرونی اسرار کو جانتا ہے"

ابن ابی العوجاء نے کہا: "اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر جگہ موجود ہے؟ پس جب وہ آسمان پر ہے تو زمین پر کیسے موجود ہو سکتا ہے؟ اور جب زمین پر ہو تو آسمان پر کیسے ہو سکتا ہے؟!

حضرتؑ نے فرمایا: ''تم نے اپنے بیان کردہ وصف سے ایک مخلوق کی بات کی ہے کہ جب وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ پر منتقل ہوجاتا ہے تو اس کی پہلی جگہ خالی ہوجاتی ہے اور دوسری جگہ اس سے پُر ہوجاتی ہے۔ اس وقت وہ نہیں جانتا کہ جس جگہ سے وہ اٹھا تھا وہاں پر اس کے اٹھنے کے بعد کیا گزرا۔ لیکن، عادل اور جزا دینے والے خدا سے کوئی جگہ خالی نہیں ہے اور وہ کسی فضا یا جگہ کو پُر نہیں کرتا اور مکان کے لحاظ سے نزدیکی اور دوری اس کے لئے مصداق و معنی نہیں رکھتی''

اس کے علاوہ بیان کیا گیا ہے کہ ابن ابی العوجا نے، آتش جہنم میں گرفتار لوگوں کے بارے میں خدا کے اس فرمان: ''اگر ان کی کھال جل جائے تو ہم ان پر دوسری کھال چڑھا دیں گے تاکہ وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں۔'' کے بارے میں سوال کیا کہ: ''دوسری کھال کا کیا قصور ہے؟'' (الف)

حضرتؑ نے فرمایا: ''افسوس ہو تم پر! دوسری کھال وہی پہلی کھال ہے، جب کہ وہ پہلی کھال نہیں بھی ہے۔''

ابن ابی العوجا نے کہا: ''ایک دنیوی مثال سے سمجھایئے تاکہ مطلب سمجھنا آسان ہوجائے''

حضرتؑ نے فرمایا: ''کوئی حرج نہیں، جب کوئی شخص کسی کچی اینٹ کو توڑ کر اس کی مٹی کو دوبارہ قالب میں ڈال کر پھر اس سے اینٹ بناتا ہے، تو یہ دوسری اینٹ وہی پہلی اینٹ ہے جب کہ پہلی اینٹ بھی نہیں ہے۔'' [۲۴]

یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ دوسرے سال ابن ابی العوجاء نے مسجد الحرام میں حضرت

الف)۔ وَكُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُوداً غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ (نساء/ ۵۶)

امام صادق علیہ السلام سے ملاقات کی ۔حضرتؑ نے اس سے پوچھا:''کون سی چیز تمھارے یہاں آنے کا سبب بنی ہے؟''

اس نے جواب میں کہا:''عادت اور ہم وطنوں کی پیروی،تا کہ لوگوں کی دیوانگی،سر منڈوانے اور پتھر مارنے سے عبرت حاصل کروں''۔

حضرتؑ نے فرمایا:''کیا ابھی تک گمراہی اور بغاوت پر باقی ہو؟!''

ابن ابی العوجا امامؑ سے کچھ کہنے کے لئے آگے بڑھا،حضرتؑ نے اپنی ردا کو اس کے ہاتھ سے کھینچتے ہوئے فرمایا:''لَاجِدَالَ فِي الْحَجِّ ''(الف)(حج میں جھگڑا ممنوع ہے)۔

اس کے بعد فرمایا:''اگر وہ بات صحیح ہو جو تم کہتے ہو جب کہ ہرگز ایسا نہیں ہے تو ہم دونوں آخرت میں یکساں ہوں گے۔لیکن اگر وہ صحیح ہو جو ہم کہتے ہیں جب کہ بیشک یہی صحیح ہے تو ہم آخرت میں کامیاب ہوں گے اور تم ہلاک و نابود ہو گے''۔ ۴۵

ایک اور روایت میں یوں آیا ہے:ایک دفعہ ابن ابی العوجا اور اس کے تین ساتھیوں نے مکہ میں آپس میں ایک منصوبہ بنایا کہ قرآن مجید کی مخالفت کریں۔ہر ایک نے قرآن مجید کے ایک حصہ کی ذمہ داری لے لی کہ اس کے مثل عبارت بنائیں گے۔

دوسرے سال چاروں آدمی مقام ابراہیم کے پاس جمع ہوئے۔ان میں سے ایک نے کہا کہ''جب میں قرآن مجید کی اس آیت پر پہنچا،جہاں کہا گیا ہے:يٰـٓا أَرْضُ ابْـلَعِي مٰائَكِ وَيٰا سَمٰاءُ أَقْلِعِي وَغِيضَ الْمٰاءُ وَقَضَى الْاَمْرُ (ب)''اے زمین اپنے پانی کو نگل لے اور اے آسمان اپنے پانی کو روک لے اور پانی زمین میں

الف)۔بقرہ/۱۹۷

ب)۔ہود/۴۴

جذب ہو گیا اور خدا کا حکم انجام پا گیا'' تو میں نے دیکھا کہ یہ ایسا کلام نہیں ہے جس سے مقابلہ کیا جا سکے، لہٰذا میں نے قرآن سے مقابلہ کرنے کا ارادہ ترک کر دیا''

دوسرے نے کہا: جب میں اس آیت پر پہنچا: ''فَلَمَّا اسْتَيْئَسُوا مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا'' (الف) ''پس جب وہ لوگ اس سے مایوس ہو گئے تو اسے چھوڑ کر چلے گئے'' تو میں قرآن سے مقابلہ کرنے سے ناامید ہوا۔

وہ یہ باتیں اسرار کے طور پر چپکے چپکے ایک دوسرے سے کر رہے تھے کہ اسی اثناء میں حضرت امام صادق علیہ السلام نے ان کے نزدیک سے گزرتے ہوئے قرآن مجید کی درج ذیل آیت کی تلاوت فرمائی:

''قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ ''(ب)'' آپ کہہ دیجئے کہ اگر انسان اور جنات سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کا مثل لے آئیں تو بھی نہیں لا سکتے''

انہوں نے سر اٹھا کے حضرت کو دیکھا اور قرآن مجید کی آیت میں حضرت کی زبانی اپنے اسرار فاش ہوتے دیکھ کر انتہائی تعجب و حیرت میں پڑ گئے۔ ۲۶

مفضل بن عمر کہتا ہے: ''میں نے مسجد النبیؐ میں ایک شخص کو ابن ابی العوجا سے یہ کہتے ہوئے سنا: ''عقلمندوں نے محمدؐ کی اطاعت کرتے ہوئے ان کی دعوت قبول کی، اور اذان میں ان کا نام خدا کے نام کے ساتھ قرار پایا ہے''۔ ابن ابی العوجاء نے جواب میں کہا: ''محمدؐ کے بارے میں بات کو مختصر کرو، میری عقل ان کے بارے میں پریشان ہے۔ اور ایسی کسی اصل کو بیان کرو جسے محمدؐ لائے ہوں'' ۲۷

الف)۔ یوسف/۸۰

ب)۔ بنی اسرائیل/۸۸

ابن ابی العوجاء کی گفتگو اور مناظروں کے یہ چند نمونے تھے۔

اس کی زندگی کے حالات کے بارے میں کتاب ''لسان المیزان'' میں آیا ہے: ۲۸

''وہ بصرہ کا رہنے والا تھا۔ دوگانہ پرستی کے عقیدہ سے دوچار ہوا۔ بوڑھوں اور جوانوں کو دھوکہ دے کر گمراہ کرتا تھا۔ اس لئے عمرو بن عبید نے اسے دھمکایا وہ ان دھمکیوں کی وجہ سے کوفہ کی طرف بھاگ گیا۔ کوفہ کے گورنر محمد سلیمان نے اسے پکڑ کر قتل کر ڈالا اور اس کے جسد کو سولی پر لٹکا دیا''۔

اس کی گرفتاری اور قتل کے واقعہ کو طبری نے ۱۵۵ ہجری کے حوادث کے طور پر یوں بیان کیا ہے:

''کوفہ کے گورنر محمد بن سلیمان نے عبد الکریم بن ابی العوجاء کو زندیقی ہونے کے الزام میں گرفتار کر کے زندان میں ڈال دیا۔ بہت سے لوگوں نے منصور کے پاس جا کر اس کی شفاعت کی، جس نے بھی اس سلسلے میں کوئی قدم اٹھایا اور بات کی وہ خود زندیقی ہونے کا ملزم ٹھہرا۔ منصور نے مجبور ہو کر کوفہ کے گورنر کو لکھا کہ خلیفہ کا قطعی حکم صادر ہونے تک ابن ابی العوجاء کے ساتھ کچھ نہ کرے اور اس کے معاملہ میں دخل نہ دے، ایسا لگتا ہے کہ ابن ابی العوجاء اپنے طرفداروں کے اقدامات سے باخبر تھا لہٰذا اس نے خلیفہ کے خط کے پہنچنے سے پہلے گورنر سے تین دن کی مہلت مانگی اور ایک لاکھ دینار بطور رشوت دینے کا وعدہ بھی کیا۔ جب یہ درخواست اور تجویز گورنر کو ملی تو اس نے خلیفہ کا خط پہنچنے سے پہلے ہی اس کے قتل کا حکم دے دیا جب ابن ابی العوجاء کو اپنی موت کے بارے میں یقین ہو گیا تو اس نے کہا: خدا کی قسم تم مجھے قتل کر رہے ہو لیکن جان لو کہ میں نے چار ہزار احادیث جعل کی ہیں اور انھیں تمھارے درمیان منتشر کر دیا ہے اور ان کے ذریعہ حلال کو حرام، اور حرام کو حلال کر دیا ہے۔ خدا کی قسم

میں نے تم لوگوں کو مجبور کر دیا ہے کہ جس دن روزہ رکھتے تھے افطار کرو اور جس دن افطار کرتے تھے روزہ رکھو''۲۹؎

کاش! مجھے معلوم ہوتا کہ جن احادیث کو اس زندیق نے جعل کیا ہے، کون سی احادیث ہیں، ان کی روئیداد کیا ہے اور وہ کن کتابوں میں درج کی گئی ہیں۔ اگر اس زندیق نے اپنی زندگی سے ناامید ہوتے وقت اعتراف کیا ہے، کہ اس نے چار ہزار احادیث جعل کی ہیں جن کے ذریعہ اس نے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کیا ہے، تو دیگر غیر معروف زندیقیوں کے ذریعہ جعل اور مکتب خلفاء کی مورد اعتماد کتابوں میں درج ہونے والی احادیث کی تعداد کتنی ہوگی؟

۳۔ مطیع ابن ایاس

ابوسلمی مطیع ابن ایاس (الف) اموی اور عباسی دور کے شعراء میں سے تھا۔ وہ کوفہ میں پیدا ہوا تھا اور وہیں پرورش پائی تھی۔ مطیع ایک ظریف طبع، بدفطرت اور بے حیا شاعر تھا۔ وہ اپنے اشعار میں اپنے باپ کو بے حیائی کے ساتھ برا بھلا کہہ کر اس کا مضحکہ اڑاتا تھا، اس لئے اس کے باپ نے اسے ملعون اور عاق کر دیا تھا۔۳۰؎

مطیع نے اپنی شہرت کے آغاز میں اموی خلیفہ عمر ابن یزید ابن عبدالملک کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی مدح سرائی کی اور اپنے آپ کو اس کے ہاں معزز بنا کر دس ہزار درہم کا انعام حاصل کیا عمر نے اس کا تعارف اپنے بھائی ولید بن عبدالملک سے کرایا۔ مطیع نے ولید کے حضور اس کی مدح میں تین شعر پڑھ کر سنائے اور ولید وجد میں آ گیا اور اس کی پاداش میں اس نے مطیع کو ایک ہفتہ تک

الف)۔ اس کا باپ ابوقراعہ، ایاس بن سلمی کنانی، فلسطین کا رہنے والا تھا، عبدالملک ابن مروان نے ابوقراعہ کو چند لوگوں کے ہمراہ حجاج بن یوسف ثقفی کی مدد کے لئے کوفہ بھیجا۔ ابوقراعہ نے کوفہ میں ہی رہائش اختیار کی اور وہاں پر ام مطیع سے شادی کی (ملاحظہ ہو'' اغانی'' ج ۱۲/ص/۸۶؛ اور تاریخ بغداد تالیف خطیب ج ۳/ص/۲۲۳و۲۲۴)

اپنی مے نوشی کی محفل میں اپنا ہم نشین بنایا.اس کے بعد اس کے لئے بیت المال سے ایک دائمی وظیفہ مقرر کیا.اس طرح اموی خلافت کے دربار میں مطیع نے راہ پائی اور حکومت کے ارکان اور اہل کاروں کا ہمدم بن گیا۔

مطیع، یحییٰ بن زیاد حارثی، (الف) ابن مقفّع اور والبہ آپس میں جگری دوست تھے اور دوسرے سے جدا نہیں ہوتے تھے حتیٰ وہ ایک دوسرے کی ہر قسم کی خواہش کو پوری کرنے میں کسی قسم کی دریغ نہیں کرتے تھے۔اوران سب پر مانوی مذہب کے پیروکار اور زندیقی ہونے کا الزام تھا۔ [۳۱]

بنی امیہ کے خاتمہ اور عباسی خلافت کے آغاز میں مطیع، عبداللہ ابن معاویہ (ب) سے جاملا۔ اس وقت عبداللہ ایران کے مغربی علاقوں کا حاکم تھا، مطیع اس کا ہمدم اور ہم نشین بن گیا۔عبداللہ اور اس کی پولیس کے افسر — جو ایک دہریہ اور منکر خدا تھا — کے ساتھ مطیع کی اس ہم نشینی اور دوستی کے بہت سے قصے موجود ہیں۔

عباسیوں کی حکومت میں مطیع، پہلے منصور کے بیٹے جعفر کا ہم نشین بنا. چونکہ منصور نے اپنے بھائی مہدی کی جانشینی کے لئے لوگوں سے بیعت لے لی تھے.اس لئے جعفر اپنے باپ سے ناراض تھا.جشن بیعت کے دن بہت سے مقررین اور شعرا نے اپنے بیانات اور اشعار پڑھ کے داد سخن حاصل کی. مطیع بھی اس محفل میں حاضر تھا، اس نے بھی اس مناسبت سے شعر پڑھے، اپنے اشعار کے اختتام پر مطیع نے منصور کی طرف رخ کر کے کہا: اے امیر المومنین ! فلاں نے فلاں سے ....ہمارے لئے رسول خداؐ سے نقل کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: ''مہدی موعود، محمد ابن عبداللہ ہے کہ اس کی والدہ ہم میں نہیں ہے، وہ روی زمین کو اس طرح عدل و انصاف سے بھر دے گا، جیسے وہ ظلم و جور سے بھری

الف): کہا جاتا ہے کہ یحییٰ، عباسیوں کے پہلے خلیفہ ابوالعباس سفاح کا ماموں زاد بھائی تھا۔یحییٰ ایک بدکار اور بیہودہ شاعر تھا۔

ب): عبداللہ بن معاویہ، جعفر ابن ابیطالب کا بیٹا تھا جو اصفہان، قم، نہاوند اور ایران کے دیگر مغربی شہروں کا حاکم تھا۔وہ اور اس کی پولیس کا افسر، قیس بن عیلان، لوگوں کے ساتھ بُرا سلوک کرتے تھے (اغانی، ج ۱۲، ص ۷۵۔۸۵)

ہوگی، اور یہ آپ کا بھائی عباس بن محمد بھی اس بات کا گواہ ہے''.(الف) اس کے فوراً بعد عباس کی طرف رخ کر کے کہا: ''میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ کیا تم نے بھی یہ بات نہیں سنی ہے؟'' عباس نے منصور کے ڈر سے ہاں کہہ دی اس تقریر کے بعد منصور نے لوگوں کو حکم دیا کہ مہدی کی بیعت کریں۔ جب محفل برخواست ہوئی تو عباس نے کہا: ''دیکھا تم لوگوں نے کہ اس زندیق نے پیغمبر خداؐ پر جھوٹ اور تہمت باندھی اور صرف اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ مجھے بھی گواہی دینے پر مجبور کیا، میں نے ڈر کے مارے گواہی دیدی اور جانتا ہوں جس کسی نے میری گواہی سنی ہوگی، وہ مجھے جھوٹا سمجھے گا''۔

جب یہ خبر جعفر کو پہنچی تو وہ آگ بگولا ہوگیا جعفر ایک بے شرم اور شراب خوار شخص تھا۔۳۲

چونکہ مطیع کا زندیقی ہونا زبان زد خاص و عام تھا، اس لئے عباسی خلیفہ منصور یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کا بیٹا جعفر، مطیع کا ہمدم اور ہم نشین بنے لہٰذا ایک دن منصور نے مطیع کو اپنے پاس بلا کر اس سے کہا: کیا تم اس پر تلے ہو کہ اپنی ہم نشینی سے جعفر کو فاسد اور بدکار بناؤ اور اسے اپنے مذہب، یعنی زندیقیت کی تعلیم دو؟!''

مطیع نے جواب میں کہا: ''نہیں، خلیفہ! ایسا نہیں ہے آپ کا فرزند، جعفر اپنے زعم میں جنیوں کی بیٹی کا عاشق ہوگیا ہے۔ اس لئے اس سے شادی کرنے کے لئے اصرار کر رہا ہے اور اپنے مقصد تک پہنچنے کے لئے تعویض نویسوں اور رمالوں کو اپنے گرد جمع کر رکھا ہے اور وہ بھی اس اہم مسئلہ کے لئے سخت کوشش میں ہیں، اس حساب سے جعفر کے ذہن میں کفر و دین، مذاق و سنجیدگی جیسی چیزوں کے لئے کوئی جگہ ہی نہیں رہ گئی ہے کہ میں اسے فاسد بناؤں''

منصور چند لمحوں کے لئے سوچ میں ڈوب گیا، اس کے بعد بولا: ''اگر یہ بات سچ ہے جو تم کہہ رہے ہو تو جتنی جلد ہو سکے اس کے پاس واپس جاؤ اور اپنی ہوشیاری، نگرانی، اور ہم نشینی سے جعفر کو

ب): اس طرح مطیع نے ایک حدیث جعل کی تا کہ ثابت کرے کہ منصور عباسی کا بیٹا محمد، وہی اسلام کا مہدی موعود ہے۔

اس سے روکو''۳۳

حماد عجرد اور اس کی معشوقہ نیز یحیٰی بن زیاد اور اس کی معشوقہ کے ساتھ مطیع کی بہت سی داستانیں مشہور ہیں اس کے اکثر اشعار گانے والی عورتوں کے بارے میں ہیں۳۴ ان میں سے وہ ''جوہر'' نام کی ایک مغنیہ کے بارے میں کہتا ہے:

''نہیں! خدا کی قسم مھدی کون ہے وہ تو تیرے ہوتے ہوئے مسند خلافت پر بیٹھے؟
اگر تو چاہے تو منصور کے بیٹے کو خلافت سے اتارنا تیرے لئے آسان ہے''

جب مطیع کا یہ شعر خلیفہ عباسی مھدی کو سنایا گیا، تو اس نے ہنس کر کہا: ''خدا اس پر لعنت کرے! جتنی جلد ممکن ہو سکے ان دونوں کو آپس میں ملا دو، اس سے پہلے کہ یہ فاحشہ مجھے تخت خلافت سے اتار دے''۳۵

کتاب ''اغانی'' کے مؤلف نے مطیع کی بیہودگیوں اور بے حیائیوں کی بہت ساری داستانیں نقل کی ہیں من جملہ یہ کہ:

''ایک دفعہ یحیٰی، (الف) مطیع اور ان کے دوسرے دوست ایک جگہ جمع ہو کر مسلسل چند روز تک شراب نوشی میں مشغول رہے۔ ایک رات یحیٰی نے اپنے دوستوں سے کہا: افسوس ہو تم پر! ہم نے تین دن سے نماز نہیں پڑھی ہے اٹھو نماز پڑھیں، مطیع نے محفل میں حاضر مغنیہ سے کہا تو سامنے کھڑی ہو جا اور ہماری امامت کر، یہ عورت صرف ایک نازک باریک اور خوشبودار اندرونی لباس پہنے ہوئے تھی اور نیچے شلوار بھی نہیں پہنے تھی ان کے سامنے امامت کے لئے کھڑی ہوگئی اور جب وہ سجدے میں گئی... مطیع نے نماز کو توڑ کر بے حیائی سے بھرپور چند شعر پڑھے، جن کو سن کر سبوں نے اپنی نماز

الف)۔ یحیٰی بن زیاد حارثی منصور کا ماموں تھا اور بنی الحرث بن کعب میں سے تھا، اغانی ۱۱/ ۱۴۵۔ اور مھدی کی سفارش پر منصور نے اسے اہواز کے علاقوں کا گورنر منصوب کیا تھا۔ اغانی ۱۳/ ۸۸

توڑ دی اور ہنستے ہوئے پھر سے شراب پینے میں مشغول ہو گئے'' ۳٦

مطیع نے ایک تاجر ــــ جو کوفہ میں اس کا دوست بن گیا تھا ــــ کو فاسد اور گمراہ بنا دیا تھا۔ ایک دن یہ تاجر مطیع سے ملا اور مطیع نے اس سے کہا: اس کا دسترخوان شراب اور مختلف کھانوں سے پر اور آمادہ ہے اس کے بعد اسے دعوت دی کہ ان کی محفل میں شرکت کرے اس شرط پر کہ خدا کے فرشتوں کو برا بھلا کہے! چوں کہ اس تاجر کے دل میں تھوڑی سی دینداری موجود تھی اس لئے اس نے جواب میں کہا: خدا تم لوگوں کو اس عیش وعشرت سے محروم کرے! تم نے مجھے ذلت ورسوائی میں پھنسا دیا ہے۔ یہ کہہ کر یہ تاجر مطیع سے دور ہو گیا راستے میں حماد سے اس کی ملاقات ہوئی تاجر نے مطیع کی داستان اسے سنا دی۔ حماد نے جواب میں کہا: مطیع نے اچھا کام نہیں کیا ہے جس کا مطیع نے تجھ سے وعدہ کیا تھا میں اس سے دو برابر نعمتوں سے مالا مال دسترخوان سجا کر تجھے دعوت دیتا ہوں لیکن اس شرط پر کہ خدا کے پیغمبروں کو دشنام دو کیوں کہ فرشتوں کا کوئی قصور نہیں ہے کہ ہم انھیں دشنام دیں بلکہ یہ پیغمبر ہیں جنھوں نے ہمیں مشکل اور سخت کام پر مجبور کیا ہے! تاجر اس پر بھی برہم ہوا اور اس پر نفرین کر کے چلا گیا اور یحیٰی بن زیاد کے پاس پہنچا اس سے بھی وہی کچھ سنا جو مطیع اور حماد سے سنا تھا اس لئے تاجر نے اس پر بھی لعنت بھیجی۔

بالآخر تینوں افراد نے اس تاجر کو کسی قید وشرط کے بغیر اپنی شراب نوشی کی بزم میں کھینچ لیا سب ایک ساتھ بیٹھے۔ شراب پینے میں مشغول ہوئے۔ تاجر نے ظہر وعصر کی نماز پڑھی جب تاجر پر شراب نے پورا اثر کر لیا تو مطیع نے اس سے کہا: فرشتوں کو گالیاں دو ورنہ ہماری بزم سے چلے جاؤ تاجر نے قبول کیا اور فرشتوں کو گالیا دیں، پھر یحیٰی نے اس سے کہا: پیغمبروں کو گالیاں دو ورنہ یہاں سے چلے جاؤ اس نے اطاعت کرتے ہوئے پیغمبروں کو بھی گالیاں دیں۔ اس کے بعد اس سے کہا گیا کہ: اب تمھیں نماز بھی چھوڑنا پڑے گی ورنہ یہاں سے چلے جانا پڑے گا۔ تاجر نے جواب میں کہا: اے حرام زادو! اب میں نماز بھی نہیں پڑھوں گا اور یہاں سے بھی نہیں جاؤں گا اس کے بعد جو کچھ اس

سے کہا گیا اس نے اسے انجام دیا۔ ۳۷

ایک دن مطیع نے یحیٰ کو خط لکھا اور اسے دعوت دی کہ اس کی بزم شراب نوشی میں شرکت کرے۔ کہتے ہیں کہ اس روز عرفہ تھا وہ لوگ روز عرفہ اور شب عید صبح ہونے تک شراب پینے میں مشغول رہے، اور عید قربان کے دن مطیع نے حسب ذیل (مضمون) اشعار پڑھے:

''ہم نے عید قربان کی شب مئے نوشی میں گزاری جب کہ ہمارا ساقی یزید تھا۔ ہم نشینوں اور ہم پیالوں نے آپس میں جنسی فعل انجام دیا اور ایک دوسرے پر اکتفا کی اور... وہ ایک دوسرے کے لئے مشک وعود جیسی خوشبو تھے'' (الف)

بے شرمی اور بے حیائی کے یہ اشعار لوگوں میں منتشر ہوئے اور آخر کار سینہ بہ سینہ عباسی خلیفہ مہدی تک پہنچے، لیکن اس نے کسی قسم کا ردعمل نہیں دکھایا۔

اسی طرح اس نے درج ذیل اشعار (مضمون) کے ذریعہ عوف بن زیاد کو اپنی مئے گساری کی بزم میں دعوت دی ہے: اگر فساد و بدکاری چاہتے ہو تو ہمای بزم میں موجود ہے...'' ۳۸

ایک سال مطیع اور یحیٰ نے حج پر جانے کا ارادہ کیا اور کاروان کے ساتھ نکلے راستہ میں زرارہ کے کلیسا کے پاس پہنچے تو اپنا ساز وسامان کاروان کے ساتھ آگے بھیج دیا اور خود شراب نوشی کے لئے کلیسا میں داخل ہو گئے تاکہ دوسرے دن کاروان اور اپنے ساز وسامان سے جا ملیں گے لیکن وہ مئے نوشی میں اتنے مست ہوئے کہ ہوش آنے پر پتا چلا کہ حجاج مکہ سے واپس آرہے ہیں! اس لئے حاجیوں کی طرح اپنے سر منڈوا کر اونٹوں پر سوار ہو کر کاروان کے ہمراہ اپنے شہر کی طرف لوٹے۔

اس قضیہ سے متعلق مطیع نے یہ اشعار کہے ہیں:

''تم نے نہیں دیکھا: میں اور یحیٰ حج پر گئے، وہ حج جس کی انجام دہی بہترین تجارت

الف)۔ ہم نے مطیع سے انتہائی نفرت کے باوجود ان مطالب کا اس لئے ذکر کیا ہے کہ ان چیزوں کو واضح کئے بغیر سیف کے ماحول اور اس کی سرگرمیوں کو پوری طرح سمجھنا ممکن نہیں ہے۔

ہے ہم خیرونیکی کے لئے گھر سے نکلے، راستہ میں زرارہ کے کلیسا کی طرف سے ہمارا
گزر ہوا۔لوگ حج سے مستفید ہوکر لوٹے اور ہم گناہ و زیان سے لدے ہوئے
پلٹے''۳۹

اس کے علاوہ کتاب ''دیرہا'' تالیف الشابشتی ، میں مطیع سے مربوط چند اشعار حسب ذیل (مضمون کے)نقل کئے گئے ہیں:

''ہم اس میخانے میں پادریوں کے ہم نشین اور مئے خواروں کے رقیب تھے اور زُنار
میں بندھا ہوا آہو کا بچہ (کسی نوخیز لڑکے یا لڑکی سے متعلق استعارہ ہے)....میں نے
اس بزم کے کچھ حالات تم سے کھل کر بیان کئے اور کچھ پردے میں بیان کئے !''

کہتے ہیں کہ مطیع قوم لوط کی بیماری میں مبتلا تھا،ایک دفعہ اس کے چند رشتہ دار اس کے پاس آئے اور اسے اس ناشائستہ اور غیر انسانی حرکت پر ملامت کرتے ہوئے کہا: حیف ہو تم پر! کہ قبیلہ میں اس قدر مقام و منزلت اور ادبی میدان میں اس قدر کمال کے حامل ہونے کے باوجود خود کو اس شرمناک اور ناپاک کام میں آلودہ کر رکھا ہے؟! اس نے ان کے جواب میں کہا: تم لوگ بھی ایک بار امتحان کر کے دیکھ لو! پھر اگر تمھارا کہنا صحیح ہو تو خود اس کام سے اجتناب کر کے ثابت کرو!! انھوں نے اس سے نفرت کا اظہار کیا اس کے بعد اس سے منہ موڑتے ہوئے کہا: لعنت ہو تیرے اس کام، عذر و بہانہ اور ناپاک پیش کش پر۔(الف) ۴۰

مطیع ،بستر مرگ پر

ہادی عباسی کی خلافت کے تیسرے مہینے میں مطیع فوت ہوگیا اس کے معالج نے بستر مرگ

الف)۔مطیع کی ان بدکاریوں کے بارے میں اگر مزید تفصیلات معلوم کرنا ہو تو کتاب اغانی ۱۲/۸۵ ملاحظہ فرمائیں۔اظہار نفرت کے باوجود ہم ان مطالب کا اس لئے ذکر کرتے ہیں کہ اس قسم کی بدکاریوں سے پردہ اٹھائے بغیر سیف کے زمانہ اور حالات کا ادراک کرنا ممکن نہیں ہے۔

پر اس سے سوال کیا کہ تمھیں کس چیز کی آرزو ہے؟ اس نے جواب میں کہا: چاہتا ہوں کہ نہ مروں۔[۴۱]

مطیع کے پسماندگان میں ایک بیٹی باقی تھی۔ چند زندیقیوں کے ہمراہ اسے ہارون رشید کے پاس لایا گیا، اس نے زندیقیوں کی کتاب پڑھ کر اس کا اعتراف کرتے ہوئے کہا: یہی وہ دین ہے جس کی مجھے میرے باپ نے تعلیم دی ہے اور میں نے اس سے منھ موڑ لیا ہے۔ اس کی توبہ قبول کر لی گئی اور اسے گھر بھیج دیا گیا۔[۴۲]

یہ شاعر اس قدر بے شرمی، بے حیائی اور بدکاری کے باوجود اموی اور عباسی خلفاء اور ان کے جانشینوں کے مصاحبین اور ہم نشینوں میں شمار ہوتا تھا! خطیب بغدادی اس کی زندگی کے حالات کے بارے میں لکھتا ہے: مطیع خلیفۂ عباسی منصور اور اس کے بعد مھدی کے مصاحبین میں سے تھا۔[۴۳]

کتاب اغانی میں درج ہے کہ مھدی، مطیع سے اس بات پر بہت راضی اور شکر گزار تھا کہ اس زمانے کے تمام خطیبوں اور شعراء میں وہ تنہا شخص تھا جس نے اس کے بھائی منصور کے سامنے ایک جھوٹی اور جعلی حدیث بیان کرتے ہوئے کہا تھا کہ یہ مھدی وہی مھدی موعود ہے۔

اس کے علاوہ لکھا گیا ہے کہ منصور کی پولیس کے افسر نے اسے رپورٹ دی کہ مطیع پر زندیقی ہونے کا الزام ہے اور خلیفہ کے بیٹے جعفر اور خاندان خلافت کے چند دیگر افراد کے ساتھ اس کی رفت و آمد ہے اور بعید نہیں ہے کہ وہ انھیں گمراہ کر دے۔ منصور کے ولی عہد مھدی نے خلیفہ کے پاس مطیع کی شفاعت کی اور کہا: وہ زندیقی نہیں ہے بلکہ بدکردار ہے، منصور نے کہا: پس اسے بلا کر حکم دو کہ ان ناشائستہ حرکتوں اور بدکاریوں سے باز آجائے۔

جب مطیع مھدی کے پاس حاضر ہوا، مھدی نے اس سے کہا: اگر میں نہ ہوتا اور تمھارے حق میں گواہی نہ دیتا کہ تم زندیقی نہیں ہو تو تمھاری گردن جلاد کی تلوار کے نیچے ہوتی... اس جلسہ کے اختتام پر مھدی کے حکم سے انعام کے طور پر سونے کے دوسو دینار مطیع کو دئے گئے۔ اس کے علاوہ مھدی نے بصرہ کے گورنر کو لکھا کہ مطیع کو کسی عہدہ پر مقرر کرے گورنر نے بصرہ کے زکوٰۃ کے مسئول کو برطرف

کر کے اس جگہ پر مطیع کو مامور کیا۔۴۴؎

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ کسی کام یا کسی چیز کے سلسلے میں مھدی مطیع سے ناراض ہوا اور اس کی سرزنش کی۔ مطیع نے جواب میں کہا: جو کچھ میرے بارے میں تمھیں معلوم ہوا ہے اگر وہ صحیح ہو تو میرا عذر، میری مدد نہیں کرے گا اور اگر جھوٹ اور حقیقت کے خلاف ہو تو یہ بیہودہ گوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی یہ بات مھدی کے ذوق کو بہت پسند آئی اور اس نے کہا: اس طرز سے بات کرنے پر میں نے تجھے بخش دیا اور تیرے اسرار کو فاش نہیں کروں گا۔۴۵؎

زندیقیوں کے مطابق ضبط نفس اور ترک دنیا اور مطیع کی بے شرمی اور بے حیائی پر مبنی رفتار و کردار کے درمیان کسی قسم کا تضاد نہیں ہے، بلکہ مطیع کو عصر منصور کے مانویوں کے فرقۂ مقلاصیان سے جاننا مناسب اور بجا ہوگا، کہ ابن ندیم اس فرقہ کے حالات کے بارے میں لکھتا ہے: وہ اس مذہب کے پیروؤں اور دین مانی کی طرف تازہ مائل ہونے والوں کو اس بات کی اجازت دیتے تھے کہ ہر وہ کام انجام دیں جس کی مذہب ہرگز اجازت نہیں دیتا اور اسی گروہ کے لوگ سرمایہ داروں اور حکام وقت کے ساتھ رابطہ رکھتے تھے۔۴۶؎

شائد مطیع زندیق اور اس جیسے دیگر بے شرم و بے حیا افراد مانی کی مقرر کردہ شریعت کی حد سے تجاوز کر گئے ہوں، کیوں کہ اس نے معین کیا ہے کہ: جو بھی مانی کے دین میں آنا چاہتا ہو، اسے شہوت، گوشت، شراب اور ازدواج سے پرہیز کر کے اپنے آپ کو آزمانا چاہئے... اگر اس دین کو قبول کرنے کے اس امتحان میں پاس ہو سکا تو ٹھیک، ورنہ اگر صرف مانی کے دین کو پسند کرتا ہو اور تمام مذکورہ چیزوں کو ترک نہ کر سکے، تو مانی کی مقرر کردہ عبادت کی طرف مائل ہو اور صدیقین سے محبت کر کے مانی کے دین میں داخل ہونے کی آمادگی کا موقع اپنے لئے محفوظ رکھ سکتا ہے۔۴۷؎

شائد یہ لوگ، مانی کی طرف سے دی گئی اس دینی اجازت یا چھوٹ کی حد سے گزر کر انسانیت سے گر گئے اور بے شرمی و بے حیائی کے گڑھے میں جا گرے ہیں۔

مطیع کی زندگی کے حالات پر تحقیق ومطالعہ کے دوران ایک ایسی بات ہمارے سامنے آئی جواس کے زندیقی ہونے کی سب سے واضح دلیل ہےاوروہ داستان حسب ذیل ہے:

''مطیع کے پسماندگان میں صرف ایک بیٹی بچی تھی ۔اسے چند زندیقیوں کے ہمراہ ہارون رشید کے پاس لایا گیا۔مطیع کی بیٹی نے زندیقیوں کی کتاب پڑھ کر اپنے زندیقہ ہونے کا اعتراف کیا اور کہا: یہ وہی دین ہے جس کی مجھے میرے باپ نے تعلیم دی ہے''

خلاصہ

مذکورہ بالا تین افراد اور ان کی رفتاروکردار ،زندیقیوں اور مانی کے پیروں کانمونہ تھا، جو سیف بن عمر کے زمانے میں مانویوں کی سرگرمیوں اوران کے پھلنے پھولنے کا بہترین نقشہ پیش کرتا ہے۔

ان میں کا پہلا شخص (عبداللہ بن مقفع)مانویوں کی کتابوں کا ترجمہ کرکے مسلمانوں میں شائع کرتا ہے۔

دوسرا آدمی (ابن ابی العوجاء) جومستعد اور تیز طرار ہے. ہر جگہ حاضر نظر آتا ہے،کبھی مکہ میں امام جعفر صادقؑ کے ساتھ فلسفہ حج پر مناظرہ کرتا ہوا اور حاجیوں کے عقل وشعور پر مذاق اڑاتا نظر آتا ہےاورکبھی مدینہ منورہ میں مسجد النبی میں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خدا کی توہین کرتا ہوانظر آتا ہے اور کبھی بصرہ میں نوجوانوں کے پیچھے پڑجاتا ہے تاکہ انھیں گمراہ کرے ۔اس طرح وہ ہر جگہ مسلمانوں کے عقائد کوخراب کرنے اورتفرقہ اندازی اوران کے افکار میں شک وشبہہ پیدا کرنے کی انتھک کوششوں میں مصروف دیکھائی دیتا ہے۔

تیسرا شخص (مطیع بن ایاس)انتہائی کوشش کرتا ہے کہ لاابالی ،بےشرمی وبے حیائی ،فسق و

فجور اور بدکاری کو اسلامی معاشرہ میں پھیلا کر لوگوں کو تمام اخلاقی وانسانی قوانین پائمال کرنے کی ترغیب دے۔ان تمام حیوانی صفات کے باوجود عباسی خلیفہ مہدی اس بدکردار کی صرف اس لئے ستائش،حمایت اور مدد کرتا ہے کہ اس نے اس کی بیعت کے سلسلے میں ایک حدیث جعل کی تھی۔

اس نے اور اس کے دیگر دوساتھیوں نے علم وآگاہی کے ساتھ مسلمانوں کے اجتماعی نظام کی بنیادوں میں جان بوجھ کر دراڑ اور تزلزل پیدا کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔بالآخر وہ بصرہ میں اپنے لئے قافیہ تنگ ہوتے دیکھ کر کوفہ کی طرف بھاگ جاتا ہے اور وہاں پر بھی بدکرداریوں کے وجہ سے گرفتار ہوکر زندان میں ڈال دیا جاتا ہے اور اس کے بعد سزائے موت سے دوچار ہوتا ہے۔

ان حالات میں وہ تمام لوگ جو اس کی شفاعت کے لئے دوڑ دھوپ کرتے ہیں زندیقی عقیدہ رکھنے کے متہم تھے اور انہوں نے خلیفہ کو مجبور کیا تاکہ وہ کوفہ کے گورنر کے نام اس کو قتل کرنے سے ہاتھ روکنے کا حکم جاری کرے،اور خلیفہ نے مجبور ہوکر ایسا ہی کیا۔لیکن خلیفہ کے اس حکم کے بصرہ پہنچنے سے پہلے ہی اسے کیفر کردار تک پہنچادیا جاتا ہے۔جب وہ اپنے سر پر موت کی تلوار منڈلاتے ہوئے دیکھتا ہے اور اسے یقین ہو جاتا ہے کہ اب مرنا ہی ہے تو اس وقت اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ اس نے چار ہزار ایسی احادیث جعل کی ہیں جن کے ذریعہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر کے رکھدیا ہے اور اس طرح لوگوں کو روزہ رکھنے کے دن افطار کرنے اور افطار کرنے کے دن روزہ رکھنے پر مجبور کردیا ہے

۴۔سیف بن عمر سب سے خطرناک زندیق

حدیث جعل کرنے والے زندیقیوں کی تعداد صرف اتنی ہی نہیں ہے،جن کا ہم نے ذکر کیا بلکہ جو زندیقی اس کام میں سرگرم عمل تھے،وہ ان سے کہیں زیادہ ہیں۔ابن جوزی اپنی کتاب ''الموضوعات''میں لکھتا ہے:

''زندیق دین اسلام کو خراب اور مسخ کرنے کے در پے تھے اور کوشش میں تھے کہ خدا کے بندوں کے دلوں مین شک و شبہہ پیدا کریں ۔لہٰذا انہوں نے دین کو اپنے ہاتھوں کا کھلونا بنالیا تھا۔''

اس کے بعد ابن ابی العوجا کی داستان بیان کرتے ہوے آخر میں عباسی خلیفہ مہدی کی زبانی یوں نقل کرتا ہے کہ:

''ایک زندیق نے میرے سامنے اعتراف کیا کہ اس نے چار ہزار احادیث جعل کی ہیں جو لوگوں میں ہاتھوں ہاتھ پھیل گئی ہیں۔''

ان ہی زندیقیوں میں سے ایک ،شیخ کی کتاب کو اٹھا کے چوری چھپے اس میں موجود احادیث میں تصرف کر کے قلمی خیانت کرتا تھا۔شیخ ان تصرف شدہ احادیث کو۔اس خیال سے کہ صحیح اور درست ہیں شاگردوں میں بیان کرتا تھا۔اس کے علاوہ حماد ابن زید سے بھی روایت ہے کہ: زندیقیوں نے چار ہزار احادیث جعل کی ہیں۔

یہ قلمی خیانت سرکاری اور دربار خلافت کی مورد اعتبار کتابوں میں انجام پائی ہے۔ہم آج تک نہیں جانتے کہ یہ احادیث کیا تھیں اور ان کا کیا ہوا یہ دربار خلافت کی سرکاری کتابوں میں جو قلمی خیانت ہوئی ہے وہ کس قسم کی ہے !!!البتہ سیف جس پر زندیق ہونے کا الزام تھا صرف اس کے بارے میں معلوم ہو سکا کہ اس نے بھی ہزاروں احادیث جعل کی ہیں،ان پر کسی حد تک دست رس ہونے کے باوجود،ہمیں یہ معلوم نہیں کہ ان کی کل تعداد کتنی ہے جب کہ سیکڑوں برس سے یہ احادیث تاریخ اسلام کے مؤثق مصادر و ماخذ کا حصہ شمار ہوتی آئی ہیں۔

سیف نے ان احادیث کو جعل کر کے تاریخ اسلام کو اپنے راستے ۔سے منحرف کرنے اور جھوٹ کو حقیقت کے طور پر پیش کرنے میں بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔

اگر ابن ابی العوجاء نے صرف چار ہزار احادیث جعل کر کے حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنا

دیا ہے، تو سیف بھی اس سلسلے میں اس سے پیچھے نہیں ہے بلکہ اس نے ہزاروں کی تعداد میں احادیث جعل کی ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ کے مومن ترین صحابیوں کو ذلیل، کمینہ اور بے شرم و بے حیا بنا کر پیش کیا گیا ہے اور اس کے مقابلہ میں ظاہری طور پر اسلام لانے والوں اور بدترین کذابوں کا تعارف متقی، پرہیز گار اور دیندار کے طور پر کرایا گیا ہے وہ اسلام کی تاریخ میں توہمات سے بھرے افسانے درج کرنے میں کامیاب رہا ہے تاکہ ان کے ذریعہ حقائق کو الٹا پیش کر کے مسلمانوں کے عقائد اور غیر مسلموں کے افکار پر اسلام کے بارے میں منفی اثرات ڈالے۔

اسلامی عقائد کو مخدوش کرنے کے سلسلے میں سیف اپنے مذکورہ زندیقی دوستوں کے قدم بقدم چلتا نظر آتا ہے جہاں مطیع نے حدیث جعل کر کے عباسی خلیفہ مھدی کی حمایت حاصل کی، وہاں سیف نے بھی خلفاء اور وقت کے خودسر حکام کی حمایت اور پشت پناہی حاصل کرنے کے لئے ان کی تائید میں اور ان کے مخالفین کو کچلنے کے لئے احادیث جعل کیں، تاکہ ان کی حمایت و حفاظت کے تحت اپنی جھوٹی اور جعلی حدیث رائج کر سکے اور ان کے رواج کا سلسلہ آج تک جاری ہے!

سیف کے افکار و کردار پر زندقہ کا خاص اثر ہونے کے علاوہ وہ ہر ممکن طریقہ سے اسلام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے پر تلا ہوا تھا، خاندانی اور قبیلہ ای تعصّبات بھی اس کے احادیث جعل کرنے میں مؤثر تھے یہ آئندہ کے صفحات میں معلوم ہوگا کہ وہ کس قدر شدید طور پر ان خاندانی تعصّبات اور طرفداریوں کے اثر میں تھا ایک ایسے قبیلہ کا تعصب کہ خلفاء راشدین سے لے کر بنی امیہ اور بنی عباس تک تمام حکام وقت اسی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے اور سیف نے اپنی جعل کردہ روایتوں کو رواج دینے کے لئے اسی تعصب کی طاقت سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔

سیف اور اس کے ہمعصر لوگوں پر اس قبیلہ ای تعصب کے اثرات کو بخوبی جاننے کے لئے ہم اگلے صفحات میں اس موضوع پر الگ سے ایک فصل میں قدرے تفصیل سے بحث و تحقیق کرنے پر مجبور ہیں۔

یمانی اور نزاری قبیلوں کے درمیان شدید خاندانی تعصّبات

یمانی شاعر

واهـج نـزاراً و افـرجــــلد تها و اکشف
الستر عن مثالبها

اٹھو! اور نزاریوں کو دشنام دوان کی چمڑی اتار لو اور
ان کے عیب فاش کردو!

نزاری شاعر

وهتک الستــر عــن ذو ی یمـن اولا د
قحـطان غیـر ها ئبـها

اٹھو! اور یمانیوں کی آبرو لوٹ لو اور قحطان کی اولاد
سے ہرگز نہ ڈرو!

تعصب کی بنیاد اور اس کی علامتیں

یمنی، یعنی عربستان کے جنوب میں رہنے والے قبیلے، قحطان، واز داور سبا کے نام سے مشہور تھے اور جزیرہ نمائے عرب کے شمال میں آباد قبیلے، مضر، نزاد، معد اور قیس (الف) کے نام سے معروف تھے اور قریش ان ہی میں سے ایک قبیلہ تھا۔ آغاز اسلام سے اور خاص کر رسول خدا ﷺ کی مدینہ کی طرف ہجرت اور یمانی اور نزاری خاندانوں کے وہاں جمع ہونے کے بعد سے ہی ان کے افراد کے درمیان فخر و برتری کے تصادم اور ٹکراؤ نظر آتے ہیں۔

اس تاریخ سے پہلے، مدینہ میں اوس وخزرج نام کے دو قبیلے سکونت کرتے تھے۔ یہ دونوں قبیلے ثعلبہ ابن کہلان سبائی یمانی قحطانی کی نسل سے تھے۔ ان دو خاندان کے درمیان سالہا سال جنگ وجدل، قتل وغارت، خون ریزی اور برادر کشی کا سلسلہ جاری تھا اور وہ ایک لمحہ بھی ایک دوسرے کی دشمنی سے غافل نہیں رہتے تھے۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے مدینہ میں تشریف لانے کے بعد ان دونوں قبیلوں کے درمیان صلح وصفائی کرائی اور چونکہ یہ سب لوگ رسول خدا ﷺ کی حمایت اور مدد کرتے تھے، اس لئے انہوں نے انصار کا لقب پایا۔

شمالی علاقوں کے نزاری قبیلہ سے تعلق رکھنے والے کئی گروہ جو پیغمبر اکرم ﷺ کے ہمراہ مدینہ ہجرت کر کے آئے تھے وہ مہاجر کہلائے۔ اسلام نے مہاجر وانصار کو آپس میں ملایا اور پیغمبر خدا ﷺ نے بھی ان دو قبیلوں کے افراد کے درمیان عقد اخوت اور بھائی چارے کے بندھن باندھے۔

تعصب کی پہلی علامت

الف)۔ ان قبائل کے شجرۂ نسب کے بارے میں کتاب "جمھرہ نساب العرب" ۳۱۰۔۳۱۱، اور کتاب اللباب سمعانی ملاحظہ فرمائیں

دونوں قبیلے ایک مدت تک اطمینان و آرام کے ساتھ ایک دوسرے کا احترام کرتے ہوئے آپس میں زندگی بسر کررہے تھے۔ یہاں تک کہ بنی المصطلق کی جنگ پیش آئی اور اس کے ساتھ ہی نزاریوں اور یمانیوں کے درمیان خاندانی تعصّبات، خود پرستی اور خودستائی کا آغاز ہوا۔

مسئلہ یہ تھا کہ اس جنگ میں جب پانی لانے پر معین افراد، مریسیع (الف) کے پانی کے منبع پر پہنچے، تو جہجاہ بن مسعور (ب)، جو عمر کے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے تھا، پانی پر پہنچنے میں سبقت لینے کی غرض سے دھکم دھکاّ کرتے ہوئے سنان بن وبر جہنی جو قبیلہ خزرج کا طرفدار تھا سے جھگڑ پڑے اور نوبت لڑائی تک پہنچ گئی۔ جہجاہ نے چیختے پکارتے بلند آواز میں مہاجرین کے حق میں نعرے لگائے اور ان سے مدد طلب کی۔ سنان نے بھی انصار کے حق میں نعرے بلند کئے اور ان سے امداد کی درخواست کی۔ منافقین کا سردار و سرغنہ، عبداللہ بن ابی سلول خزرجی، یہ ماجرا دیکھ کر مشتعل ہوا موقع کو غنیمت جان کر وہاں پر موجود اپنے قبیلے کے چند افراد کی طرف رخ کر کے کہنے لگا: ''آخر کار انہوں نے اپنا کام کر ہی دیا وہ ہم پر دھونس بھی جماتے ہوئے ہم پر اپنے ہی وطن میں بالا دستی دکھاتے ہیں۔ خدا کی قسم! ان بے سہارا قریش کے ساتھ ہماری داستان آستین کا سانپ پالنے کے مانند ہے خدا کی قسم! اگر ہم مدینہ لوٹے تو شریف و باعزت لوگ کمینوں اور ذلیل افراد کو اپنے شہر سے باہر نکال دیں گے''۔ پھر اپنے طرفداروں کی طرف رخ کر کے کہا: ''یہ مصیبت تم لوگوں نے خود اپنے اوپر مسلط کی ہے۔ اپنے شہر کو ان کے اختیار میں دیدیا ہے اور اپنے مال و منال کو ان کے درمیان برادرانہ طور پر تقسیم کیا ہے اور اب نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے! خدا کی قسم! اگر تم اپنا مال و منال انھیں بخشنے سے گریز

الف)۔ مدینہ سے ایک دن کی مسافت پر ایک پانی کا سرچشمہ تھا جس کے گرد قبیلہ خزاعہ کے کچھ لوگ زندگی بسر کرتے تھے وہ بنی مصطلق کے نام سے مشہور تھے۔ غزوہ بنی مصطلق سنہ ۵ یا ٦ ہجری میں واقع ہوا ہے۔ کتاب ''امتاع الاسماع'' ص/۱۹۵ ملاحظہ ہو۔

ب)۔ جہجاہ قبیلہ غفار سے تھا اور اس دن عمر کے پاس بعنوان مزدور کام کر رہا تھا، اسی لئے اس نے مہاجرین سے مدد طلب کی ہے۔ جہجاہ عثمان کے قتل کے بعد فوت ہوا ہے۔ کتاب ''اسد الغابہ'' ۳۰۹/۱ ملاحظہ ہو۔

کرو گے تو یہ لوگ خود بخود تمھارے وطن سے کہیں اور جانے پر مجبور ہو جائیں گے۔

ان باتوں کے بارے میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع دی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کی گئی تا کہ عبداللہ کو قتل کر ڈالا جائے۔لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے موافقت نہیں کی بلکہ آپ ؐ نے نرمی ،مہربانی او حکمت عملی سے مسئلہ کو بخوبی حل کیا۔تدبیر کے طور پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوراً لشکر کو کوچ کرنے کا حکم دیا۔اس دن سپاہی دن رات مسلسل ومتواتر چلتے رہے۔دوسرے دن جب صبح ہوئی اور سورج چڑھا تو گرمی کی شدت بڑھنے لگی اور سپاہیوں کا گرمی سے دم گھٹنے لگا،قریب تھا کہ سب کے سب تلف ہو جائیں ۔اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رُکنے اور آرام کرنے کا حکم دیا۔سپاہی اتنے تھک چکے تھے کہ سواری سے اترتے ہی لیٹے اور بے حال ہو کر سو گئے،اس طرح کسی میں یہ ہمت ہی باقی نہ رہی تھی کہ غرور وتکبر سے بیہودہ گوئی کرے،اسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سورۂ منافقون نازل ہوا جس کی آٹھویں آیت میں فرماتا ہے:

''یَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَجَعْنَا اِلَی الْمَدِیْنَةِ لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ''(منافقون/۸)

''یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ واپس آ گئے تو ہم صاحبان عزت،ان ذلیل افراد کو نکال باہر کریں گے،حالانکہ ساری عزت اللہ ،رسول ؐ اور صاحبان ایمان کے لئے ہے''

جب جھجاہ اور انصار کے جوانوں کی داستان کو شاعر حسان بن ثابت انصاری نے سنا،تو غصہ میں آ کر مھاجرین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کنایہ اور مذاق اڑانے کے انداز میں اس (مضمون کا) شعر کہا:

''بیہودہ لوگ عزت وشرافت کے مقام پر پہنچے اور برتری پائی اور فریعہ (حسان کی ماں) کا بیٹا تنہا وبیکس رہ گیا''۔[1]

صفوان بن معطل نے جب یہ شعر سنا، تو مہاجرین میں سے ایک شخص کے پاس جا کر کہا:

''خدا کی قسم! حسان کے شعر میں میرے اور تمھارے علاوہ کسی کی طرف اشارہ نہیں تھا، وہ ہمارا دل دکھانا چاہتا تھا۔ آؤ! تا کہ اسے تلوار سے سبق دیں۔ اسے مہاجر نے اس سلسلے میں ہر قسم کے اقدام سے پرہیز کیا۔ نتیجہ کے طور پر صفوان ننگی تلوار لہراتے اور للکارتے ہوئے تنہا حسان کی طرف بڑھا اور اسے اس کی خاندان کے افراد کے درمیان حملہ کر کے زخمی کر دیا اور کہا:

''مجھ سے تلوار کا مزا چکھ، کیونکہ میں شاعر نہیں ہوں کہ تیری ہجو اور بدگوئی کا شعر میں جواب دوں''

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں پر بھی ان دونوں میں صلح وصفائی کرائی اور مسئلہ کو خیریت سے نمٹایا۔ [۲] اور اس طرح مہاجرین قریش اور یمانی انصار کے دو قبیلوں کے درمیان فخر وغرور کی بنیادوں پر ایک دوسرے پر سبقت کرنے کی پہلی لڑائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکمت عملی سے ختم ہوئی۔

تعصب کی دوسری علامت

خاندانی تعصب نے دوسری بار رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد سر اٹھایا۔ یہ ماجرا اس وقت پیش آیا جب قبیلہ اوس وخزرج کے انصار بنی سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جنازہ کو تجہیز وتکفین کے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان میں چھوڑ کر خلافت کے انتخاب میں لگ گئے۔ قبیلہ خزرج کے رئیس، سعد بن عبادہ نے انصار سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

''رسول خداؐ کے بعد حکومت خود تم لوگ اپنے ہاتھ میں لے لو''۔ انصار نے ایک زبان ہو کر بلند آواز میں کہا: ''ہم تمھاری تجویز سے اتفاق رکھتے ہیں، صحیح کہتے ہو، ہم تمھارے نظریہ اور حکم کی مخالفت نہیں کریں گے''۔

جب یہ لوگ اس سلسلہ میں صلاح ومشورہ اور تبادلہ خیال میں مصروف تھے کہ سقیفہ بنی ساعدہ

میں انصار کے جمع ہونے کی خبر بعض مہاجرین تک پہنچ گئی تو وہ فوراً انصار کے اجتماع میں پہنچے اور تقریر کرتے ہوئے کہا:

''امراء اور حکام مہاجرین میں سے ہوں اور وزراء آپ انصار میں سے''۔

انصار میں سے ایک آدمی اٹھا اور کہا:

''اے انصار کی جماعت! تم لوگ خود زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لو، تا کہ لوگ تمھارے سائے میں اور تمھاری حمایت میں آجائیں اور کوئی تم لوگوں سے مخالفت کرنے کی جرأت نہ کرے۔ اور کسی کو یہ طاقت نہ ہو کہ تمھارے حکم کے علاوہ کسی اور کی اطاعت کرے۔ تم لوگ طاقت، توانائی، لشکر اور شان وشوکت کے مالک ہو، اور طاقتور، مجاہد، باتجربہ اور محترم ہو۔ لوگ تم سے امیدیں باندھے ہوئے ہیں تا کہ دیکھ لیں کہ تم لوگ کیا کرتے ہو۔ تم لوگوں میں اختلاف پیدا نہ ہونا چاہئے، ورنہ تباہ ہو جاؤ گے اور حکومت تمھارے ہاتھوں سے چلی جائے گی۔ مہاجرین کی بات وہی ہے جو تم لوگوں نے سنی۔ اگر وہ لوگ ہمارے ساتھ اتفاق نہ کریں اور ہماری تجویز کو قبول نہ کریں گے تو ہم اپنے لوگوں میں سے ایک آدمی کو حاکم منتخب کریں گے اور وہ بھی اپنوں میں سے ایک حاکم کا انتخاب کریں۔''

اس مہاجر نے یہ تقریر سن کر کہا:

''ایک میان میں ہرگز دو تلواریں نہیں سماسکتی ہیں اور ایک شہر میں دو حاکم امن سے نہیں رہ سکتے۔ اس کے علاوہ خدا کی قسم! عرب آپ لوگوں کی ہرگز اطاعت نہیں کریں گے، چونکہ ان کا پیغمبرؐ آپ کے خاندان سے تعلق نہیں رکھتا۔''

انصاری نے اپنے ساتھیوں کی طرف رخ کر کے کہا:

''اے انصار کی جماعت! اپنے ہاتھ محکم رکھو اور مہاجرین کے ہاتھ پر ہرگز بیعت نہ

کرو اور اس شخص کی باتوں پر کان نہ دھرو، کیوں کہ اس طرح حکومت اور فرماں روائی میں تمھارا حق ضائع ہو جائے گا۔ اگر انھوں نے تم لوگوں کی تجویز قبول نہ کی تو انھیں اپنے شہر و دیار سے نکال باہر کرو اور زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لو کہ خدا کی قسم تم لوگ حکومت اور فرماں روائی کے لئے ان سے لائق و شائستہ ہو"

اس کے بعد مہاجرین کی طرف رخ کر کے کہا:

"خدا کی قسم اگر چاہو تو ہم جنگ کو از سر نو شروع کرنے پر آمادہ ہیں"

اس مہاجر نے جب انصار کی یہ باتیں سنیں تو جواب میں کہا:

"اس صورت میں خدا تجھے قتل کر دے گا!..."

اور انصاری نے فوراً جواب میں کہا: "خدا تجھے قتل کر دے گا!"

اس تلخ گفتگو کے بعد اس مرد مہاجر نے بیعت کے لئے اپنا ہاتھ ابو بکر کی طرف بڑھا دیا [۳]

اس کے بعد حضار بھی اس کی بیعت کے لئے آگے بڑھے۔ (الف)

اس طرح حکومت و ریاست کو ہاتھ میں لینے کی انصار کی کوشش ناکام رہی۔ اس واقعہ کے نتیجہ میں یہ دو قبیلے — نزاری اور یمانی — ایک دوسرے کے خلاف ہجو و بدگوئی پر اتر آئے۔ قریش میں سے ابن ابی عزہ نے اس بارے میں انصار سے مخاطب ہو کر کہا:

"غلط طریقہ سے خلافت کو ہاتھ میں لینے کی کوشش کرنے والوں سے کہہ دو! کہ کسی مخلوق سے آج تک ایسی غلطی سرزد نہیں ہوئی...ان سے کہہ دو، کہ خلافت قریش کا حق ہے اور محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خدا کی قسم! کہ اس میں تمھارے لئے کوئی بنیاد و اساس موجود نہیں ہے"

الف) کیا خلیفہ کے انتخاب میں اتفاق آراء اور جمہور کی بیعت اسی کو کہتے ہیں (مترجم)

جب یہ بات گروہ انصار تک پہنچی تو انھوں نے اپنے شاعر نعمان بن عجلان سے اس کے جواب میں شعر کہنے کو کہا، اور اس نے حسب ذیل (مضمون کے) شعر کہے:

''قریش سے کہہ دو کہ تمھارے وطن، مکہ کو فتح کرنے والے ہم تھے، ہم جنگ حنین کے سورما اور جنگ بدر کے شہسوار ہیں تم نے کہا ہے کہ سعد بن عبادہ کا خلیفہ بننا حرام ہے لیکن (کہا) ابوبکر ــ جس کا نام عتیق ابن عثمان ــ کا خلیفہ بننا جائز اور حلال ہے!!''

گمراہ اور نادان قریش ایک جگہ جمع ہو کر داد سخن دیتے تھے اور برابر کہتے تھے۔ جب یہ خبر حضرت علی علیہ السلام کو پہنچی تو وہ غصہ کی حالت میں مسجد میں پہنچے اور ایک تقریر کے ضمن میں فرمایا:

''قریش کو یہ جاننا چاہئے کہ انصار کو چاہنا ایمان کی علامت ہے اور اس سے دشمنی نفاق کی نشانی ہے، اُنھوں نے اپنی ذمہ داری کو پورا کیا ہے (الف) اور اب تمھاری باری ہے...''

اس کے بعد اپنے چچا زاد بھائی فضل کی طرف اشارہ کیا کہ شعر کی زبان میں انصار کی حمایت کرے۔ فضل نے حسب ذیل (مضمون کے) چند شعر کہے:

''انصار تیز تلوار کے مانند ہیں اور جو بھی ان کی تلوار کے نیچے قرار پائے گا وہ ہلاک ہو جائے گا''

اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے ایک خطبہ پڑھا اور اس کے ضمن میں فرمایا:

''خدا کی قسم انصار جس طرف ہوں میں ان کے ساتھ ہوں، کیوں کہ رسول خداؐ نے فرمایا ہے: ''جہاں کہیں انصار ہوں میں ان کے ساتھ ہوں'' حضار نے ایک زبان ہو کر کہا: خدا آپ پر رحمت نازل کرے، اے ابوالحسنؑ! آپ نے صحیح فرمایا''

الف)۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا مقصود یہ ہے کہ انصار نے پیغمبر اسلام ﷺ کی نصرت اور دین اسلام کی مدد کی۔

اس طرح حضرت علی علیہ السلام نے از سر نو بھڑکنے والے فتنے کے شعلوں کو بجھا دیا اور اپنے چچازاد بھائی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح حکمت عملی اور عقلمندی سے حالات کو پر سکون کیا۔

یہ پہلا قدم تھا جس کے نتیجہ میں ملت اسلامیہ کا اتحاد متفرق ہوکر دو حصوں میں بٹ گیا۔ ان میں سے ایک حصہ مضری خاندان تھا، جو بنی عباسیوں کے خاتمہ تک خلافت و سلطنت پر قابض رہا اور دوسرا حصہ خاندان یمانی تھا جو ہمیشہ کے لئے خلافت واقتدار سے محروم رکھا گیا۔ ان دونوں خاندانوں کے ساتھ بعض دیگر افراد نے بھی عہد و پیمان باندھ کر اپنے اصلی خاندان اور نسب کو فراموش کر کے خود کو ان ہی خاندانوں میں ضم کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ ان خاندانوں میں آزاد ہونے والے غلام بھی مربوطہ خاندان کے غم وشادی میں شریک ہوکر ان کی ایسی طرفداری اور دفاع کرتے تھے جیسے خود ان کی اولاد ہوں۔ دوسری طرف مربوطہ قبیلہ بھی ان کے ساتھ اپنے فرزندوں جیسا سلوک کرتا تھا۔

عربی ادبیات میں تعصب کا ظہور

مذکورہ دو قبیلوں (مضر و یمانی) میں خودستائی، غرور تکبر اور ایک دوسرے کو برا اور کمینہ ثابت کرنے کا سلسلہ نئے سرے سے شروع ہوا۔ رزمیہ، خودستائی اور ہجو و بدگوئی نے عربی ادبیات کی نثر و نظم پر عجیب اثر ڈالا۔ اس سلسلے میں قبیلہ کے اصل نامور شعراء، جیسے کمیت و دعبل اور اس سے منسوب شعراء جیسے ابونواس اور حسن ہانی قابل ذکر ہیں۔

ایام جاہلیت اور اسلام کے زمانہ میں تمام جزیرہ نمائے عرب میں ان دو قبیلوں کے درمیان خاندان کے سورماؤں اور ان کے نسبتی وقرابتی طرفداروں کی بہادری کو اجاگر کر کے اس پر فخر و مباہات کرنے اور ان کی عظمت اور کارناموں کے گیت گانے کا دور دورہ تھا۔

مسعودی اپنی کتاب ''التنبیه و الاشراف'' میں لکھتا ہے: (الف)

الف)۔ ملاحظہ ہو کتاب ''التنبیه و الاشراف'' تالیف مسعودی طبع ۱۳۵۷ھ مصر ص ۹۴ و ۹۵

''معد بن عدنان کا خاندان اپنے آپ کو پارسیوں (ایرانیوں) کے ساتھ ہم نسل ونسب جاننے کے سبب یمنیوں کے خاندان پر فخر ومباہات کرتا تھا، جریر بن عطیہ نے اس فخر کو شعر کی صورت میں حسب ذیل (مضمون میں) بیان کیا ہے:

''ہمارا جداعلیٰ ابراہیم خلیلؑ ہے تم ہمارے اس فخر سے چشم پوشی نہیں کر سکتے ہو اور ہماری یہ قرابت انتہائی فخر ومباہات کا سبب ہے ہم شیر دل اسحٰق کی اولاد ہیں جو میدان کارزار میں زرہ کے بجائے لباس مرگ زیب تن کرتے تھے اور خودستائی کے وقت سپہبد، کسریٰ، ہرمزان اور قیصر پر فخر کرتے ہیں، ہمارے اور اسحٰق کی اولاد کے اجداد ایک ہیں اور ہم دونوں کا شجرۂ نسب مقدس پیغمبر اور پاک رہبر تک پہنچتا ہے۔ ہماری اور پارسیوں (ایرانیوں) کی نسل ایسے اجداد تک پہنچتی ہے کہ ہمیں اس بات پر کسی قسم کی تشویش نہیں ہے کہ دوسرے قبیلے ہم سے جدا ہو جائیں''

یا اپنے قبیلے کے فخر ومباہات کے بارے میں کہے گئے اشعار میں اسحاق بن سوید عدوی قرشی یوں کہتا ہے:

''اگر قبیلہ قحطان اپنی شرافت ونجابت پر کبھی ناز کرے تو ہمارا فخر ومباہات ان سے بہت بلند ہے۔ کیوں کہ ابتداء میں ہم اپنے چچا زاد بھائیوں، اسحاق کی اولاد کی حکومت کے دوران ان پر فرمان روائی کرتے تھے اور قحطان ہمیشہ ہمارے خدمت گار اور نوکر تھے ہم اور ایرانی ایک ہی نسل اور ایک باپ سے ہیں اور ایسا افتخار ہوتے ہوئے ہمیں کسی قسم کا خوف وتشویش نہیں ہے کہ کوئی ہم سے جدا ہو جائے''

یا قبیلہ نزار کا ایک شخص یوں کہتا ہے:

''اسحاق واسماعیل کی اولاد نے بہت سے قابل افتخار اور عظیم کارنامے انجام دیئے ہیں۔ ایرانی اور نزاری نسل کے شہسوار ایک ہی باپ کی عظیم اصیل اور پاک

اولاد ہیں'' ۵

مسعودی اپنی کتاب کے صفحہ ۷۶ پر لکھتا ہے:

''یمنی ضحاک کے وجود پر فخر کرتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ قبیلہ ازد سے تھا۔
اسلام میں بھی شعراء نے ضحاک کا نام عزت واحترام سے لیا ہے، اورابونواس حسن ابن ہانی ۔
وبنی حکم بن سعد قحطانی کا آزاد کردہ تھا ۔ اپنے ایک قصیدہ میں ضحاک کے وجود پر فخر کرتا ہے
اوراس کے ساتھ ہی نزاری قبائل کے تمام افراد کو دشنام اور برا بھلا کہتا ہے۔''

یہ وہی قصیدہ ہے جس کی بنا پر نزاری عباسی خلیفہ ہارون رشید نے اس بے احترامی کے جرم میں ابونواس کو طولانی مدت کے لئے زندان میں ڈلوادیا تھا حتیٰ کہا جاتا ہے کہ اس سلسلے میں اس پر حد بھی جاری کی تھی۔

بہر حال، ابونواس نے اس قصیدہ میں یمنی اور قحطانی سے منسوب ہونے پر فخر کرتے ہوئے ضحاک کو احترام وعظمت کے ساتھ یاد کیا ہے اوراس سلسلے میں کہتا ہے:

''ناعط کے محلوں کے مالک ہم ہیں اور صنعا کا خوبصورت شہر ہمارا ہے جس کے
محرابوں میں مشک کی مہک پھیلتی ہے۔ضحاک ہم میں سے ہے جس کی پرستش جنات
اور پرندے کرتے تھے اٹھو! اورنزار کی اولاد کو دشنام دو اوران کی ہجو کرو۔ان کی کھال
اتار دو اوران کے عیبوں کو طشت از بام کردو''

نزاریون کی ایک جماعت ابونواس کے اس قصیدہ کا جواب دینے پر آمادہ ہوتی ہے۔ان میں سے قبیلہ نزار کے بنی ربیعہ کا ایک آدمی نزار کے مناقب اوراعزازات بیان کرتے ہوئے یمن و یمنیوں کو برا بھلا کہہ کران کا مذاق اڑاتا ہے اوران کے عیبوں سے پردہ اٹھاتے ہوئے کہتا ہے:

''معد ونزار کی ستائش کرو اوران کی عظمت پر فخر کرو۔یمنیوں کی حرمت کو تار تار کردو اور
قحطان کی اولاد سے کسی صورت میں تشویش نہ کرو۔''

خاندانی تعصّبات کی بنا پر ہونے والی خونیں جنگیں

خاندانی تعصّبات، شعروشاعری، فخر ومباہات بیان کرنے، بہادریاں جتلانے اور خودستائی وغیرہ تک ہی محدود نہیں رہے ہیں، بلکہ تاریخ کے سیاہ صفحات اس امر کے گواہ ہیں کہ بعض اوقات خونیں جنگیں بھی اس بنا پر واقع ہوئی ہیں۔

امویوں کی خلافت کے آخری دنوں میں یہ تعصّبات انتہا کو پہنچے اور سرانجام اس حکومت کی نابودی کا سبب بنے۔

مسعودی اپنی کتاب ''التنبیه والاشراف'' میں لکھتا ہے:۶

''جب خلافت ولید بن یزید (الف) کے ہاتھ میں آگئی، اس نے خاندان نزار کو دربار خلافت میں بلا کر ان کی عزت و احترام کیا۔ انھیں بڑے بڑے عہدوں پر تعینات کیا اور یمنیوں کو دربار خلافت سے نکال باہر کر کے ان کے ساتھ سرد مہری دکھائی اور ذلیل وخوار کیا۔ خلیفہ کی سرد مہری کا شکار ہونے والے یمنی بزرگ شخصیتوں میں اس خاندان کا سردار، خالد قسری (ب) بھی تھا، جو ولید کے خلیفہ بننے سے پہلے عراق کا گورنر تھا۔ ولید نے خالد کو عزل کر کے اس کی جگہ پر عراق کے ڈپٹی کمشنر، یوسف بن عمر ثقفی (ج) کو گورنر کے عہدہ پر مقرر کیا۔ یوسف، خالد کو گرفتار کر کے کوفہ

الف)۔ولید، عبدالملک کا نواسہ تھا، اس کی ماں ام محمد تھی، وہ مشہور ومعروف شخص حجاج کا بھتیجا تھا۔ ولید، ہشام کی وفات کے روز بدھ کے دن ۶ ربیع الاول ۱۲۵ھ کو تخت خلافت پر بیٹھا۔ اور جمعرات ۱۲۶ھ کو جب جمادی الثانی کے دو دن باقی بچے تھے، قتل ہوا (جمہرہ انساب العرب ص۸۴ و مروج الذہب)

ب)۔خالد قسری، عراق، فارس، اہوز اور کرمانشاہ کا گورنر تھا (التنبیه والاشراف، مسعودی ص۲۸۰)

ج)۔یوسف ابن عمر، ہشام کے زمانے میں یمن کا حکمراں تھا، اس کے بعد عراق کا حاکم بنا، اسی لئے ولید نے اسے برقرار رکھا۔ یوسف ولید کے بیٹوں کے ساتھ قتل کیا گیا۔ (وفیات الاعیان ابن خلکان ۶/۶۸۔۱۱۰)

لے گیا اور وہاں پر اسے جسمانی اذیتیں پہنچا کر قتل کر ڈالا۔

ولید نے اس واقعہ اور خالد کی گرفتاری کے بعد ایک قصیدہ کہا اور اس میں یمنیوں کی سرزنش کی اور انھیں دشنام دیا نیز نزاریوں کی تعریف وتمجید کی اور خالد قسری کی نزاریوں کے ہاتھوں گرفتاری کو بھی اپنے لئے ایک افتخار شمار کرتے ہوئے کہا:

'ہم نے سلطنت اور حکومت کو نزاریوں کی پشت پناہی سے مظبوط اور محکم بنا دیا اور اس (الف) اگر یمنی باعزت اور قابل قدر خاندان سے ہوتے تو خالد کے نیک کام اتنی جلدی تمام نہ طرح اپنے دشمنوں کی تنبیہ کی یہ خالد ہے جو ہمارے ہاتھوں گرفتار ہوا ہے اگر یمنی مرد ہوتے تو اس کے بچاؤ کے لئے اٹھتے ہم نے ان کے سرداروں اور رئیسوں کو ذلیل وخوار کرکے رکھ دیا۔

ہوتے وہ اپنے رئیس کو اس طرح قیدی اور عریاں حالت میں نہ چھوڑتے کہ وہ طوق وزنجیر میں بندھا ہوا ہمارے ساتھ چلتا۔ یمنی ہمیشہ ہمارے غلام تھے اور ہم مدام انھیں ذلیل وخوار کرتے تھے''۔ [۷]

مسعودی لکھتا ہے:

''ولید نے بہت برے، ناشائستہ اور بیہودہ کام انجام دئے، جس کی وجہ سے لوگ اس سے متنفر اور بیزار ہوگئے۔ یہی چیز باعث بنی کہ اس کے چچا زاد بھائی یزید بن ولید نے ان حالات سے استفادہ کرکے لوگوں کو اس کے خلاف بغاوت کرنے پر اکسایا اور اس کا تختہ الٹ دیا''۔

الف)۔ اس کے بعد شعر کے آخر تک طبری کی روایت کے مطابق ہے، اس کے علاوہ طبری کا دعویٰ ہے کہ ان اشعار کو ایک یمنی شاعر نے ولید کی زبانی کہا ہے تا کہ یمنیوں کی شورش کا سبب بنیں۔ ابن اثیر نے بھی طبری کے اس نظریہ کی تائید کی ہے۔ (طبری ۱۷۸۱/۲ وابن کثیر ۱۰۴/۵)

یزید کی اپنے چچیرے بھائی ولید کے خلاف شورش اور تختہ الٹنے کی سازش میں یمنیوں نے یزید کی بھرپور حمایت اور مدد کی اور خلیفہ کے طور پر اس کی بیعت کی۔(الف)

اس بغاوت میں نہ صرف خود ولید قتل ہوا بلکہ اس کی ولی عہدی کے نامزد دو بیٹے حکم و عثمان بھی مارے گئے۔اس کے علاوہ اس کا ایک زبردست اور باوفا طرفدار یعنی یوسف بن عمر بھی دمشق میں قتل کیا گیا۔

اصبغ بن ذوالۃ الکلبی یمانی (ب) اس واقعہ کے بارے میں اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

"خاندان نزار، خاص کر بنی امیہ و بنی ہاشم کے سرداروں اور بزرگوں کو کون یہ خبر دے کہ ہم نے خالد قسری کے قصاص میں خلیفہ ولید کو قتل کر دیا اور اس کے جانشین دو بیٹوں کو بھی بے مصرف غلاموں کی مانند کوڑیوں میں بیچ دیا"۔

خلیفہ ابن خلیفہ بجلی یمانی نے بھی اپنے قصیدہ میں یوں کہا ہے:

"ہم نے خلیفہ ولید کو خالد کے قصاص میں دروازہ پر لٹکا دیا اور اس کی ناک رگڑ کے رکھدی، لیکن خدا کے حضور سجدہ کے طور پر نہیں! قبیلہ نزار اور معد کے لوگو! اپنی ذلالت، ناکامی اور پستی کا اعتراف کرو کہ ہم نے تمھارے امیر المؤمنین کو خالد کے قصاص میں مار ڈالا"۔

مسعودی مروج الذہب میں لکھتا ہے: [۸]

"شاعر کمیت (ج) نے ایک قصیدہ کہا ہے، جس میں اس نے نزار کی اولاد: مضر،

الف)۔یزید شب جمعہ ۱۲۶ھ کو اس وقت خلافت پر پہنچا، جب جمادی الثانی کے سات دن باقی بچے تھے اور اول ذی الحجہ ۱۲۶ھ کو اس دنیا سے چلا گیا۔ یزید کی خلافت کی مدت ۵ مہینے اور دو دن تھی۔(مروج الذہب ۳/۱۵۲)

ب)۔اصبغ ان افراد میں سے تھا جس نے ان شورشوں میں خود حصہ لیا تھا۔(طبری ۲/۱۵۹۵-۱۹۰۲)

ج)۔کمیت بن یزید اسدی، خاندان مضر سے تعلق رکھتا تھا۔ بنی امیہ کے زمانے میں زندگی بسر کرتا تھا اس نے عباسیوں کی ⟵

ربیعہ، ایاد اور انمار کی ستائش کی ہے اور ان کے مناقب، خوبیوں اور افتخارات کو تفصیل سے بیان کرتے ہوئے ایسا ظاہر کیا ہے کہ یہ لوگ متعدد جہات سے قحطانیوں اور یمانیوں پر فضیلت رکھتے ہیں اس کے علاوہ اس نے یمنیوں پر رکیک حملے کر کے انھیں گالیاں دی ہیں''۔

یہ قصیدہ اس امر کا باعث بنا کہ ان دونوں قبیلوں کی دشمنی کی داستانیں زبان زد ہو گئیں۔ اس قصیدہ کے درج ذیل بعض حصوں میں کمیت نے صراحتاً یا کنایتاً حبشہ کی داستان اور یمن پر ان کے تسلط کی طرف اشارہ کیا ہے:

''چاند اور آسمان پر موجود ہر وہ ستارہ و نورانی نقطہ جس کی طرف ہاتھ اشارہ کرتے ہیں، ہمارا ہے۔ خدا نے نزار کی نام گزاری کر کے انھیں مکہ میں رہائش پزیر کرنے کے دن سے ہی فخر و مباہات کو صرف ہماری قسمت قرار دیا ہے۔ قوی ہیکل بیگانے کبھی نزار کی بیٹیوں کو اپنے عقد میں نہیں لا سکے ہیں، گدھے اور گھوڑی کی آمیزش کی طرح نزار کی بیٹیاں ہرگز سرخ و سیاہ فام مردوں سے ہمبستر نہیں ہوئی ہیں''۔

مسعودی لکھتا ہے:

دعبل ابن علی خزاعی (الف) نے ایک طولانی قصیدہ کے ذریعہ کمیت کو جواب دیا ہے اور یمنیوں کے فضائل و مناقب بیان کرتے ہوئے خوب داد سخن دی ہے، ان کے بادشاہوں اور امیروں کی نیکیاں گنتے ہوئے فخر و مباہات کا اظہار کیا ہے۔ اس کے علاوہ کھلم کھلا اور کنایہ کی صورت میں

← خلافت کو نہیں دیکھا ہے۔ خاندانی تعقبات کی وجہ سے ایک لمحہ بھی اسے یمنیوں کی ہجو گوئی سے نجات نہیں ملی ہے۔ صاحب اغانی، مذکورہ قصیدہ کے بارے میں لکھتا ہے: یہ ۳۰۰ ابیات پر مشتمل تھا اور اس میں اس نے یمنی قبیلہ کے کسی ایک خاندان کو بھی اپنی ہجو و بدگوئی سے معاف نہیں کیا ہے۔ (اغانی ۲۴۲/۱۶ و ۲۵۶)

الف)۔ دعبل خزاعی اور اس کے تعصب کے بارے میں ملاحظہ ہو (اغانی ۶۸/۲۰۔۱۴۵)

نزاریوں کا دل دکھاتے ہوئے کہتا ہے:

''زندہ باد ہمارے قبیلوں کے سردار، زندہ باد! ہمارے شہر۔ اگر یہودی تم میں سے ہیں اور اگر تم عجمی ہونے کے سبب ہم پر فخر کرتے ہو تو یہ نہ بھولو کہ خدائے تعالیٰ نے یہودیوں کو بندر اور سور کی شکل میں مسخ کر دیا ہے اور ان مسخ شدگان کے آثار سرزمین ایلہ، خلیج اور اقیانوس احمر میں موجود ہیں، کمیت نے جو کچھ اپنے اشعار میں کہا ہے، ہم سے خون کا طالب نہیں تھا، لیکن چونکہ ہم نے پیغمبر اسلام ﷺ کی نصرت کی ہے، اس لئے اس نے ہمارے خلاف ہجو و بدگوئی کی ہے۔ خاندان نزار اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہمارا قبیلہ، یعنی انصار پیغمبر خدا ﷺ کی مدد کرنے پر فخر و مباہات کرتے ہیں''۔

شاعر کمیت کی بات یمنیوں اور نزاریوں کے درمیان بھر پور انداز میں پھیل گئی اور ہر قبیلہ دوسرے پر اپنے فخر و مباہات جتلاتے ہوئے اپنی بزرگی پر ناز کرتا تھا۔ اس طرح لوگ دو دھڑوں میں تقسیم ہو گئے اور خاندانی تعصبات کی شدت اپنی انتہاء تک پہنچ گئی۔ حتیٰ شہر و دیہات بھی اس سے محفوظ نہ رہے۔ یہ سلسلہ امویوں کے آخری خلیفہ مروان کے زمانہ تک جاری رہا۔ مروان نے اپنے خاندان نزار کو اہمیت دی اور یمنیوں کو نکال باہر کیا اس طرح اس نے خود اپنی سلطنت کو متزلزل کر دیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ یمنیوں نے عباسیوں کی دعوت پر لبیک کہہ کر ان کی مدد کی بنی امیہ کی خلافت سرنگوں ہوگئی اور عباسی اقتدار پر قابض ہو گئے۔ اسی خاندانی تعصبات کا نتیجہ تھا کہ معن بن زائدہ (الف) نے اپنے رشتہ داروں ربیعہ و نزار کی طرفداری میں یمن کے لوگوں کو خاک و خوں میں غلطاں کر دیا اس طرح ربیعہ

الف)۔ معن بن زائدہ شیبانی کو امویوں اور عباسیوں کی طرف سے اقتدار ملا، اور خوارج نے آخر کار سکستان (سجستان) میں ۱۵۱ھ یا ۱۵۲ھ یا ۱۵۸ھ میں اسے قتل کر دیا۔ (وفیات الاعیان ۳۳۲/۴)

ویمنیوں کے درمیان اتحاد و یکجہتی کا سالہا سال قبل منعقد شدہ عہد و پیمان (الف) ٹوٹ گیا۔ اور اسی خاندانی تعصّبات کی بنا پر عقبہ بن سالم نے بحرین اور عمان میں معن بن زائدہ کے اقدامات کے شدید ردعمل کے طور پر خاندان عبدالقیس اور ربیعہ کے دوسرے قبائل کا قتل عام کیا۔

جو کچھ بیان ہوا یا جو کچھ باقی رہا یہ سب خونین حوادث نزار اور قحطان کے دو قبیلوں کے درمیان خاندانی تعصّبات کا نتیجہ تھا۔ اور سیف نے اسے اچھی طرح درک کیا تھا اور اپنے طور پر اظہار کرنے پر اتر آیا تھا۔

جن حوادث کا ہم نے ذکر کیا ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب خونیں جنگیں، ان بیانات، شعر گوئی اور قصیدہ گوئی کا نتیجہ تھیں، جن میں طعنہ زنی، گالی گلوچ، بے بنیاد نسبتیں، ایک قبیلہ کا دوسرے کے خلاف برا بھلا کہنا اور اپنے فخر و مباہات پر ناز کرنا تھا اور ان تمام موارد کو ایک لفظ یعنی ''خاندانی فخر و مباہات'' میں خلاصہ کیا جا سکتا ہے۔

حدیث سازی میں تعصب کا اثر

اگر کوئی شعر و ادب کے دیوان کا مطالعہ کرے تو اسے اس قسم کے جذبات کا اظہار اور خاندانی تعصّبات کے بے شمار نمونے نظر آئیں گے۔

قبیلہ نزار و قحطان ایک دوسرے کے خلاف خود ستائی اور فخر و مباہات جتانے میں صرف حقیقی افتخارات یا واقعی ننگ و رسوائیوں کو بیان کرنے اور گننے تک ہی محدود نہیں رہے، بلکہ اس تعصب نے دونوں قبیلوں کے متعصب لوگوں کو اس قدر اندھا بنا دیا تھا کہ ان میں سے بعض افراد اپنے قبیلہ کے حق

الف)۔ سید رضی، نہج البلاغہ میں ابن کلبی سے روایت کرتے ہیں کہ امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے ربیعہ اور یمن کے درمیان ایک عہد نامہ مرقوم فرمایا، جس کا آغاز اس طرح کیا تھا: یہ وہ ضوابط ہیں جو یمن کے رہنے والے شہر نشین اور صحرا نشین اور ربیعہ کے رہنے والے شہر نشین اور صحرا نشین....(نہج البلاغہ ج/۳ رسالہ/۷۴ ص/۱۴۸)

میں تاریخی افسانے گڑھنے پر اتر آئے حتی انھوں نے احادیث اور اسلامی روایتیں جعل کرنے سے بھی گریز نہیں کیا۔ اور بعض افراد ان افسانوں کو جذباتی تقریروں اور اشعار کا روپ دے کر اپنے دشمن قبیلہ کو نیچا دکھاتے تھے۔

ان خاندانی تعصّبات اور فخر ومباہات کے افسانہ نویسوں، داستان سازوں، جھوٹ گڑھنے والوں اور ہوائی قلعے بنانے والوں میں سیف بن عمر تمیمی کی حد تک کوئی نہیں پہنچا ہے۔ ہم اگلی فصل میں اس کے جعل کردہ افسانوں اور احادیث اور ان کے اسلام پر اثرات کے بارے میں بحث وتحقیق کریں گے۔

سیف بن عمر۔حدیث جعل کرنے والا سورما

لم یبلغ احد سیف بن عمر فی وضع الحدیث حدیث گڑھنے میں سیف بن عمر کے برابر کوئی نہیں تھا۔

مؤلف

سیف کی کتابیں

سیف نے ''فتوح'' اور ''جمل'' نام کی دو کتابیں تالیف کی ہیں۔ یہ دونوں کتابیں خرافات، اورافسانوں پر مشتمل ہیں۔اس کے باوجود ان کتابوں کے مطالب تاریخ اسلام کی معتبر ترین کتابوں میں قطعی اور حقیقی اسناد کے طور پر نقل کئے گئے ہیں اور آج تک ان سے استفادہ کیا جاتا ہے۔

سیف نے ان دو کتابوں میں رزمیہ شاعروں کی ایک ایسی جماعت جعل کی ہے، جنھوں نے ایک زبان ہوکر عام طور پر قبائل مضر کے بارے میں اور خصوصا قبیلہ تمیم کے بارے میں اور ان سے بھی زیادہ عمرو کے خاندان جو خود سیف کا خاندان ہے کے فضائل ومناقب اور عظمتیں بیان کرنے میں آسمان وزمین کے قلابے ملادئے ہیں۔

اس طرح سیف نے اپنے خاندان کی برتری اور عظمت کو جتانے کے لئے اس خاندان کے اچھے خاصے افراد کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی بنا کر انھیں اسلام قبول کرنے میں سبقت کرنے والوں کی حیثیت سے پیش کیا ہے اور ان سب کو خاندان تمیم سے شمار کیا ہے۔

اس کے علاوہ قبیلۂ تمیم سے چند سپہ سالار جعل کئے ہیں جو سیف کی فرضی جنگوں کی قیادت کرتے ہیں۔ مزید برآن کچھ ایسے راوی بھی جعل کئے ہیں جو خاندان تمیم کے فرضی سورماؤں اور دلاوروں کے افسانے اور بہادریاں بیان کرتے ہیں۔

اس نے قبیلۂ تمیم کے جعلی پہلوانوں اور جنگی دلاوروں کی فرضی بہادریوں اور افسانوی کارناموں کو ''فتوح'' اور ''جمل'' نامی اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔ یہ افسانے اور فرضی قصے ایسے مرتب کئے گئے ہیں جو ایک دوسرے کی تائید کریں۔

سیف نے اپنی داستانوں میں ایسی جنگوں کا ذکر کیا ہے جو ہرگز واقع نہیں ہوئی ہیں اور ایسے میدان کارزار کا نام لیا ہے کہ جن کا حقیقت میں کوئی وجود نہیں ہے اس کے علاوہ ایسے شہروں قصبوں اور مقامات کا نام لیا ہے جن کا روئے زمین پر کوئی وجود ہی نہیں تھا اور اس وقت بھی ان کا کہیں وجود نہیں ہے۔

قبیلۂ تمیم کے افسانوی بہادروں کے جنگی کارنامے، شجاعت و دلیری، ہوشیاری تجربہ اور کامیابیاں ثابت کرنے کے لئے سیف نے دشمنوں کے مقتولوں کی دہشت انگیز تعداد دکھائی ہے۔ خاص کر ہزاروں دشمن کے مارے جانے یا ایک ہی معرکہ میں صرف تین دن رات کے اندر دشمنوں کے خون کی ندیاں بہانے کی بات کرتا ہے، جب کہ اس زمانے میں اس جنگ کے پورے علاقہ میں اتنی بڑی تعداد تمام جانداروں کی موجود نہیں تھی، انسانوں کی تو بات ہی نہیں جو اتنی تعداد میں مارے جاتے یا قیدی بنائے جاتے! سیف نے اپنے افسانوں اور خیالی خونیں جنگوں کے واقع ہونے کی تائید میں فرضی رزمی شاعروں سے منسوب قصیدے اور اشعار بھی لکھے ہیں جن میں قبائل مضر، خاص کر

خاندان تمیم کے جنگی کارنامے، فخر ومباہات اور عظمتیں بیان کی گئی ہیں اور دشمنوں کی کمزوری، نااہلی اور زبوں حالی کو بیان کیا ہے۔

ان سب کے علاوہ سیف بن عمر تمیمی نے خلفائے وقت کی طرف سے ان جعلی اور فرضی بہادروں کے نام حکم نامے اور خطوط جعل کئے ہیں اور ان حکم ناموں میں انھیں فرضی عہدے اور ترقیاں عطا کی گئی ہیں۔اس کے علاوہ ان فرضی سپہ سالاروں اور نام نہاد سرحدی علاقوں کے لوگوں کے درمیان جنگی معاہدے اور امان نامے بھی جعل کئے ہیں جب کہ حقیقت میں نہ اس قسم کی کوئی جنگ واقع ہوئی ہے اور نہ کوئی فتح یابی اور نہ ہی اس قسم کے افراد کا کوئی وجود ملتا ہے جن کے درمیان کسی قسم کا معاہدہ طے پاتا۔

مختصر یہ کہ اس غیر معمولی ذہن والے جھوٹے اور متعصب شخص سیف نے افسانہ سازی اور جھوٹی داستانوں کے علاوہ بے شمار اصحاب، سورما، راوی، رزمی شعراء اور ان کے قصیدے جعل کر کے قبیلۂ مضر اور تمیم خاص کر اپنے خاندان بنی عمرو کے فضائل ومناقب کا ایک عظیم منشور تیار کیا ہے اور اسے تاریخ کے حوالے کیا ہے اور ایک ہزار سال گزرنے کے بعد اس وقت بھی ان واقعات کو حقیقی اور قطعی اسناد اور تاریخ اسلام کے خصوصی واقعات کے طور پر مانا جاتا ہے۔

مذکورہ مطالب اور سیف کے مقاصد کو بیان کرنے والے اشعار اور قصیدوں کے درج ذیل نمونے قابل غور ہیں:

سیف نے ایک فرضی شاعر قعقاع ابن عمرو تمیمی کی زبانی حسب ذیل (مضمون کے) اشعار بیان کئے ہیں۔۹

''میں نے اپنے آبا واجداد سے سمندروں کی وسعت کے برابر نیک اعمال اور بزرگی وراثت میں پائی ہے۔ان میں سے ہر ایک نے عظمت اور بزرگواری کو اپنے والدین سے وراثت میں پایا ہے اور عظمتوں کے عالی درجے اپنے اجداد سے حاصل کئے ہیں

اور انھیں بڑھاوا دیا ہے۔ میں ان فخر و مباہات کو ہرگز ضائع ہونے نہیں دوں گا، میری نسل بھی اگر باقی رہی تو وہ بھی عظمتوں کی بنیاد رکھنے والی ہیں۔اس لحاظ سے میدان کارزار کے سپہ سالار ہمیشہ ہم میں سے تھے جو بادشاہوں کی طرح دشمن پر کاری ضرب لگاتے تھے اور ان کے پیچھے لشکر شکن سپاہی ہوتے تھے۔ہم میدان جنگ کے وہ سورما ہیں جن کے خوف و دہشت سے دشمن کے سپاہی تسلیم ہو جاتے ہیں''

اس کے علاوہ سیف نے ابی مفزر اسود تمیمی کی زبانی یہ قصیدہ کہا ہے:

''ہم بنی عمرو کے خاندان سے تعلق رکھنے والے، میدان کارزار کے نیزہ باز محتاجوں کو کھلانے والے اور مہمان نواز ہیں''

اور ابو بجید نافع بن اسود تمیمی سے منسوب یہ شعر لکھے ہیں:

''جب یزدگرد نے فرار کیا، تو حقیقت میں ہم نے خوف و وحشت کے ہتھیار سے اسے شکست دے دی''

مزید کہتا ہے:

''اگر میرے خاندان کے بارے میں پوچھو گے تو ''اسید'' بزرگی و عظمت کا معدن ہے''

اور ربیع بن مطر تمیمی کی زبانی کہتا ہے:

''اسلام کے سپہ سالار سعد وقاص (الف) کے منادی نے خوش لحن اور سریلی آواز میں ندا دی کہ: بے شک صرف قبیلۂ تمیم کے افراد میدان کارزار کے شہسوار تھے''

مزید کہتا ہے:

'' قبائل معد اور دیگر قبائل کے حکم یہ نظریہ رکھتے تھے کہ صرف خاندان تمیم کے افراد عجم

الف)۔سعد بن ابی وقاص، قادسیہ کی جنگ کا سپہ سالار تھا سعد نے ۵۴ھ یا ۵۵ھ میں مدینہ میں وفات پائی اسد الغابہ ۲/ ۲۹۰، ۲۹۳

کے بادشاہوں کے ہم پلہ ہیں''

سیف بن عمر تمیمی نے خاندان تمیم کی عظمت اور فخر و مباہات کی تبلیغ و تشہیر کے لئے صرف انسانوں کا ہی سہارا نہیں لیا ہے بلکہ ان فخر و مباہات کی تبلیغ میں جنات سے بھی مدد لی ہے اور ایک افسانہ گڑھ کر دعویٰ کیا ہے کہ جنات نے بھی آواز کی لہروں کے ذریعہ چند اشعار کہہ کر خاندان تمیم کی عظمتوں کو تمام عرب زبان لوگوں تک پہنچایا ہے۔طبری نے اس موضوع کو سیف سے نقل کرتے ہوئے اپنی تاریخ میں یوں بیان کیا ہے۔[۱۰]

''قادسیہ کی جنگ ختم ہونے کے بعد جنات نے اس خبر کو نشر کیا اور لوگوں کو حالات سے آگاہ کیا اور خبر پہنچانے میں انسانوں پر سبقت حاصل کی''

اس کے بعد لکھتا ہے:

''اہل یمامہ نے ایک غیبی آواز سنی۔یہ آواز ان کے سروں کے اوپر سے گزرتے ہوئے گونجتی ہوئی یوں گویا تھی:''ہم نے دیکھا کہ فوج بیشتر قبیلہ تمیم کے افراد پر مشتمل تھی اور میدان کارزار میں سب سے زیادہ صبر و تحمل والے وہی تھے۔تمیم کے بے شمار سپاہیوں نے دشمن کے ایک بڑے لشکر پر ایسی یلغار کی کہ گرد وغبار ہوا میں بلند ہو گیا وہ لوگ ایرانی سپاہیوں کے ایک بڑے لشکر پر ــــ جو شجاعت اور بہادری میں کچھار کے شیروں کے مانند اور پہاڑ کی طرح ثابت قدم تھے۔حملہ آور ہوئے ایرانیوں کو جنگ قادسیہ کے میدان کارزار میں کٹھن لحات کا سامنا کرنا پڑا آخر کار وہ تمیم کے سپاہیوں کے سامنے ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گئے اور ان کے سامنے اپنی عظمتیں کھو بیٹھے۔جب وہ قبیلہ تمیم کے بہادروں کے مقابلے میں آتے تو اپنے ہاتھ پاؤں کو ان کی تلواروں سے کٹتے دیکھتے رہ گئے۔یہ آواز اسی طرح پورے جزیرہ نمائے عرب میں بعض لوگوں کے کانوں تک پہنچی ہے!

سیف کے یہ افسانوی فاتح سپہ سالاروں کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس فرضی اور افسانوی میدان جنگ میں ان کے اطراف سپاہیوں کی ایک جماعت بھی موجود ہو۔اس لئے سیف نے قبیلہ مضر کے علاوہ دیگر خاندانوں اور قبیلوں کے بعض طرفدار اور حامی ان کے لئے گڑھ لئے ہیں اور انھیں بھی اس افسانوی جنگ میں کچھ فرضی ذمہ داریاں اور معمولی عہدے عطا کئے ہیں تا کہ اس کے افسانے ہر صورت میں مکمل نظر آئیں اور قبائل مضر،نزار اور تمیم کی بہادریاں اور نمایاں ہو جائیں اس طرح سیف نے تاریخ اسلام میں ایسے بہت سے صحابی،تابعین اور راویوں اور لوگوں کے مختلف طبقات کو جعل کیا ہے کہ ان میں سے کسی ایک کا بھی حقیقت میں وجود نہیں تھا اور وہ سب کے سب سیف کی خیالی تخلیق اور اس کے افسانوی افراد ہیں اور جتنی بھی داستانیں اور اشعار ان سے منسوب کئے ہیں وہ سب کے سب اس زندیق سیف کی خیالی تخلیق ہیں۔

سیف کی تحریفات

سیف،سورماؤں کو جعل کرنے اور افسانے گڑھنے کے علاوہ اپنی احساس کمتری کی آگ کو بجھانے کے لئے تاریخ اسلام کے حقیقی واقعات میں تحریف کرنے کا بھی مرتکب ہوا ہے۔یعنی تاریخی واقعات کو اصلی اشخاص کے بجائے غیر مربوط افراد سے منسوب کر کے بیان کرتا ہے۔اس سلسلے میں درج ذیل نمونے قابل بیان ہیں:

اول۔حقیقی جنگوں میں جن افراد کے ذریعہ فتح و کامرانی حاصل ہوئی ہے،سیف نے ان کامیابیوں کو بڑی مہارت اور چالاکی کے ساتھ قبیلہ مضر کے کسی حقیقی فرد کے حق میں درج کیا ہے یا یہ کہ اس فوج کی کمانڈ کو قبیلہ مضر کے کسی افسانوی سپہ سالار اور بہادر کے ہاتھ میں دکھایا ہے تا کہ اس طرح اس فتح و کامرانی کو قبیلہ مضر کے کھاتے میں ڈال سکے۔

دوم۔اگر قبیلہ مضر کا کوئی فرد یا چند افراد حقیقتاً کسی مذموم تاریخی عمل کے مرتکب ہوئے

ہوں تو سیف خاندانی تعصب کی بنا پر اس شرمناک اور مذموم فعل کو کسی ایسے شخص کے سر تھوپتا ہے جو قبیلہ مضر سے تعلق نہ رکھتا ہو۔اس طرح خاندان مضر کے فرد یا افراد کے دامن کو اس قسم کے شرمناک اور مذموم فعل سے پاک کرتا ہے خواہ یہ غیر مضری فرد حقیقت میں وجود رکھتا ہو یا سیف کے ان افسانوی افراد مین سے ہو جنھیں اس نے جعل کیا ہے۔

سوم۔اگر قبیلہ مضر کے سرداروں کے درمیان کوئی ناگوار اور مذموم حادثہ پیش آیا ہو اور حادثہ میں دونوں طرف سے قبیلہ مضر کے افراد ملوث ہوں تو سیف اپنی ذمہ داری کے مطابق اخبار میں تحریف کر کے افسانہ تراشی کے ذریعہ یا ہر ممکن طریقے سے قبیلہ مضر کو بدنام و رسوا کرنے والے اس ناگوار حادثہ کی پردہ پوشی کرتا ہے ایسے قابل، مذمت حوادث کے نمونے تیسرے خلیفہ عثمان بن عفان کے خلافت عائشہ، طلحہ اور زبیر کی دشمنی اور بغاوت میں دیکھے جا سکتے ہیں، جس کے نتیجہ میں ان کے حامیوں نے عثمان بن عفان کے گھر کا محاصرہ کیا اور بالآخر انھیں قتل کر ڈالا۔یا ایسے نمونے قبیلہ مضر کے مذکورہ تین سرداروں (عائشہ، طلحہ و زبیر) کی خلیفہ مسلمین حضرت علی علیہ السلام ـــ جو خود قبیلہ مضر سے تعلق رکھتے تھے ـــ کے خلاف بغاوت مین دیکھے جا سکتے ہیں، جو بالآخر جنگ جمل پر ختم ہوئی۔سیف نے خاندان مضر کے مذکورہ سرداروں کے دامن کو اس رسوائی اور بدنامی سے پاک کرنے کے لئے بڑی مہارت اور چالاکی سے ''عبداللہ ابن سبا'' نامی ایک نام نہاد شخص کا ایک حیرت انگیز افسانہ جعل کر کے مسلّم تاریخی حقائق کو بالکل الٹ دیا اور مضریوں کے دامن کو پاک کر کے ان سب کے بجائے صرف ایک فرضی شخص ''عبداللہ ابن سبا'' کو قصوروار ٹھہرایا ہے۔

سیف ''عبداللہ ابن سبا'' کے حیرت انگیز افسانہ کا منصوبہ مرتب کرتا ہے اور اس افسانہ کے ہیرو ـــ جو قطعاً غیر مضری ہے ـــ کا نام ''ابن سبا'' رکھتا ہے اور ایسا تصور پیش کرتا ہے کہ ''ابن سبا'' یمن کے شہر صنعا سے اٹھتا ہے۔اسلامی ممالک کے مختلف بڑے شہروں کا دورہ کرتا ہے اور یمنی

طرفداروں کو اپنے ساتھ جمع کر کے بالآخر عثمان کے زمانے کی بغاوت اور حضرت علیؑ کے خلاف جنگ جمل برپا کرتا ہے۔اس طرح سیف ،ان تمام بغاوتوں ،جنگوں اور فتنوں کا ذمہ دار ''عبداللہ ابن سبا'' اوراس کے طرفداروں کوٹھہراتا ہے جوسب کے سب یمنی ہیں نہ کہ مضری۔

سیف اس حیرت انگیز افسانہ کو گڑھنے کے بعد اسے اپنی وزنی اور معتبر کتاب میں درج کرتا ہے اور تمام حوادث اور بد بختیوں کو ''عبداللہ ابن سبا'' اوراس کے حامیوں کے سرتھوپتا ہے جوسب کے سب اس کے خیالی اور جعلی افراد تھے اوراس نے ان کا نام ''سبائی'' رکھا تھا۔اس طرح خاندان مضر کے سرداروں ـــــ جو حقیقت میں ان واقعات اور حوادث کے ذمہ دار تھے ـــــ کے دامن کو ہر قسم کی تہمت اور آلودگی سے پاک کرنے کی کوشش کرتا ہے اوراپنے آپ کواس بڑے غم سے نجات دلاتا ہے جو قبیلہ مضر کے لئے شرمندگی اور ذلت کا سبب تھا۔

سیف، ''عبداللہ'' کو جعل کر کے اس کا نام ''ابن سبا'' رکھتا ہے اوراسے سبائیوں سے نسبت دیتا ہے تا کہ اس کا یمنی ہونا مکمل طور پر ثابت ہو جائے اوراس کے قحطانی ہونے میں کسی قسم کا شک و شبہ باقی نہ رہے۔کیا سبا ابن یشجب بن یعرب بن قحطان تمام قحطانیوں کا جداعلیٰ نہیں ہے اور یمن کے تمام قبائل کا شجرۂ نسب اس تک نہیں پہنچتا؟اس لحاظ سے اگر یہ کہا جائے کہ فلاں شخص سبائی یا قحطانی ہے تو اسے ایک ایسے شخص سے نسبت دی ہے جو یمنی ہے،جس طرح اگر اسی شخص کو یمنی کہیں تو ایک ایسی جگہ کی نسبت دیں گے جو سبا اور قحطانیوں کی اولاد کی جائے پیدائش ہے۔اس وضاحت کے پیش نظر سیف بن عمر، ''عبداللہ ابن سبا'' کے حامیوں اور پیروکاروں کو بھی سبائی کہتا ہے تا کہ یہ ثابت کرے کہ ''عبداللہ ابن سبا'' کے تمام حامی اور پیرو یمنی تھے اور کسی کے لئے شک وشبہ باقی نہ رہے کہ قبیلۂ سبا کے افراد،یمنی اور قحطانی سب کے سب بدفطرت ہیں اور بغاوت و فتنہ انگیزی میں ایک دوسرے کے برابر ہیں اور مثال نہیں رکھتے۔صاف ظاہر ہے کہ سیف نے ایک تیر سے دو کے بجائے کئی شکار کئے ہیں!زندیق ہونے کی وجہ سے اس نے اسلام کو افسانہ اور تاریخ اسلام کو قصہ اور داستان کا نام دے کر

حقائق کی تحریف کی ہے اور واقعات کو توہمات کے پردے میں چھپایا ہے اور اس طرح ملت کے خود غرضوں کو خوش کیا ہے اور تعصب کی بنا پر جزیرہ نمائے عرب کے شمال میں رہنے والے قبیلہ مضر کے دامن کو ہر رسوائی سے پاک کرنے کے علاوہ یمنیوں کی قدرت و منزلت کو گرا کر اس قدر پست و ذلیل کیا ہے کہ تاریخی واقعات کا مطالعہ کرنے والے رہتی دنیا تک سبائیوں، یمنیوں اور قحطانیوں کو لعنت ملامت کرتے رہیں گے۔ مختصر یہ کہ سیف نے مانی کی تردید لکھ کر تاریخی واقعات سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے فرضی اور جعلی سورماؤں کو جعل کیا ہے۔

سیف نے ''عبداللہ ابن سبا'' کو جعل کر کے اسے سبائی، صنعائی اور یمنی کہا ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ''عبداللہ ابن سبا'' نے اسلامی ممالک کے تمام مراکز، جیسے: شام، مصر، کوفہ اور بصرہ وغیرہ کا سفر کر کے ہر جگہ پر لوگوں کو وہاں کے گورنروں کے خلاف شورش اور بغاوت پر اکسایا اور آخر کار اپنے حامیوں اور پیرؤوں کے ہمراہ مدینہ پہنچا اور خلیفہ عثمان کے گھر کا محاصرہ کیا اور اس کے بعد انھیں قتل کر ڈالا۔ کچھ مدت کے بعد حضرت علی ابن ابیطالبؑ کی حکومت کے دوران جنگ جمل میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ دوبارہ ظاہر ہوا۔ جو جنگ خاندان مضر کے ایک معروف شخصیت کی حکمت عملی اور فہم و فراست کے نتیجہ میں صلح کے نزدیک پہنچ چکی تھی، سبائیوں کی سازشوں اور براہ راست مداخلت سے ایک خونریز جنگ میں تبدیل ہوگئی، جب کہ خاندان مضر کے سردار حضرت علیؑ، عائشہ، طلحہ اور زبیر اس جنگ سے نہ راضی تھے اور نہ مطلع!!

سیف نے ''عبداللہ ابن سبا'' کا افسانہ اس لئے گڑھا ہے تا کہ یہ ثابت کرے کہ مضریوں کے پست اغراض کے سبب پیش آنے والی تمام دہشت گردیاں، خون ریزیاں، اختلافات اور برادر کشیاں اصل میں یمنیوں کی حرکتوں کا نتیجہ ہیں اور قبیلہ مضر کے سردار اور بزرگ افراد جیسے ام المومنین عائشہ، طلحہ، زبیر، معاویہ، مروان اور ان ہی جیسے دسیوں افراد کا دامن ان رسوائیوں سے پاک و منزہ ہے، اور ان میں ایک فرد بھی اپنی پوری زندگی میں معمولی سی لغزش و خطا کا مرتکب بھی نہیں ہوا ہے اور یہ

لوگ اتنے پاک و بےقصور ہیں جیسا یعقوبؑ کے بیٹے کو پھاڑ کھانے والا بھیڑیا!

اس کے برعکس خاندان مضر کے علاوہ دیگر نمایاں شخصیات، جنہوں نے ان تاریخی واقعات میں شرکت کی ہے، جیسے عمار یاسر وعبدالرحمن عدلیس کہ دونوں رسول اکرم ﷺ کے صحابی اور قحطانی تھے، یا مالک اشتر جو تابعین میں سے اور قحطانی تھے اور ان کے علاوہ دیگر قحطانیوں کو نہ صرف سیف نے تہمتوں سے بری نہیں رکھا ہے بلکہ انھیں تخریب کاریوں میں ملوث ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے اور انھیں ''عبداللہ ابن سبا'' یہودی کا پیرو اور آلہ کار ثابت کرتا ہے۔ اس طرح سیف نے قبیلہ مضر کے سرداروں سے سرزد ہونے والے ناپسند اور مذموم واقعات کو اپنے افسانوں کے ذریعہ چھپانے کی کوشش کی ہے۔

چہارم۔ سیف کی تحریفات کی اقسام میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر قبیلہ مضر کے کسی معروف اور مالدار شخص اور اسی قبیلہ کے کسی معمولی فرد کے درمیان کوئی اختلاف یا ٹکراؤ پیدا ہوتا تو سیف اس قبیلہ کی معمولی فرد کو قبیلہ کی مجد و عظمت کے لئے قربان کر کے اسے پائمال کر دیتا ہے۔ قبیلہ مضر کی مجد و عظمت کے تحفظ کے لئے سیف ہر قیمت پر دل و جان سے کوشش کرتا نظر آتا ہے اور اس سلسلے میں سیف سے پہلے قبیلہ مضر کے حکمراں اور صاحب قدرت افراد کے تحفظ کو ترجیح دیتا ہے اور اس کے بعد اس قبیلہ کے سورماؤں، شہسواروں اور سپہ سالاروں کے فخر و مباہات اور احترام کے تحفظ میں کسی قسم کی کسر باقی نہیں رکھتا۔ اس کا نمونہ خالد بن سعید اموی (خاندان مضر کی ایک معمولی فرد) اور خلیفہ وقت ابوبکرؓ بن قحافہ (قبیلہ مضر کا ایک با اقتدار اور زبردست حاکم) کی داستان میں بخوبی مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ چوں کہ خالد مضری نے ابوبکر کی بیعت سے انکار کر کے اس کے خلاف بغاوت کی ہے اس لئے سیف اس کی بھرپور مذمت اور سرزنش کرتا ہے اور اسے بدنام کرتا ہے اگر چہ خالد قبیلہ مضر کا ایک معروف شخص ہے لیکن خلیفہ کے مقابلہ میں ایک معمولی فرد ہے۔ !!

پنجم۔بعض اوقات سیف اس طرح بھی حقائق کی تحریف کرتا ہے کہ اگر ایک یمنی اور مضری کے درمیان کوئی واقعہ پیش آئے اور سیف نے اس کا عبداللہ ابن سبا کے افسانہ کے ذریعہ علاج نہ کیا ہو تو اس کے لئے الگ سے ایک افسانہ گڑھ لیتا ہے۔اور اپنے مخصوص انداز سے یا جس طرح بھی ممکن ہو سکے اس قضیہ میں یمنی کی قدر و منزلت کو پائمال کر کے مضری شخص کے مقام و منزلت کو بلند کر کے پیش کرتا ہے۔اس کا نمونہ وقت کے خلیفہ عثمان بن عفان مضری کے ذریعہ ابوموسیٰ اشعری یمانی کو معزول کرنے کے واقعہ میں مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔سیف نے اس داستان میں حتیٰ الامکان یہ کوشش کی ہے کہ ابوموسیٰ اشعری کے مقام و منزلت کو گھٹا کر پیش کرے اور اس کی سابقہ خدمات سے چشم پوشی کرے اور اس کے مقابلہ میں مضری خلیفہ کی منزلت کو بڑھا چڑھا کر پیش کرے اور اس کا دفاع کرے۔ ۱۲

آخر میں سیف بن عمر تمیمی کے افسانوی اور جعلی کارناموں کو درج ذیل صورت میں خلاصہ کیا جاسکتا ہے:

۱۔اس نے بالکل جھوٹ اور بہتان پر مشتمل اپنے افسانوں کو تاریخ اسلام کے طور پر مرتب کیا ہے۔

۲۔اصحاب رسولؐ،تابعین،حدیث نبویؐ کے راویوں،سپہ سالاروں اور رزمیہ شاعروں کے نام سے اسلام کی ایسے نام نہاد معروف اور معتبر شخصیات جعل کی ہیں کہ حقیقت میں سیف کے افسانوں سے باہر ان کا کہیں سراغ نہیں ملتا،کیونکہ ان کا کہیں وجود ہی نہیں ہے۔

۳۔سیف کے گڑھے ہوئے افسانے،اشخاص اور مقامات ایک خاص صورت و سبب کے تحت اسلامی مآخذ میں درج کئے گئے ہیں اور یہی اسلامی تاریخ اور اس کے حقائق کے اپنی اصلی راہ سے منحرف ہونے کا سبب بنے ہیں۔اگلی فصل اس حقیقت کی نشاندہی کرتی ہے۔

سیف سے حدیث نقل کرنے والے

مآخذ کی فہرست

وضع سیف تاریخاً کله اختلاق

سیف نے اسلام کی ایسی تاریخ گڑھی ہے جو

سراسر جھوٹی ہے۔

مؤلف

سیف کی احادیث میں اس قدر واضح طور پر جھوٹ، افسانہ سازی اور تحریفات کے باوجود (اور خود سیف بھی ان صفات سے مشہور تھا) اس کی جعلی احادیث نے اسلامی کتابوں میں خاصی جگہ پائی ہے اور نام نہاد معتبر اسلامی اسناد میں یہ احادیث درج ہوئی ہیں۔ ستم ظریفی کی حد یہ ہے کہ بڑے علماء نے بھی اس کے افسانوں اور جعلی احادیث کو اپنی کتابوں میں تفصیل سے درج کیا ہے۔ ہم اس فصل میں اس تلخ اور حیرت انگیز حقیقت کی نشاندہی کرنے کے لئے سیف کی احادیث نقل کرنے

والے علماء اور ان کی کتابوں کی فہرست قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں:

الف۔ وہ علماء جنھوں نے پیغمبر اسلامؐ کے اصحاب کی سوانح حیات لکھی ہیں اور سیف کے جعلی اصحاب کو بھی آنحضرت ﷺ کے واقعی اصحاب کی فہرست میں درج کیا ہے:

۱۔البغوی	وفات ۳۱۷ھ	کتاب:معجم الصحابه
۲۔ابن قانع	وفات ۳۵۱ھ	کتاب:معجم الصحابه
۳۔ابوعلی ابن السکن	وفات ۳۵۳ھ	کتاب:حروف الصحابه
۴۔ابن شاہین	وفات ۳۸۵ھ	کتاب:معجم
۵۔ابن مندہ	وفات ۳۹۵ھ	کتاب:اسماء الصحابه
۶۔ابونعیم	وفات ۴۳۰ھ	کتاب:فی معرفة الصحابه
۷۔ابن عبدالبر	وفات ۴۶۳ھ	کتاب:استیعاب فی معرفة الاصحاب
۸۔عبدالرحمٰن بن مندہ	وفات ۴۷۰ھ	کتاب:التاریخ
۹۔ابن فتحون	وفات ۵۱۹ھ	کتاب:التذییل علی الاستیعاب
۱۰۔ابوموسیٰ	وفات ۵۸۱ھ	کتاب:علیٰ اسماء الاصحاب
۱۱۔ابن اثیر	وفات ۶۳۰ھ	کتاب:اسد الغابة فی معرفةالصحابه
۱۲۔الذھبی	وفات ۷۴۸ھ	کتاب:تجرید اسماء الصحابه
۱۳۔ابن حجر	وفات ۸۵۲ھ	کتاب:الاصابه فی تمییز الصحابه

ب۔ درج ذیل علماء نے بھی حقیقی سپہ سالاروں اور ملک فتح کرنے والوں کے ساتھ ساتھ سیف کے افسانوی سورماؤں کی زندگی کے حالات بھی قلم بند کئے ہیں:

۱۴۔ابوزکریا	وفات ۳۳۴ھ	کتاب:طبقات اھل موصل
۱۵۔ابوالشیخ	وفات ۳۶۹ھ	کتاب:تاریخ اصبهان

۱۶۔حمزۃ بن یوسف	وفات ۴۲۷ھ	کتاب: تاریخ جرجان
۱۷۔ابونعیم	وفات ۴۳۰ھ	کتاب: تاریخ اصبہان
۱۸۔ابوبکر خطیب	وفات ۴۶۳ھ	کتاب: تاریخ بغداد
۱۹۔ابن عساکر	وفات ۵۷۱ھ	کتاب: تاریخ مدینہ دمشق
۲۰۔ابن بدران	وفات ۱۳۴۶ھ	کتاب: تہذیب تاریخ دمشق

ج۔سیف کے جعل کئے گئے شعراء کا درج ذیل کتاب میں تعارف کیا گیا ہے:

۲۱۔مرزبانی	وفات ۳۸۴ھ	کتاب: معجم الشعراء

د۔سیف کے جعلی سورماؤں کے نام ان کتابوں میں بھی درج کئے گئے ہیں جو اسامی کے تلفظ میں غلطی کو دور کرنے کے لئے تالیف کی گئی ہیں، جیسے:

۲۲۔دار قطنی	وفات ۳۸۵ھ	کتاب: المختلف
۲۳۔ابوبکر خطیب	وفات ۴۶۳ھ	کتاب: الموضح
۲۴۔ابن ماکولا	وفات ۴۸۷ھ	کتاب: الاکمال
۲۵۔رشاطی	وفات ۵۴۲ھ	کتاب: المؤتلف
۲۶۔ابن الدباغ	وفات ۵۴۶ھ	کتاب: مشتبہ الاسماء

ھ۔سیف کی بعض ذہنی مخلوقات اور جعلی افراد کا شجرۂ نسب (جو خود سیف کی تخلیق ہے) درج ذیل کتابوں میں درج کیا گیا ہے:

۲۷۔ابن حزم	وفات ۴۵۶ھ	کتاب: الجمهرة فی النسب
۲۸۔سمعانی	وفات ۵۶۲ھ	کتاب: الانساب
۲۹۔مقدسی	وفات ۶۲۰ھ	کتاب: الاستبصار
۳۰۔ابن اثیر	وفات ۶۳۰ھ	کتاب: اللباب

و۔سیف کے بعض جعلی راویوں کی سوانح حیات درج ذیل کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے:

۳۱۔رازی	وفات ۳۲۷ھ	کتاب:الجرح والتعدیل
۳۲۔ذھبی	وفات ۷۴۸ھ	کتاب:میزان الاعتدال
۳۳۔ابن حجر	وفات ۸۵۲ھ	کتاب:لسان المیزان

ز۔سیف کے جعلی مقامات اور فرضی جگہوں کی تفصیلات درج ذیل کتابوں میں ذکر ہوئی ہیں:

۳۴۔ابن الفقیہ	وفات ۳۴۰ھ	کتاب:البلدان
۳۵۔حموی	وفات ۶۲۶ھ	کتاب:معجم البلدان
۳۶۔حموی	وفات ۶۲۶ھ	کتاب:المشترک لفظاً والمفترق صقعاً
۳۷۔عبدالمؤمن	وفات ۷۳۹ھ	کتاب:مراصدالاطلاع
۳۸۔حمیری [۱]	وفات ۹۰۰ھ	کتاب:الروض المعطار

ح۔جن کتابوں میں مخصوص طور سے اسلامی جنگوں کا ذکر ہوا ہے،ان میں بھی سیف کی بعض جعلی روایتیں ذکر کی گئی ہیں،جیسے درج ذیل کتابیں:

۳۹۔ابومخنف	وفات ۱۵۷ھ	کتاب: کتاب:الجمل
۴۰۔نصر بن مزاحم	وفات ۲۱۲ھ	کتاب:الصفین
۴۱۔شیخ مفیدؒ	وفات ۴۱۳ھ	کتاب:الجمل
۴۲۔ابن ابی بکر	وفات ۸۴۱ھ	کتاب:مقتل عثمان

ط۔سیف کی ''فتوح'' نامی کتاب، جو سرتاپا افسانہ ہے،کودرج ذیل معتبر اور وزنی تاریخی

---

۱)۔ابوعبداللہ،محمد بن عبداللہ ملقب بہ حمیری کتاب ''الروض المطار فی اخبار الاقطار'' کا مؤلف ہے۔اس کتاب کا قلمی نسخہ مدینہ منورہ میں شیخ الاسلام کے کتاب خانہ میں موجود ہے۔اور مؤلف نے اس کا مطالعہ کیا ہے۔

کتابوں میں حقیقی سند کے طور پر درج کیا گیا ہے:

۴۳۔ ابن خیاط	وفات ۲۴۰ھ	کتاب: تاریخ خلیفہ
۴۴۔ بلاذری	وفات ۲۷۹ھ	کتاب: فتوح البلدان
۴۵۔ طبری	وفات ۳۱۰ھ	کتاب: تاریخ طبری
۴۶۔ ابن اثیر	وفات ۶۳۰ھ	کتاب: تاریخ ابن اثیر
۴۷۔ ذھبی	وفات ۷۴۸ھ	کتاب: تاریخ ذھبی
۴۸۔ ابن کثیر	وفات ۷۷۱ھ	کتاب: تاریخ ابن کثیر
۴۹۔ ابن خلدون	وفات ۸۰۸ھ	کتاب: تاریخ ابن خلدون
۵۰۔ سیوطی	وفات ۹۱۱ھ	کتاب: الخلفاء

ی۔ مخصوص مواقع کے بارے میں جعل کئے گئے سیف کے افسانوں نے خصوصی موضوعات سے مربوط تألیف کی گئی درج ذیل کتابوں میں بھی راہ پائی ہے:

۵۱۔ ابن کلبی	وفات ۲۰۴ھ	کتاب: انساب الخیل
۵۲۔ ابن اعرابی	وفات ۲۳۱ھ	کتاب: اسماء الخیل
۵۳۔ العسکری	وفات ۳۹۵ھ	کتاب: الاوائل
۵۴۔ غندجانی	وفات ۴۲۸ھ	کتاب: اسماء خیل العرب
۵۵۔ ابونعیم	وفات ۴۳۰ھ	کتاب: دلائل النبوۃ
۵۶۔ بلقینی	وفات ۸۰۵ھ	کتاب: امر الخیل
۵۷۔ قلقشندی	وفات ۸۲۱ھ	کتاب: نہایۃ الارب

ک۔ عربی زبان کی ادبی کتابوں میں بھی کافی مقدار میں ان افسانوں کو شامل کیا گیا ہے، جیسے:

۵۸۔اصبہانی وفات ۳۵۶ ھ کتاب:الاغانی

۵۹۔ابن بدرون وفات ۵۶۰ ھ کتاب:ابن عبدون کے قصیدہ کی شرح

ل۔لغت کی کتابیں بھی سیف کے افسانوں سے محروم نہیں رہی ہیں، جیسے:

۶۰۔ابن منظور وفات ۷۱۱ ھ کتاب:لسان العرب

۶۱۔زبیدی وفات ۱۲۰۵ ھ کتاب:تاج العروس

م۔بہرحال جہاں کہیں بھی نظر ڈالیں اس مکار لومڑی کے نشان نظر آئیں گے، حتیٰ حدیث کی کتابوں میں بھی، جیسے:

۶۲۔ترمذی وفات ۲۷۹ ھ کتاب:صحیح ترمذی

۶۳۔النجیر می وفات ۴۵۱ ھ کتاب:اصل مسموعات

۶۴۔ابن حجر وفات ۸۵۲ ھ کتاب:فتح الباری

۶۵۔متقی ھندی وفات ۹۷۵ ھ کتاب:کنز العمال

ن۔اس کے بعد قدرتی بات ہے کہ بعض اوقات سیف کا نام جھوٹ بولنے والوں اور روایت جعل کرنے والوں کے عنوان سے ایسی کتابوں میں آئے جو اس قسم کے اشخاص کی شناخت کے لئے تالیف کی گئی ہیں، جیسے:

۶۶۔عقیلی وفات ۳۲۲ ھ کتاب:الضعفاء

۶۷۔ابن جوزی وفات ۵۹۷ھ کتاب:الموضوعات

۶۸۔سیوطی وفات ۹۱۱ ھ کتاب:اللئالی المصنوعة

اس کے علاوہ متقدمین، متاخرین، مستشرقین اور مغربی اسلام شناسوں کی ہزاروں کتابیں سیف کے جعلیات سے بھری ہیں۔

احادیث سیف کی اشاعت کے اسباب

وضع سیف قصصاً تسایر مصالح السلطة فی کل عصر

سیف نے اپنے افسانوں کو ہر عہد کے حکام ظلم و جور کی مصلحتوں اور مفاد کے مطابق جعل کیا ہے۔

ہم نے گزشتہ فصل میں اسلامی اسناد و مآخذ کے ایک حصہ کی نشاندہی کی جس میں سیف کے افسانوں نے راہ پائی ہے۔لیکن ان مآخذ کے بیان کرنے سے ہمارا مقصد یہ نہیں ہے کہ ان تمام کتابوں اور رسائل کی فہرست بیان کریں جو کسی نہ کسی طرح سیف کے افسانوں سے متاثر ہوئے ہیں، کیونکہ یہ ایک مشکل اور تقریباً ناممکن کام ہے،اور جو کچھ ہم نے اس سلسلہ میں بیان کیا ہے وہ سمندر کے مقابلے میں ایک قطرہ کے مانند ہے، بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ مختلف اسلامی مآخذ میں سیف کی جعلی احادیث اور انسانوں کی وسعت کا نمونہ پیش کیا جائے جو علماء و اہل تحقیق کی حیرت کا باعث ہوا ہے۔

اب سیف کی احادیث اور افسانوں کی اشاعت (اسے دروغ گو اور زندیق جاننے کے باوجود) اور علماء و دانشوروں کے اس پر اعتماد کرنے کے اسباب کا خلاصہ ذیل میں بیان کیا جاتا ہے:

ا۔ خودسر حکام کے موافق ہونا

پہلا سبب یہ تھا کہ سیف نے ہمیشہ یہ کوشش کی ہے کہ اس کے قصے اور افسانے ہر زمانے کے حکمراں طبقہ کے مفادات اور مصلحتوں کے موافق اور ہم آہنگ ہوں۔ حکمراں طبقہ کی طاقت وقدرت، مصلحتوں اور مفادات کے تحفظ کے سلسلے میں سیف کی خاص توجہ کی بہترین اور واضح دلیل جنگ دارین میں علاء حضرمی کی داستان ہے۔ اس واقعہ کے بارے میں سیف کی داستان سے قطع نظر اصل قضیہ یہ ہے:

> ''جنگی سپاہیوں کا ایک گروہ علاء کے خوف سے قلعۂ دارین میں پناہ لیتا ہے۔ اس قلعہ میں پناہ لینے والے سپاہیوں اور علاء کے درمیان پانی ہے جس کی وجہ سے علاء کے لئے قلعۂ دارین تک پہنچنے میں مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔ کراز النکری نام کا ایک شخص علاء اور اس کے سپاہیوں کی اس سے عبور کرنے میں راہنمائی کرتا ہے اور اس طرح دارین کا قلعہ علاء کے ہاتھوں فتح ہوتا ہے''۔[1]

حقیقت میں پورا قضیہ یہی ہے جو چند سطروں میں خلاصہ ہوا۔ لیکن سیف اپنی عادت کے مطابق اصل قضیہ میں تصرف وتبدیلی ایجاد کر کے اسے یوں نقل کرتا ہے:

> ''میں نے جنگ دارین میں علاء کو دیکھا کہ گھوڑے پر سوار ہو کے دریا میں اترا (یا چار ہزار سپاہیوں کے ساتھ دریا میں اترا) جب کہ نہ کسی اونٹ اور نہ کسی گھوڑے کے سم تک تر ہوئے۔ اس کے بعد وہ بحرین کی طرف بڑھا۔ جب دہناء کے شورہ زار میں پہنچا، تو علاء نے اس سرزمین پر خدا سے دعا مانگی، جس کے نتیجہ میں اس سرزمین

سے پانی ابلنے لگا....وہاں سے آگے بڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ قافلہ کے ایک شخص کی کوئی چیز وہاں پر رہ گئی ہے۔اس لئے وہ شخص اس چیز کو اٹھانے کے لئے واپس لوٹا، اس شخص نے اس جگہ پر اپنی چیز تو پالی لیکن وہاں پر پانی کا کوئی نام ونشاں موجود نہ تھا۔'' [۲]

ابوہریرہ نے چھوٹی داستانوں کے بارے میں اپنے طریقہ کار کے مطابق علاء کے قصہ کو بھی نقل کیا ہے۔چونکہ لوگوں میں اپنے اسلاف اور اجداد کی کرامتیں سننے کا بڑا شوق ہوتا ہے،اس لئے سیف کو اس میں کامیابی ہوتی تھی اور اس کی بیان کی ہوئی داستانیں اور روایتیں فوراً سینہ بہ سینہ نقل ہو کر پھیل جاتی تھیں،ابوہریرہ کی نقل کی گئی یہ داستانیں مختلف طریقوں سے سیف کے زمانے تک رائج اور زبان زد خاص وعام تھیں اور جب غیر معمولی ذہن والے سیف کا زمانہ آیا تو اس نے مندرجہ بالا داستان کی خالی جگہوں کو پر کیا اور اس میں شاخ و برگ کا اضافہ کر کے اس کے لئے ایک سند بھی جعل کی اور اسے حسب ذیل صورت میں بیان کیا:

''علاء جب اپنے سپاہیوں کے ساتھ دہناء پہنچا تو وہاں پر اسے ایک صحرا اور اس میں دور دور تک ریت کے ٹیلے نظر آئے اور پانی کا کہیں نام ونشان نہیں تھا،وہ اس صحرا میں کافی آگے تک بڑھا،اس کے تمام اونٹ بار سمیت بھاگ گئے اس کے پاس نہ کوئی اونٹ باقی رہا نہ زاد راہ اور نہ پانی...اس حالت میں سبوں کو اپنی ہلاک کا یقین پیدا ہو گیا اور ایک دوسرے کو وصیت کرنے لگے علاء اس غم وتشویش میں مبتلا لوگوں کی سرزنش اور ملامت کرتے ہوئے انھیں اپنے ساتھ مجموعی طور پر ایک ایسی دعا کرنے پر مجبور کیا جس کا متن خود سیف نے نقل کیا تھا۔اس دعا کے نتیجہ میں اچانک ان کے سامنے پانی ظاہر ہوا اور اس پانی پر پڑی سورج کی کرنوں کے انعکاس کا مشاہدہ کر کے سب تعجب میں پڑ گئے !اس کے بعد سب پانی کی طرف بڑھتے ہیں اپنی پیاس

بجھاتے ہیں اور نہاتے دھوتے ہیں اسی وقت ان کے بھاگے ہوئے اونٹ بھی واپس آجاتے ہیں وہ اونٹوں کو بھی پانی پلا کر آگے بڑھتے ہیں اس تالاب سے کچھ دور پہنچنے کے بعد، ابو ہریرہ اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ ــــ تالاب کے کنارے بھولے ہوئے برتن لے آنے کے لئے ــــ تالاب کی طرف لوٹتا ہے۔ وہاں پر وہ اس برتن کو تو پاجاتا ہے لیکن اس تالاب کا کہیں نام ونشان تک نظر نہیں آتا''

خلیفہ کے سپاہیوں کا پانی پر چلنا:

اس کے بعد سیف اس قصہ میں کچھ اور اضافہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''خلیفہ کے سپاہی بحرین کی طرف بڑھتے ہوئے ارادہ کرتے ہیں کہ دارین جائیں۔ ان کے اور دارین کے درمیان ایک سمندر تھا اور اس کو پار کرنے کے لئے کشتی کے ذریعہ ایک دن رات کا فاصلہ تھا۔ اس سمندر کے کنارے علاء نے اپنے سپاہیوں کو جمع کر کے ان سے خطاب کرتے ہوئے کہا: ''خدائے تعالیٰ نے خشکی میں اپنی آیات کو تم لوگوں پر واضح کیا۔ اب جرأت مندی کے ساتھ سمندر میں اتر کر دشمن کی طرف دوڑو اور دلیری سے سمندر کو پار کرو!'' وہ سب سوار و پیادہ سمندر میں اترے اور گھوڑے، اونٹ، اور خچر پر سوار سپاہیوں نے دعا پڑھی (جسے سیف نے نقل کیا ہے) وہ سمندر سے ایسے گزرے جیسے کوئی صحرا کی ریت پر قدم رکھ کر آگے بڑھتا ہے جب کہ گھوڑے اور اونٹوں کے سم مشکل سے تر ہوئے تھے۔ اس طرح وہ مرتدوں کے پاس پہنچے اور ان سے جنگ کر کے فتح پائی اس کے بعد اپنی جگہ کی طرف واپس لوٹے اور سمندر سے اسی طرح گزرے جیسے پہلے گزرے تھے۔''

سیف کے ایک افسانوی سورما عفیف ابن منذر تمیمی اس سلسلے میں کچھ شعر کہے جنہیں

سیف نے نقل کیا ہے، اس کے بعد وہ کہتا ہے:

''مسلمانوں کے ہمراہ ایک راہب تھا۔ یہ سب کرامتیں، خارق العادہ واقعات، اور ہوا میں فرشتوں کی دعا سن کر وہ مسلمان ہو گیا''۔

سیف نے فرشتوں کی دعا بھی نقل کیا ہے، اور اس کے بعد لکھتا ہے:

''علاء نے اس لشکر کشی کی رپورٹ ایک خط کے ذریعہ خلیفہ اول ابوبکر کو بھیجی۔ ابوبکر نے علاء کا خط وصول کرنے کے بعد منبر پر چڑھ کر مسلمانوں کے درمیان یہ داستان بیان کی۔''

سیف اپنے زمانے تک سینہ بہ سینہ پھیلے ہوئے ابو ہریرہ کے بیان کردہ اس مختصر قصہ کو پسند کرتا ہے اور اسے ہر طرح سے سند و شاہد اور دلیل و برہان کے ذریعہ محکم بنا کر کسی قسم کا شک وشبہ باقی نہ رکھتے ہوئے اس زمانے کے لوگوں کے لئے نقل کرتا ہے۔ چونکہ وہ ہرگز یہ نہیں چاہتا تھا کہ یہ عظمت و کرامت حضرمی شخص، اہل یمن اور سبائی کے بارے میں بیان کرے، اس لئے ایک اور افسانہ گڑھ کر اس شخص (علاء) سے مربوط کرامت کی نفی کرتا ہے اور اس سلسلے میں یوں لکھتا ہے:

''علاء حضرمی اور سعد وقاص کے درمیان مقابلہ اور رقابت تھی۔ اتفاق سے مختلف جنگوں میں علاء کی سرگرمیاں اور کارروائیاں سعد سے زیادہ تھیں۔ لیکن سعد نے عمر کے زمانے میں قادسیہ کی جنگ میں ایرانیوں پر فتح پائی اور اس نے علاء کے لائے ہوئے جنگی غنائم کے مقابلے میں بہت زیادہ غنائم خلیفہ کو بھیجے تھے۔ لہٰذا علاء نے اس جنگ میں سر توڑ کوشش کی تاکہ ایرانیوں سے زیادہ غنائم حاصل کرے اور سعد سے پیچھے نہ رہے۔ اس غرض سے اس نے خلیفہ سے کوئی حکم حاصل کئے بغیر سمندری راستہ سے ایرانیوں پر حملہ کیا، جب کہ وہ اس بات کو سمجھنے سے قاصر تھا کہ اگر جنگوں میں اسے خدا نے سعد کے مقابلے میں کوئی فضیلت و برتری عطا کی تھی تو وہ خلیفہ کی

اطاعت اور فرمانبرداری کے سبب تھی اور مرتدوں سے جنگ میں فتحیابی بھی خلیفہ اول ابو بکر کے حکم کی پیروی کے سبب تھی نہ یہ کہ وہ کسی شخصی فضیلت و کرامت کا مالک تھا، جب کہ خلیفہ دوم عمر نے اسے سمندری راستے سے ایرانیوں پر حملہ کرنے سے منع کیا تھا...''

سیف اس کے بعد مزید لکھتا ہے:

''جب علاء نے سمندری راستے سے ایرانیوں پر حملہ کیا اور دونوں فوجیں ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑی ہوگئیں تو ایرانی اس کے اور اس کی کشتیوں کے درمیان حائل ہوگئے اور مسلمانوں کے لشکر نے شکست کھائی اور یہ شکست علاء کی طرف سے خلیفہ کے حکم کی نافرمانی کا نتیجہ تھی۔ اگر خدائے تعالیٰ کی عنایت شامل حال نہ ہوتی تو وہ سب کے سب اس جنگ میں مارے جاتے۔ لیکن عنایت خداوندی نے اس طرح ظہور کیا کہ اس بدون اجازت حملہ کی خبر خلیفہ کو پہنچتی ہے اور خلیفہ کے دل میں یہ بات گزرتی ہے کہ علاء اس نافرمانی کی وجہ سے شکست کھائے گا، لہٰذا فوراً اسے معزول کرکے اس کی جگہ پر دوسرے سپہ سالار کا انتخاب کرتا ہے اور اس کی مدد کے لئے تازہ دم فوج روانہ کرتا ہے۔ اس طرح خلیفہ کی فہم و فراست کے سبب خدائے تعالیٰ لشکر اسلام کو ہلاکت سے نجات دیتا ہے!''

سیف کی اس جعلی داستان کے مطابق جو کچھ ابو ہریرہ نے جنگ دارین میں علاء کی نسبت عظمت و کرامت کے طور پر بیان کیا تھا، وہ اس خلیفہ کی اطاعت و فرمانبرداری کا نتیجہ تھا، ورنہ ہم نے دیکھا کہ یہی بزرگ صحابی خلیفہ کی نافرمانی کرتا ہے تو کس طرح مصیبت اور بدبختی میں گرفتار ہوتا ہے۔ خدائے تعالیٰ نے یہ سب نعمتیں خلیفہ کی اطاعت و فرمانبرداری کے سبب علاء اور اس کی فوج کو عطا فرمائی تھیں اور نافرمانی کے سبب اس طرح شکست سے دوچار کیا تھا۔

یہ داستان اور اس جیسی دوسری داستان، سیف نے ہر زمانے میں وقت کے حکمرانوں کے مفاد کے تحفظ کے لئے جعل کی ہیں۔ اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ سیف کے افسانوں کے پھیلنے کا سب سے بڑا سبب یہی تھا تاکہ دوسروں کی صحیح روایتیں فراموشی کی نذر ہو جائیں۔

۲۔ عوام پسند ہونا

سیف کی باتوں کو شہرت ملنے کا دوسرا سبب یہ ہے کہ اس نے داستانوں اور افسانوں کو مختلف زمانے کے لوگوں کی دلچسپی اور پسند کے مطابق جعل کیا ہے۔ چونکہ عوام الناس پجاریوں کی طرح اپنے نیک اسلاف اور اجداد کی پوجا کرتے ہیں اور ان کی کرامتوں اور کمالات کو سننے کے والہانہ طور سے منتظر رہتے ہیں، اس لئے سیف نے ایسی روایتیں جعل کی ہیں جو ایسے لوگوں کی تمناؤں کو بہترین صورت میں پورا کرتی ہیں۔ سیف کی روایتوں میں اس حد تک ملتا ہے کہ نامور اسلاف اور اجداد کے مقابل قدرت کے لازوال قوانین بھی مطیع و فرمانبردار ہیں اور ان کے حکم کے ماتحت ہیں، ملائکہ اور جنات ہمیشہ ان کے مددگار تھے اور ان کے حکم کی تعمیل کے لئے تیار کھڑے رہتے تھے، حیوانات ان سے گفتگو کرتے تھے اور ان کے حکم کی تعمیل کرتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ جنگ کے میدانوں میں ان کی بہادری بے مثال ہوتی تھی اور وہ ہمیشہ فاتح و سرفراز ہوتے تھے۔

دوسری طرف ثقافت وادب کے شیدائیوں کو سیف کی روایتوں میں بہترین قصیدے، بے نظیر تقریریں، خوشنما رزم نامے اور شیریں خودستائیوں کے علاوہ بہترین اور دلچسپ عبارتوں میں جنگی عہد نامے، صلح و دوستی کے معاہدے اور وقت کے حکمرانوں کے فصیح و بلیغ فرمان اور حکم نامے ملتے ہیں۔

اسی طرح تاریخ کے دلدادہ اور تاریخ نگار بھی اپنے مقدور کے مطابق دیگر منابع کی نسبت سیف کی روایتوں سے بیشتر فائدہ اٹھاتے ہیں۔ تاریخ کے متوالے مشاہدہ کرتے ہیں کہ سیف نے ہر

تاریخ نویس کی نسبت واقعات اور تاریخی حوادث کی بیشتر اور مکمل وضاحت کی ہے۔اس نے ہر حادثہ کے جزئیات کو تفصیل سے بیان کیا ہے اور تاریخ کے نوادر اور عجائبات بیان کرنے میں کسی معمولی چیز کو بھی نظر انداز نہیں کیا ہے۔کیونکہ سیف خبر سازی میں ماہر اور افسانہ گڑھنے میں کمال رکھتا تھا۔مثال کے طور پر آپ ـــ افسانہ نویسوں کے علاوہ ـــ کسی تاریخ دان کا سراغ نہیں بتا سکتے ،جس نے سیف بن عمر تمیمی کی طرح کسی سوار کے دریائے دجلہ سے عبور کرتے وقت اس کے گھوڑے کی دم کی حرکت کے بارے میں بھی وضاحت سے تعریفیں بیان کی ہوں! (الف)

مختصر یہ کہ تاریخی حوادث وواقعات کے دل دادہ لوگوں کو جو کچھ سیف سے ملتا ہے وہ نہ صرف دیگر تاریخ دانوں اور حقائق نویسوں سے انھیں نہیں ملتا بلکہ انھیں ان چیزوں کا کہیں اور سراغ ملنا بھی ناممکن ہے۔

۳۔آسائش پرستوں کی مرضی کے ہم آہنگ ہونا

معاشرے کے سرمایہ داروں،خودسروں،طاقت ورلوگوں اور آرام وآسائش کے دلدادہ افراد کوسیف کی روایتوں اور افسانوں سے بہت فائدہ پہنچتا ہے۔چونکہ سیف کی دلچسپ داستانیں اور اس کے پرکشش افسانے اس قسم کے لوگوں کی شب باشی،عیش وعشرت اور تفریحی محفلوں کو خوشحال اور پر رونق بناتے ہیں۔

جس زمانے میں''عنترۃ ابن شداد''،''ابی زید سروجی''اور''الف لیلہ''جیسے افسانے سنانے میں قصہ خوانوں کا بازار گرم تھا اور ان افسانوں سے امیر اور بڑے لوگوں،سرمایہ دار اور با اثر شخصیتوں کو وقت گزاری میں مشغول رکھا جاتا تھا،تو اہل فکر نے بھی یہ سوچا کہ اپنے نظریات کو داستانوں اور افسانوں کے روپ میں پیش کریں تا کہ انھیں عام لوگ پڑھیں اور ہاتھوں ہاتھ ان کی تبلیغ کریں۔اسی

الف)۔عاصم کے حالات میں اس کا تفصیل سے تذکرہ آیا ہے۔

بناء پر ''اخوان الصفا'' (الف) نام کے ایک گروہ نے اپنے افکار ونظریات کو پمفلٹوں کی صورت میں شائع کر کے لوگوں میں تقسیم کیے اور ابن طفیل نے اپنے نظریات کو ''حی بن یقظان'' (ب) کی داستان کے روپ میں زبان زد خاص وعام کر دیا اور اسی طرح ابن مقفع نے اپنا مقصد کتاب ''کلیلہ ودمنہ'' کے ترجمہ سے حاصل کیا۔ اس کے بعد سیف بن عمر آیا اور اس نے ''فتوح'' اور ''جمل'' نامی اپنی دو کتابیں تالیف کر کے ان سب پر سبقت حاصل کی اور اپنے افکار ونظریات کو افسانوں کی شکل دے کر موثق اور قابل اعتماد روایتوں، تاریخ اور صحیح سیرت کے طور پر رائج کیا۔ اس طرح اپنی آرزوؤں کو عملی جامہ پہنانے میں کامیاب رہا۔

خلاصہ یہ کہ حکمران، اہل قدرت وطاقت اور سرمایہ دار طبقہ سب سیف کی احادیث میں اپنی مرضی کے مطابق مواد پاتے ہیں اور عام لوگوں کی خواہش بھی سیف پوری کرتا ہے۔ اس کے علاوہ سیف کی احادیث میں علماء اور ثقافت وادب کے شیدائی بھی اپنی بحث وگفتگو کے لئے ضروری چیزیں پاتے ہیں۔ اس طرح تاریخ، قصہ اور افسانوں کے دل دادہ افراد کی چاہت بھی ان سے پوری ہوتی ہے۔ بہر حال سیف نے تقریباً بارہ صدیوں تک ان طبقات کو اپنی مرضی کے مطابق جہاں چاہا وہاں

الف)۔ فرقۂ اسماعیلیہ کے دانشوروں کے ایک گروہ نے تقریباً ۳۷۳ھ (۹۸۳ ع) میں ''اخوان الصفا'' نام کی ایک انجمن تشکیل دی، جس کا مرکز بصرہ میں تھا۔ اس گروہ نے اپنے افکار ونظریات کے تحت مختلف موضوعات جیسے: حساب وھندسہ، موسیقی، منطق، نجوم، اور وقت کے دیگر علوم وفنون سے متعلق ۵۱ رسالے تالیف کئے اور مبدأ سے معاد تک اپنے عقائد کے ایک حصے کو ان میں بیان کیا۔ ان رسالوں کا ترجمہ ۱۸۶۱ع میں لندن میں کیا گیا۔ اور اس کا اصل عربی متن ۱۸۸۳ع میں لاپزیک، مصر اور ہندوستان میں دوبارہ طبع ہوا کشف الظنون ۱/۹۲ ۔ دائرۃ المعارف ۱/۵۲۷، ۵۲۹ ۔ الذریعہ ۱/۳۸۳، ۴/۶۲، ۷/۲۳۵، ۸/۹ و۱۰۹ ۔ اعیان الشیعہ ج/۱۰ طبع اول ملاحظہ ہو۔

ب)۔ کتاب ''حی بن یقظان ابن طفیل ابوبکر اشبیلی وفات ۵۸۱ھ کی تالیف ہے۔ یہ ایک داستان ہے جس کا ہیرو ''حی بن یقظان'' ہے۔ ابن سینا نے اس اسلوب میں دو رسالے لکھے ہیں ان میں سے ایک رسالہ ایک اخلاقی داستان پر مشتمل تھا۔ الذریعہ ۷/۱۲۸۔۱۲۹ ملاحظہ ہو

ہانکا ہے اور حسب دلخواہ انھیں مواد فراہم کرتا رہا ہے۔ بالآخر اس کے بیانات اور افسانے زبان زد خاص و عام ہو کر نسل بہ نسل پھیلتے گئے اور لوگ اس کے خود ساختہ افکار و نظریات کو روایتوں اور صحیح واقعات کی صورت میں پوری قوت کے ساتھ شائع کرتے تھے اور دوسروں کی صحیح اور معتبر احادیث کو فراموش کرتے تھے اس طرح بعض صحیح احادیث و واقعات مفقود ہو گئے ہیں۔

۴۔خاندانی تعصّبات کے ہم آہنگ ہونا

مذکورہ مطالب کے علاوہ سیف کی غیر معمولی ذہانت کا اس وقت پوری طرح اندازہ ہوتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ اس نے بڑی مہارت سے اپنے مقاصد اور عزائم کو ہر طبقہ اور خاندان کے لوگوں کی خواہشات کے مطابق رکھا ہے۔ وہ اپنی احادیث میں لوگوں کی خواہشات کی رعایت کے ساتھ ساتھ ہر حدیث کی سند کا افتخار عام طور پر مضر قبیلہ اور خاص طور پر خاندان تمیم کو بخشتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ان کے دشمنوں، یعنی یمانیوں کو ذلیل و خوار اور پست بنا کر پیش کرتا ہے اور یہ مطلب محققین اور علمی کاوش گروں پر بالکل واضح ہے۔

۵۔زندیقیوں کے ہم آہنگ ہونا

آخر میں جو چیز قابل توجہ ہے وہ یہ ہے کہ سیف کی احادیث میں اس کے جھوٹ اور تحریفات کا مطالعہ کرتے ہوئے ہم چند ایسے مسائل سے دوچار ہوتے ہیں جو کسی بھی صورت میں اس کے ان مقاصد سے جن کا ہمیں علم ہے مطابقت نہیں رکھتے جب کہ ہم بخوبی جانتے ہیں کہ سیف نے جو جھوٹ بھی بولا ہے یا کسی موضوع کی تحریف کی ہے اس کے پیچھے کسی خاص مقصد کو تحقق بخشنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اس بات کو دیکھتے ہوئے سیف کا تاریخی حوادث کے سالوں کو تغییر دینے کا کیا مقصد تھا؟ مثال کے طور پر جنگ یرموک ۱۵ھ میں واقع ہوئی ہے، سیف نے اس کا واقع ہونا ۱۳ھ میں کیوں لکھا ہے؟ شہر دمشق ۱۵ھ میں فتح ہوا ہے لیکن سیف نے اسے ۱۶ھ میں کیوں

لکھا ہے۔(الف)

سیف نے تاریخی شخصیتوں کے نام کیوں بدل دئے ہیں؟ جیسے امیر المومنین حضرت علیؑ کا قاتل عبدالرحمٰن ابن ملجم تھا، لیکن سیف نے خالد بن ملجم ذکر کیا ہے؟! عبدالمسیح بن عمرو نے خالد بن ولید سے جو صلح کی ہے، اسے عمرو بن عبدالمسیح سے نسبت دی ہے!! (ب)

یا سیف کو کس چیز نے درج ذیل حدیث جعل کرنے پر مجبور کیا ہے؟

''خلیفہ عمر نے اپنی بیوی ام کلثومؑ — امام علیؑ کی بیٹی — سے خواہش کی کہ اس کے مہمانوں کیساتھ ایک ہی دسترخوان پر بیٹھے۔ ام کلثومؑ نے اس کے جواب میں کہا: اگر تم چاہتے ہو کہ میں مردوں میں ظاہر ہو جاؤں تو میرے لئے ایسا لباس نہیں خریدتے!!'' ۵

کیا یہ مناسب ہے کہ مسلمانوں کا خلیفہ عمر اپنی بیوی سے نامحرم مردوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے کا تقاضا کرے؟ اور عمر کی بیوی کے لئے اپنے شوہر کی درخواست مسترد کرنے کا سبب مردوں کے ساتھ بیٹھنے کے لئے اس کا نامناسب لباس ہو؟!

یہ افسانے اور اس کے مانند دیگر افسانے سیف کو اس کے ان مقاصد تک ہرگز نہیں پہنچاتے جن کا ہمیں علم ہے مگر یہ کہ جو نسبت اسے زندیق ہونے کی دی گئی ہے صحیح ہو! ۶ اور اگر سیف کے زندیق ہونے کی بات صحیح ہو تو اس کی آڑ میں اس نے اپنے جعلی افسانوں کے ذریعہ تاریخ اسلام کو منحرف اور مسخ کر کے رکھ دیا ہے، اور اس صورت میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ حقائق کو تحریف کرنے میں سیف کا مقصد اسلام سے اس کے عناد اور دشمنی کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا بہر صورت وہ تاریخ اسلام کو

الف)۔ ''عبداللہ ابن سبا'' ج ۱ فصل ''تحریف سالہای حوادث'' ملاحظہ ہو

ب)۔ ملاحظہ ہو کتاب ''عبداللہ ابن سبا'' ج ۱ فصل تحریف اسماء

منحرف کرنے میں کامیاب ہوا ہے اور اس سلسلے میں اس کے مانند کوئی اور نظر نہیں آتا خواہ سیف کا یہ کام اس کے زندیق ہونے کی وجہ سے ہو یا اس کی لاپروائی اور جھوٹ کی عادت کی وجہ سے، بہر صورت وہ تاریخ اسلام کو خاص کر اسلامی فتوحات، ارتداد کے خلاف جنگوں اور تاریخی واقعات کو امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہا السلام کی خلافت کے زمانے تک تحریف کرنے میں کامیاب رہا ہے۔

جو تاریخ سیف نے تالیف کی ہے وہ اصحاب اور ان کے فتوحات کی سرکاری تاریخ کی حیثیت سے درج ہوئی ہے اور اس تاریخ کے سرکاری حیثیت پانے کا ـ مسلمانوں وغیرہ کیلئے ـ یہ نتیجہ نکلا کہ سب نے قبول کیا ہے کہ مسلمانوں نے ارتداد کی جنگوں اور فتوحات میں ہزاروں انسانوں کا قتل عام کیا ہے، اور انسانی معاشرہ میں خون کی ندیاں بہا کر ایسا رعب و وحشت اور اضطراب برپا کیا ہے کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ نتیجہ کے طور پر اسلام تلوار اور خون کی ہولی کے ذریعہ پھیلا ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ملتیں خود جابر اور ظالم حکام کے خلاف بغاوت کر کے مسلمان سپاہیوں سے جا ملتی تھیں۔ اسلام اس طرح پھیلا ہے، نہ کہ تلوار سے جیسا کہ سیف نے ثابت کیا ہے۔

گزشتہ حصوں کا خلاصہ

اما آن لنا ان نبحث عن الحقیقة

کیا اب وہ وقت نہیں آیا ہے کہ ہم حقیقت کی تلاش کریں؟

۱) زندیقیت

ہم نے دیکھا کہ علماء اور دانشوروں نے سیف کی یوں تعریف کی ہے:

''یہ حدیث جعل کرنے والا، اور اس پر زندیق ہونے کا الزام ہے''

ہم نے دیکھا کہ سیف کا وطن عراق، اس کے زمانے میں زندیقیوں کی سرگرمیوں اور ان کے نشو ونما کا مرکز تھا۔ اس لحاظ سے عراق تمام دیگر علاقوں کی نسبت ممتاز و مشخص ہے۔ اس کے علاوہ ہم نے دیکھا کہ سیف کے ہم عصر زندیقی، مسلمانوں کے افکار و عقائد کو کمزور اور متزلزل کرنے اور ان کے اتحاد و یکجہتی کی بنیادیں کھوکھلی کرنے میں کس قدر مصروف تھے اور اس سلسلے میں کیا کچھ نہ کیا۔ ان میں ایسے افراد بھی پیدا ہوئے جنھوں نے احادیث جعل کر کے لوگوں کے افکار و عقیدہ میں شبہہ ڈال دیا۔ ان ہی میں ایک ایسا شخص بھی تھا جس نے قتل ہوتے وقت اعتراف کیا تھا کہ اس نے چار ہزار

احادیث جعل کی ہیں جن کے ذریعہ حلال کوحرام اور حرام کوحلال کر دیا ہے ہمیں معلوم نہیں وہ احادیث کہاں گئیں اوران کا انجام کیا ہوا اوران احادیث نے خلفاء کی مورد تائید سرکاری کتابوں میں سے کن کن میں نفوذ کیا ہے۔

لیکن جب ہم نے خود سیف کی جعل کردہ احادیث کی سنجیدگی سے تحقیق کی اوران کا مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ اس نے بھی بڑی مہارت سے ہزاروں کی تعداد میں احادیث جعل کی ہیں اوران کے درمیان ایسی احادیث بھی ملتی ہیں جن میں رسول خدا ﷺ کے پرہیزگار اور باتقویٰ اصحاب کو نکما، ذلیل اور کمینہ بنا کر پیش کیا گیا ہے اوراس کے برعکس اسلام کا لبادہ پہنے ہوئے منافقوں اور کذابوں کو باتقویٰ، پرہیزگار اور دیندار کی حیثیت سے پہچنوایا ہے۔اس طرح توہمات پر مبنی افسانے جعل کر کے تاریخ اسلام کو الٹا دکھا کر مسلمانوں کے عقائد پر حیرت انگیز حد تک برے اثرات ڈالے ہیں اورغیر مسلموں کے افکار پر اسلام کی نسبت منفی اثرات ڈالنے میں کامیاب ہوا ہے۔اس سلسلے میں سیف اپنے ہم عصر تمام زندیقیوں کا ہم فکر اور شریک تھا۔وہ صرف ایک لحاظ سے اپنے تمام ہم فکروں پر سبقت رکھتا تھا اور وہ یہ کہ اس نے اپنی جعل کی ہوئی اکثر حدیثوں میں وقت کے حکام اور صاحب قدرت اشخاص کی براہ راست تعریف اور ستائش کی ہے اوران کے مخالفوں کی مذمت اور بدگوئی کی ہے۔اس طرح حکام وقت سے اپنے جھوٹ اور افسانوں کی تائید حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کر کے ان حدیثوں کی اشاعت کے لئے زمین فراہم کی ہے۔اسی طرح اس کے زمانے میں موجود خاندانی تعصب اوراس کا اپنا شدید خاندانی تعصب جو اس میں اپنے خاندان نزار کے لئے کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا ـــ کہ خلفائے راشدین کی ابتداء سے اموی حکمرانوں کے زمانے اور بنی عباسیوں کی سلطنت تک سب کے سب اسی خاندان سے تعلق رکھتے تھے ـــ اس کے افسانوں کی اشاعت میں انتہائی مؤثر رہا ہے۔

۲)۔تعصب

ہم نے دیکھا کہ سیف کے زمانے میں موجود اسلامی مراکز خاندانی اور قبائلی تعصب کی وجہ سے پے درپے تباہ و برباد ہو گئے اور ہر طرف فتنہ وفساد اور انتہائی خون ریزی کا بازار گرم ہوا بالآخر یہی امر بنی امیہ کی حکمرانی کی نابودی اور بنی عباس کی خلافت کے برسر کار آنے کا باعث ہوا۔ ان تمام فتنوں اور بغاوتوں کے بارے میں اس وقت کے شاعروں نے فخر و مباہات اور خودستائی پر مبنی ولولہ انگیز رزمی قطعات اور قصیدے کہے ہیں، جو یادگار کے طور پر موجود ہیں اور آج بھی ہم اس زمانے کے شعراء و ادب کے مجموعوں کو ان رزمی قصیدوں سے پر پاتے ہیں۔

اس کے علاوہ معلوم ہوا کہ انہی خاندانی تعصّبات کی وجہ سے بعض افراد نے اپنے خاندان کی فضیلت ،منقبت اور بالادستی پر مبنی تاریخی قصے اور احادیث جعل کی ہیں اور انھیں اپنے خاندانی فخر و مباہات کی سند کے طور پر دشمن کو نیچا دکھانے کے لئے استعمال کیا ہے۔لیکن اس میدان میں بھی سیف کا کوئی ہم پلہ نہیں ملتا کیوں کہ وہ اپنی کتابوں ''فتوح'' اور ''جمل'' میں شاعروں کی ایک ایسی جماعت جعل کرنے میں کامیاب ہوا ہے، جنھوں نے اپنے رزمی قصیدوں میں قبیلہ مضر کے فخر و مباہات پر عام طور سے اور خاندان تمیم کے بارے میں خصوصی طور سے دادِ سخن دی ہے ۔اس کے علاوہ سیف نے اپنے خاندان تمیم کے بہت سے ایسے شجاع و بہادر نیز اصحاب پیغمبرؐ جعل کئے ہیں جن کو اسلامی جنگوں میں فاتح سپہ سالار کی حیثیت سے دکھایا ہے ۔اس کے علاوہ اس نے خاندان تمیم سے احادیث کے بے شمار راوی جعل کئے ہیں

۳)۔من گڑھت

اس کے علاوہ ہم نے مشاہدہ کیا کہ سیف نے فتوح اور ارتداد کی جنگوں میں اپنے افسانوں کے بہادروں کی شجاعت کے جوہر دکھانے کے لئے قصہ اور کہانیاں گڑھی ہیں، جب کہ ایسی جنگیں حقیقت

میں واقع ہی نہیں ہوئی تھیں ۔اوراس نے ایسے جنگی میدانوں کا نام لیا ہے جن کا روئے زمین پر کہیں وجود ہی نہیں تھا۔اس کے علاوہ ان جنگوں میں قتل کئے گئے افراد کی تعداد لاکھوں بیان کی گئی ہے جب کہ اس زمانے میں پورے علاقے میں تمام جانداروں کی بھی اتنی تعداد نہیں تھی کہ اتنے انسان قتل یا گرفتار کئے جاتے ۔سیف نے ان افسانوی بہادروں کی زبانی فخر ومباہات اور رزمی قصیدے بیان کئے ہیں اور دشمنوں کی ہجو گوئی کی ہے اس کے علاوہ اس نے اپنے خاندان کے سور ماؤں کے نام خلفائے وقت کی طرف سے ترقی کے حکم نامے جعل کئے ہیں اور مذکورہ فاتح سپہ سالاروں کے فتح شدہ فرضی علاقوں کے لوگوں کے ساتھ جنگی معاہدے بھی درج کئے ہیں جب کہ ایسی جنگیں حقیقت میں واقع ہی نہیں ہوئی تھیں ،رونما نہ ہوئے واقعات کو جعل کرنے اور قبیلہ نزار کی فضیلتیں بیان کرنے کے لئے اس شخص کی حرص اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ خاندان تمیم کی فضیلتوں کو پھیلانے کے لئے اس نے ملائکہ اور جنات سے بھی خدمات حاصل کرنے میں گریز نہیں کی ہے ۔سیف قبیلہ مضر،خاندان تمیم خاص کر سیف کے اپنے خاندان بنی عمرو کے فخر ومباہات کی سند جعل کرنے کے لئے ہر قسم کے دھوکہ اور چالبازیوں کو بروئے کار لاتا ہے!

اس کے علاوہ ہم نے دیکھا ہے کہ سیف کے افسانوں کے سور ماؤں کے لئے کچھ معاونین کی ضرورت تھی اس لئے اس نے غیر مضریوں پر مشتمل کچھ معاون بھی جعل کئے ہیں اور ان کے لئے معمولی درجے کے عہدے مقرر کئے ہیں ۔اس طرح اس نے تاریخ اسلام میں بہت سے اصحاب تابعین اور حدیث کے راوی جعل کئے ہیں ،جن کا حقیقت میں کوئی وجود ہی نہیں تھا بلکہ وہ سب سیف بن عمر کے تخیلات کی تخلیق ہیں ۔

۴)۔حقائق کو الٹا کر کے دکھانا

ہم اس حقیقت سے بھی واقف ہوئے کہ سیف نے بعض ایسے افسانے جعل کئے ہیں ،جن

میں تاریخ کے صحیح واقعات کو تحریف کر کے ایسے افراد سے نسبت دی ہے کہ یہ واقعات کسی بھی صورت میں ان سے مربوط نہ تھے۔مثال کے طور پر قبیلہ مضر کے علاوہ کسی اور خاندان کے کسی سورما کو نصیب ہوئی فتحیابی کو کسی ایسے سپہ سالار کے نام درج کیا ہے جو خاندان مضر سے تعلق رکھتا تھا چاہے اس مضری سورما کا کوئی وجود نہ بھی ہو اور وہ محض سیف کے ذہن کی تخلیق ہو! اسی طرح اگر قبیلہ مضر کے کسی سردار سے کوئی نامناسب اور ناگوار واقعہ رونما ہوا ہو تو اسے بڑی آسانی کے ساتھ کسی غیر مضری شخص سے نسبت دے دیتا ہے اور سیف کے لئے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ یہ غیر مضری فرد حقیقی ہو یا اس کا جعل کردہ اور فرضی۔ بہر حال اس کا مقصد یہ ہے کہ مضری فرد سے بدنما داغ صاف کر کے اسے کسی غیر مضری شخص کے دامن پر لگایا جائے۔

۵)۔ پردہ پوشی

سیف نے قبیلہ مضر کے بعض ایسے سرداروں کے عیبوں پر پردہ ڈالنے کے لئے بھی حقائق میں تحریف کی ہے، جو نا قابل معافی جرم وخطا کے مرتکب ہوئے ہیں۔جیسا کہ ہم نے خلیفہ عثمان کے معاملہ میں عائشہ،طلحہ وزبیر کے اقدامات کے بارے میں دیکھا جو عثمان کے قتل پر تمام ہوئے۔یا ان ہی تین اشخاص یعنی عائشہ،طلحہ وزبیر کے امام علیؑ کے خلاف اقدامات جو جنگ جمل کی شکل میں ظاہر ہوئے۔چونکہ یہ سب قبیلہ نزار ومضر سے تعلق رکھتے تھے،اس لئے سیف نے کوشش کی کہ اس عیب سے ان تمام افراد کے دامن کو پاک کرے۔لہٰذا اس نے ''عبداللہ ابن سبا'' کے حیرت انگیز افسانہ کو جعل کر کے تمام فتنوں،بغاوتوں اور برے کاموں کو ابن سبا اور سبائیوں کے سر تھوپ دیا۔سیف نے جس ابن سبا کا منصوبہ مرتب کیا ہے،وہ یہودی ہے اور اس نے یمن سے اٹھکر مسلمانوں کے مختلف شہروں میں فتنہ اور بغاوتیں بر پا کی ہیں۔سیف،عبداللہ اور اس کے پیروؤں کو سبائی کہتا ہے اور اس خیالی گروہ کو یمنی بتا کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ یمنی روئے زمین پر فتنہ گر اور بدترین لوگ

ہیں۔اس طرح بدترین اعمال کے عاملوں، جو درحقیقت قبیلہ نزار ومضر سے تعلق رکھتے تھے، کی مضحکہ خیزطور پر پردہ پوشی کرتا ہے۔لیکن قبیلہ مضر کے علاوہ دیگر افراد، جیسے عمار یاسر، ابن عدلیس اور مالک اشتر وغیرہ، جو سب قحطانی تھے، کو سیف نہ فقط بری نہیں کرتا بلکہ ان حوادث میں ان کی مداخلت کو محکم تر کر کے ان پر اپنے افسانے کے ہیرو عبداللہ ابن سبا کی پیروی، ہم فکری اور مشارکت کا الزام لگاتا ہے وہ اس طرح قبیلۂ مضر کی ان رسوائیوں پر پردہ ڈالتا ہے۔

۶)۔کمزور کو طاقتور پر فدا کرنا

لیکن قبیلہ مضر کے کسی سردار اور اسی قبیلہ کے کسی معمولی شخص کے درمیان اگر کوئی ٹکراؤ یا اختلاف پیدا ہوتا ہے، تو سیف اس خاندان کے معمولی فرد کو خاندان کی عظمت پر قربان کر دیتا ہے سیف کا مقصد خاندان مضر کی عظمت و بزرگی، زر وزور کے خداؤں کے فخر ومباہات، نامور پہلوانوں سپہ سالاروں کی شجاعت و بہادری کی ترویج وتبلیغ ہے اور اس راہ میں وہ کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتا۔اس کی مثال کے لئے سیف کا خالد بن سعید اموی مضری کو خلیفہ اول ابوبکر کی بیعت نہ کرنے پر سرکوب اور بد نام کرنا اور مالک بن نویرہ پر صرف اس لئے ناروا تہمتیں لگانا کہ خالد بن ولید نزاری کی حیثیت محفوظ رہے، کافی ہے۔

لیکن اگر کسی مضری اور یمانی کے درمیان کوئی ٹکراؤ یا حادثہ پیش آیا ہو اور سیف نے اسے سبائیوں کے افسانہ میں ذکر نہ کیا ہو تو اس کے لئے الگ سے قصہ اور افسانہ جعل کر کے اس میں حتیٰ الامکان یمنی کو ذلیل وخوار کرتا ہے اور مضری شخص کے مرتبہ ومنزلت کو اونچا کر کے پیش کرتا ہے۔اس سلسلے میں مضری خلیفہ عثمان کے ذریعہ ابوموسیٰ اشعری یمنی کو معزول کرنے کا مسئلہ قابل توجہ ہے۔

۷)۔حدیث سازی کا تلخ نتیجہ

ان تمام امور کے نتیجہ میں اسلام کی ایک ایسی تاریخ مرتب ہوئی ہے جو بالکل جھوٹ اور

افسانوں سے بھری ہے۔اس طرح تاریخ اسلام میں ،اصحاب ،تابعین ،راویوں ،سپہ سالاروں اور رزمیہ شعراء پر مشتمل ایسے اشخاص مشہور ہوئے ہیں،جن میں سے ایک کا بھی وجود سیف کے افسانوں سے باہر ہرگز پایا نہیں جاتا۔اس کے باوجود سیف سے نقل کر کے ان میں سے ہر ایک کی زندگی کے حالات لکھے گئے ہیں اور انھیں تاریخ کی معتبر کتابوں اور دیگر دسیوں کتابوں میں مختلف موضوعات کے تحت درج کیا گیا ہے کہ ہم نے گزشتہ بحثوں میں ان میں سے ستر کے قریب نمونوں کا ذکر کیا ہے۔

۸)۔سیف کی احادیث پھیلنے کے اسباب

ہم نے سیف کی احادیث کے پھیلنے کے اسباب کے بارے میں کہا کہ اس کی حیرت انگیز روایات اور افسانوں کے پھیلنے اور علماء و دانشوروں کی طرف سے ان کو اہمیت دینے کے اسباب درج ذیل ہیں:

ا۔سیف نے اپنی داستانوں اور افسانوں کو ایسے جعل کیا ہے کہ ہر زمانے کے حکمرانوں، ارباب اقتدار اور دولتمندوں کے مفادات اور مصلحتوں کا تحفظ کر سکیں۔جیسا کہ ہم نے علاء خضری کی داستان میں دیکھا کہ دارین کی جنگ میں وہ اپنے پیادہ و سوار سپاہیوں کے ہمراہ سمندر کے پانی سے ایسے گزرا جیسے وہ صحرا کی نرم ریت پر چل رہا تھا جب کہ اس سمندری فاصلہ کو کشتی سے طے کرنے کے لئے ایک شب و روز کا زمانہ درکار تھا اس کے علاوہ اس جنگ میں جتنی بھی کرامتیں اس نے دکھائیں وہ سب علاء کی جانب سے خلیفہ اول کی فرمانبرداری و اطاعت کے نتیجہ میں تھیں چوں کہ جب یہی علاء دوسرے خلیفہ کی اجازت کے بغیر بلکہ اس کی نافرمانی کرتے ہوئے ایران پر حملہ کرتا ہے تو شکست سے دوچار ہوتا ہے اور ذلیل وخوار ہو جاتا ہے۔اس لئے اگر علاء سے کوئی کارنامہ دیکھنے میں آیا ہے تو وہ صرف خلیفہ اول کی اطاعت کے نتیجہ میں تھا،نہ یہ کہ علاء کسی ذاتی فضل و شرف کا مالک تھا کیوں کہ ہم نے دیکھا کہ دوسری بار خلیفہ دوم کی نافرمانی کے نتیجہ میں اس کے فضل و شرف کا کہیں نام ونشان نظر

نہیں آتا۔اس قسم کے افسانے وقت کی سیاست کے مطابق اور خلافت کی مصلحتوں اور مفادات کو مد نظر رکھتے ہوئے جعل کئے گئے ہیں۔اسی لئے یہ افسانے ہر زمانہ میں حکمراں طبقہ اوران کے حامیوں کی طرف سے موردتائیدوحمایت قرار پائیں گے۔

۲۔اس نے اپنے افسانوں کوعوام پسند، ہردل عزیز اور ہرزمانے کے متناسب جعل کیا ہے۔ اسلاف کی پوجا کرنے والے اس افسانوں میں اپنے اجداد کی بے مثال عظمتیں اور شجاعتیں پاتے ہیں۔ثقافت وادب کے شیدائی منتخب اور دلچسپ اشعار اور نثر میں بہترین اور دلپسند عبارتیں پاتے ہیں۔تاریخ کے متوالوں کو بھی ایک قسم کے تاریخی اسناد، جیسے خطوط،عہد نامے، دستاویز اور تاریخ کے بارے میں جزئیات ملتے ہیں اور عیش وعشرت کی زندگی گزارنے والوں کو بھی سیف کے افسانوں میں اپنا حصہ ہاتھ آتا ہے تا کہ اپنی شب باشی کی محفلوں میں اس کے شیرین قصوں اور داستانوں سے لطف اندوز ہوسکیں۔

مختصر یہ کہ حکام اور اہل اقتدار، جو کچھ اپنی سیاست کے مطابق چاہتے ہیں سیف کے افسانوں میں پاتے ہیں۔اس کے علاوہ عام لوگ بھی اپنی چاہت کے مطابق مطالب سے محروم نہیں رہتے۔علماء اور ادب کے شیدائی بھی اپنی مرضی کے مطابق بحث ومباحثے میں کام آنے والی چیزوں سے مستفید ہوتے ہیں۔

ہم نے مشاہدہ کیا کہ سیف کو دوسروں پر اس لئے سبقت حاصل ہے کہ اس نے دوسروں کی نسبت اپنے شخصی مفاد کو کامیابی کے ساتھ تمام طبقوں کی خواہشات کے مطابق ہماہنگ کیا ہے اس نے مختلف طبقات کی خواہشات کو پورا کرنے کے باوجود عام طور پر قبیلۂ مضر کو اور خاص طور پر خاندان تمیم کو ہمیشہ کے لئے با افتخار بنانے میں کوئی کوتاہی نہیں کی ہے۔اس کے علاوہ اپنے خاندان کے دشمنوں جیسے ،یمنیوں اور سبائیوں کو ذلیل وخوار کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی ہے۔

۹)۔سیف کے مقاصد

مذکورہ بالا تمام چیزوں کا سیف کے بیانات میں واضح طور پر مشاہدہ ہوتا ہے۔لیکن تاریخی حوادث کی تاریخوں میں تحریف کرنے کا کیا سبب تھا؟اور کس چیز نے سیف کو اس بات پر مجبور کیا کہ تاریخی اشخاص کے نام بدل دے،مثال کے طور پر عبدالرحمٰن ابن ملجم کے بجائے خالد بن ملجم بتائے؟یا کون سی چیز اس کا باعث بنی کہ وہ یہ داستان گڑھے کہ عمر اپنی بیوی سے یہ کہیں کہ مردوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھائے!اور ان کی بیوی کا اپنے شوہر کی تجویز پر اطاعت نہ کرنے کا سبب اس کا نامناسب لباس ہو؟اور اسی طرح کی دوسری مثالیں؟یہ وہ مسائل ہیں جن سے سیف کے وہ مقاصد پورے نہیں ہو سکتے جن سے ہم واقف ہیں،مگر یہ کہ اس پر زندیق ہونے کا الزام صحیح ثابت ہو اور اگر یہ الزام اس پر صحیح ثابت ہوجائے تو یہ ثابت ہوجائے گا کہ ان تمام جھوٹ اور افسانوں کے گڑھنے کا اس کا اصلی مقصد اسلامی تاریخ کے حقائق میں تبدیلی لانے،تحریف کرنے اور انھیں مسخ کرنے کے علاوہ کچھ اور نہیں تھا۔اور اس میں سیف اس قدر کامیاب ہوا ہے کہ یہ کامیابی اس کے علاوہ کسی اور زندیق کو نصیب نہیں ہوئی ہے۔

بہر حال،خواہ سیف کے زندیقی ہونے اور اسلام کے ساتھ اس کی دشمنی کے سبب یا جھوٹ اور افسانے گڑھنے میں اس کی غفلت اور حماقت کی وجہ سے،جو بھی ہو،اس نے تاریخ اسلام کو خاص کر ارتداد اور فتوح کی جنگوں میں اور ان کے بعد حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کے زمانے تک کے تاریخی حوادث میں زبردست تحریف کی ہے۔

ستم ظریفی یہ ہے کہ جو کچھ سیف نے جعل کیا ہے وہ اسلام،پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب ان کی جنگوں اور فتحیابیوں کی باقاعدہ اور معتبر تاریخ محسوب ہوتا ہے۔جھوٹ اور افسانوں پر مشتمل اس قسم کی تاریخ کو باقاعدہ طور پر تسلیم کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ اسلام کے دشمنوں کو یہ دعویٰ کرنے کا موقع ملا

کہ اسلام تلوار کے ذریعہ اور ہزار ہا انسانوں کے خون کی ہولی کھیلنے کے بعد پھیلا ہے۔ جب کہ حقیقت یہ نہیں ہے بلکہ یہ خود ملتیں اور قومیں تھیں جو ظالم اور جابر حکام کے خلاف بغاوت کر کے اسلام کے سپاہیوں کی صف میں شامل ہو کر گروہ گروہ دین اسلام قبول کرتی تھیں۔ حقیقت میں اسلام اسی طرح پھیلا ہے نہ کہ تلوار کے ذریعہ جیسا کہ سیف کا دعویٰ ہے۔

۱۰)۔ ہماری ذمہ داری:

یہ وہ تاریخ ہے جسے سیف نے تاریخ اسلام کے طور پر تدوین کیا ہے اور یہ عوام الناس میں محترم قرار پا کر تسلیم کی گئی ہے اور جو کچھ دوسروں نے حقیقی واقعات پر مشتمل تاریخ اسلام لکھی ہے ،سیف کے افسانوں کی وجہ سے ماند پڑ گئی ہے اور سرد مہری وعدم توجہ کا شکار ہو کر فراموش کر دی گئی ہے۔ اس طرح ہر نسل نے جو کچھ سیف کے افسانوں سے حاصل کیا، اسے اپنے بعد والی نسل کے لئے صحیح تاریخی سند کے طور پر وراثت میں چھوڑا اور اس کے تحفظ کی تاکید کی ہے۔ اسی طرح صدیاں گزر گئیں۔

گزشتہ بارہ صدیوں سے یہی حالت جاری ہے۔ اور ہماری تدوین شدہ تاریخ ،خصوصاً فتوح، ارتداد اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کی تاریخ کی یہی ناگفتہ بہ حالت ہے۔ لیکن کیا اب وقت نہیں آیا ہے کہ ہم ہوش میں آئیں اور اپنے آپ کو اس زندیق کے فتنوں کے پھندوں سے آزاد کریں؟ کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا ہے کہ ہم حقیقت کی تلاش کریں؟ اگر ہمیں ایسا موقع ملا اور اس بات کی اجازت ملی کہ تاریخ کی بڑی کتابوں اور معارف اسلامی کے دیگر منابع کے بارے میں تعصب اور فکری جمود سے اوپر اٹھ کر بحث و تحقیق کریں تا کہ اسلام کے حقائق سے آشنا ہو سکیں تو ایسی بحث کے مقدمہ کے طور پر سب سے پہلے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے اور حقیقی اصحاب کی شناخت اور پہچان ضروری ہو گی اور اس سلسلے میں پہلے سیف کے جعلی اصحاب کو پہچاننے کی ضرورت ہے ایسے صحابی

جنھیں اس نے سپہ سالار اور احادیث کے راویوں کی شکل میں جعل کیا ہے اور اپنی احادیث کی تائید کے لئے اپنی روایتوں میں بے شمار راوی جعل کئے ہیں اور شعراء، خطباء حتی جن وانس سے بھی مدد حاصل کی ہے جب کہ ان میں سے کسی ایک کا بھی حقیقت میں وجود نہیں ہے۔

اس کتاب کے اگلے حصوں میں ہم سیف کے افسانوں کے ایسے سورماؤں کے بارے میں بحث وتحقیق کریں گے جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کے طور پر پیش کئے گئے ہیں خدا شاہد ہے کہ ہم نے جو یہ کام اور راستہ اختیار کیا ہے اس میں اسلام کی خدمت اور خدا کی رضا مندی حاصل کرنے کے علاوہ کوئی اور مقصد کارفرما نہیں ہے۔

ہم اس کتاب کو اس کے تمام مطالب اور مباحث کے ساتھ علماء اور محققین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ اس کی تکمیل میں اپنی راہنمائی اور علمی تنقید کے ذریعہ ہماری مدد اور تعاون فرمائیں۔

خدائے تعالی سے دعا ہے کہ حق وحقیقت کی طرف ہماری راہنمائی ودستگیری فرمائے! اور اپنی پسندیدہ راہ کی طرف راہنمائی فرمائے!

گزشتہ بحث کا ایک جائزہ اور آئندہ پر ایک نظر

گزشتہ فصلوں میں ہم نے زیرِنظر مباحث کی بنیاد کے طور پر چند کلی مسائل بیان کئے اور اس طرح زندیقیت اور زندیقیوں کا تعارف کرایا اور خاندانی تعصّبات کی بنیاد پر حدیث اور تاریخ اسلام پر پڑنے والے برے اثرات سے واقف ہوئے۔ اس کے علاوہ اس حقیقت سے بھی واقف ہوئے کہ سیف بن عمر ایک زبردست متعصب اور خطرناک زندیقی تھا۔ اس میں زندیقیت اور تعصب دو ایسے عامل موجود تھے جو حدیث جعل کرنے کے لئے اسے بڑی شدت سے آمادہ کرتے تھے۔ اور یہی قوی دو عامل اسے تاریخ اسلام میں ہر قسم کے جعل، تحریف، جھوٹ اور افسانہ سازی میں مدد دیتے تھے جس کے نتیجہ میں اس نے اپنے تخیلات کی طاقت سے بہت سے راوی، شاعر اور اصحاب کو اپنی احادیث اور افسانوں کے کردار کے طور پر جعل کر کے انھیں اسلام کی تاریخ و لغت میں داخل کر دیا ہے

اس کتاب کی تالیف کا مقصد سیف کے جعل کئے ہوئے افراد کے ایک گروہ کا تعارف کرانا ہے جنھیں اس نے تاریخ اسلام میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کی حیثیت سے پیش کیا ہے

سیف نے اپنے جعلی اور افسانوی اصحاب میں سے اہم اور نامور افراد کو خاندان تمیم سے مربوط ثابت کیا ہے، جو اس کا اپنا خاندان ہے اور باقی اصحاب کو دوسرے مختلف قبیلوں سے مربوط دکھایا ہے اب ہم ان کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے ان میں سے ہر ایک کے بارے میں الگ الگ فصل میں بحث و تحقیق کریں گے۔ ہم اس بحث کا آغاز خاندان تمیم سے مربوط جعلی اصحاب سے کرتے ہیں، جن کا سرغنہ اور سب سے پہلا شخص ''قعقاع بن عمرو'' ہے۔

تیسرا حصہ :

ا۔ قعقاع بن عمرو تمیمی

- پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں
- ابوبکر کے زمانے میں
- حیرہ کی جنگوں میں
- حیرہ کی جنگوں کے بعد
- مصیخ و فراض کی جنگوں میں
- خالد کے شام کی طرف جاتے ہوئے
- شام کی جنگوں کے دوران
- عمر کے زمانہ میں
- عراق کی جنگوں میں
- ایران کی جنگوں میں
- دوبارہ شام میں
- نہاوند کی جنگوں میں
- عثمان کے زمانے میں
- حضرت علی علیہ السلام کے زمانے میں
- بحث کا خلاصہ
- احادیث سیف کے راویوں کا سلسلہ

قعقاع ۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں

لم نجد له ذكرا في غير احاديث سيف

ہم نے قعقاع کا نام سیف کی احادیث کے علاوہ کہیں نہیں پایا۔

(مؤلف)

اسلامی تاریخ اور لغت کی دسیوں معروف و مشہور کتابوں میں ''قعقاع بن عمرو'' کا نام اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی کی حیثیت سے اس کی زندگی کے حالات درج کئے گئے ہیں ابوعمر کی تالیف کتاب ''استیعاب''[1] ان کتابوں میں سے ہے جو آج کل ہماری دست رس میں ہیں ۔ اس مؤلف نے قعقاع کی زندگی کے حالات خصوصیت سے لکھے ہیں وہ لکھتا ہے:

''قعقاع، عاصم کا بھائی اور عمرو تمیمی کا بیٹا ہے۔ ان دونوں بھائیوں نے جنگ قادسیہ میں ــــ جس میں ایرانی فوج کا سپہ سالار رستم فرخ زاد تھا ــــ بے مثال اور قابل تحسین شجاعت اور بہادری کا مظاہرہ کیا ہے اور شائستہ و قابل احترام مرتبہ و منزلت کے مالک بن گئے''

''استیعاب'' کے مولف کے بعد ابن عساکر'' تاریخ شہر دمشق'' ۲ میں قعقاع بن عمرو کے بارے میں یوں رقم طراز ہے:

''قعقاع، رسول خدا کا صحابی تھا! وہ ایک قابل ذکر بہادر اور نامور عربی شاعر تھا۔اس نے ''جنگ یرموک'' اور ''فتح دمشق'' میں شرکت کی ہے۔اس نے عراق اور ایران کی اکثر جنگوں میں بھی شرکت کی ہے اور شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائے ہیں اور قابل ذکر ونمایاں جنگیں لڑی ہیں''

قعقاع کے بارے میں دوسری صدی ہجری کی ابتداء سے آج تک یوں بیان کیا گیا ہے:

''قعقاع، اسلامی جنگوں میں ہمیشہ ایک دادرس وفریادرس بہادر کی حیثیت سے رہا ہے ۳ وہ خانقین، ہمدان اور حلوان کا فاتح ہے'' ۴

ان خصوصیت کا مالک قعقاع کون ہے؟

قعقاع کا شجرۂ نسب

سیف نے قعقاع کا خیالی شجرۂ نسب ذکر کیا ہے:

''قعقاع عمرو ابن مالک کا بیٹا ۱ ہے۔اس کی کنیت ابن حنظلہ ہے ۲ ۔اس کے ماموں خاندان بارق ۳ سے تھے۔اور اس کی بیوی ہنیدہ، عامر ہلالیہ کی بیٹی تھی جو خاندان ہلال نخع سے تعلق رکھتا تھا '' ۴

قعقاع رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی

طبری اور ابن عساکر، دونوں کا قول ہے کہ سیف نے یوں بیان کیا ہے:

''قعقاع رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے تھا۔'' ۱

ابن حجر شعری نے سیف کا نقل کیا ہوا قعقاع کا قول حسب ذیل ذکر کیا ہے:

''میں تہامہ کی ترقی و درخشندگی کو دیکھ رہا تھا، جس دن خالد بن ولید ایک نفیس گھوڑے پر سوار ہو کر سواروں کی قیادت کر رہا تھا، میں سیف اللہ کی فوج میں محمد ﷺ کی تلوار تھا اور آزادانہ طور پر سب سے پہلے اسلام لانے میں سبقت کرنے والوں کے شانہ بشانہ قدم بڑھا رہا تھا''

قعقاع سے منقول ایک حدیث:

ابن حجر ''اصابہ'' میں قعقاع کی زندگی کے حالات کے بارے میں سیف سے نقل کرتے ہوئے خود قعقاع کی زبانی یوں نقل کرتا ہے:

''رسول خدا ﷺ نے مجھ سے فرمایا: تم نے جہاد کے لئے کیا آمادہ کیا ہے؟ میں نے جواب میں کہا: خدا اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اور اپنا گھوڑا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: سب کچھ یہی ہے''

ابن حجر، سیف سے نقل کرتے ہوئے قعقاع کی زبانی مزید نقل کرتا ہے:

''میں رسول خداؐ کی رحلت کے وقت وہاں پر موجود تھا۔ جب ہم نے ظہر کی نماز پڑھ لی تو ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اور بعض لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا: انصار سعد کو خلیفہ منتخب کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں تاکہ رسول خدا ﷺ سے کئے ہوئے معاہدے اور وصیت کو کچل کے رکھ دیں۔ مہاجرین یہ خبر سن کر پریشان ہو گئے...'' (الف)

ابن حجر مزید لکھتا ہے:

''ابن مسکن نے کہا ہے کہ سیف بن عمر ضعیف ہے، یعنی اس کی یہ روایت قابل اعتبار نہیں ہے''

الف)۔ عبد اللہ ابن سباج ۱/۱، بحث سقیفہ میں اس جعلی حدیث پر تحقیق کی گئی ہے۔

علم رجال کے عالم ودانشور رازی نے بھی اس داستان کوخلاصہ کے طور قعقاع کی زندگی کے حالات میں ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

''سیف کی روایتوں کو دیگر لوگوں نے قبول نہیں کیا ہے، لہٰذا یہ حدیث خود بخود مردود ہے اور ہم نے اسے صرف قعقاع کو پہچاننے کے لئے نقل کیا ہے'' ۲

ابن عبدالبر نے قعقاع کی زندگی کے حالات کے بارے میں رازی کی پیروی کی ہے اور جو کچھ اس نے اس کے بارے میں لکھا ہے اور سیف کے بارے میں نظریہ پیش کیا ہے سب کو اپنی کتاب کتاب میں درج کیا ہے۔

سند کی تحقیقات

قعقاع کے شجرۂ نسب کو سیف، صعب بن عطیہ کی زبانی، اس کے باپ بلال ابن ابی بلال سے روایت کرتا ہے۔ سیف کی روایتوں میں نو مواقع پر صعب کا نام ذکر ہوا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سات اصحاب کی زندگی کے حالات ان روایتوں سے حاصل کئے گئے ہیں۔ (الف)

اس کی کنیت، جو ابن الحنظلیہ بتائی گئی ہے اور یہ کہ قعقاع رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی ہے یہ سب سیف کی روایتیں ہیں اور اس کی روایتوں کی سند میں محمد بن عبداللہ بن سواد بن نویرہ کا نام ذکر ہوا ہے۔ طبری کی کتاب ''تاریخ طبری'' میں سیف کی روایتوں میں سے ۲۱۶ روایتوں کی سند میں عبداللہ کا نام آیا ہے۔

سیف کی روایت میں مذکورہ محمد بن عبداللہ سے منقول قعقاع کی بیوی کا نام مہلب بنت عقبہ اسدی بیان ہوا ہے۔ تاریخ طبری میں سیف کی ۶۷ روایات کی سند میں مہلب کا نام ذکر ہوا ہے۔ لیکن قعقاع کے شعر کے بارے میں یہ ذکر نہیں ہوا ہے کہ سیف نے کسی راوی سے نقل کیا

الف)۔ ملاحظہ ہو اسی کتاب کی جلد ۲ میں عفیف بن المنذر اور دیگر چھ تمیمی اصحاب کی زندگی کے حالات۔

ہے تا کہ ہم اس کے راوی کے بارے میں بحث کریں۔

اسی طرح جنگی آمادگی کے بارے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کی گئی اس کی حدیث اور سقیفہ کے دن اس کا مسجد میں موجود ہونا، یہ دونوں چیزیں سیف کے افسانہ کے ہیرو "قعقاع" سے نقل ہوئی ہیں، اس کے علاوہ اس کی کوئی اور سند نہیں ہے۔

ہم نے حدیث، تاریخ، انساب اور ادب کی تمام کتابوں میں جستجو کی تا کہ مذکورہ راویوں کا کہیں کوئی سراغ ملے، لیکن ہماری تلاش کا کوئی نتیجہ نہ نکلا چوں کہ ان کے نام یعنی صعب، محمد، مہلب اور خود قعقاع سیف کی روایتوں کے علاوہ کہیں اور نہیں پائے جاتے لہٰذا حدیث شناسی کے قاعدے اور قانون کے مطابق ہم نے فیصلہ کیا کہ ان کا کوئی وجود ہی نہیں تھا اور یہ سب کے سب سیف کے ذہنی تخیل کی تخلیق اور جعلی ہیں۔

تحقیقات کا نتیجہ: جو کچھ اب تک قعقاع کے بارے میں ہم نے بیان کیا وہ صرف سیف کی روایت تھی، کسی اور نے اس کے بارے میں کسی قسم کا ذکر نہیں کیا ہے کہ ہم اس کا مقابلہ اور مقائسہ کرتے۔ سیف ان مطالب کا تنہا ترجمان ہے۔ اس طرح اس کے مطالب کے واسطے ۔ روایتوں کی سند ۔ بھی اس کے ذہن کی تخلیق معلوم ہوتی ہے۔

سیف کی حدیث کا نتیجہ

اول۔ سیف اپنے مطالب کا مطالعہ کرنے والے کو اس طرح آمادہ کرتا ہے کہ ایک مطیع اور فرمانبردار کی طرح آنکھ بند کر کے مست و مدہوشی کے عالم میں ایک نغمہ سننے والے کی طرح اس کی باتوں میں محو ہو جائے۔

دوم۔ قعقاع کے بارے میں جو کچھ بیان ہوا اور جو مطالب آئندہ آئیں گے اس سے معلوم ہوگا کہ سیف نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ایک ایسا صحابی جعل کیا ہے جو بزرگوار اور جلیل القدر ہے

اور یہ بزرگوار، خاندان تمیم کی عظمت کا نمونہ ہے۔ یہ ایک خوش ذوق شاعر اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کا راوی ہے کہ اس کے بارے میں اصحاب کی زندگی کے حالات اور احادیث کے راویوں کی شناخت کے ذیل میں گفتگو ہوگی۔

قعقاع، ابوبکرؓ کے زمانے میں

لا یھزم جیش فیھم مثل ھذا

جس فوج میں ایسا بہادر ـ قعقاع ـ موجود ہو وہ
فوج ہرگز شکست سے دوچار نہیں ہوگی
(ابوبکر کا بیان بقول سیف!)

قعقاع ارتداد کی جنگوں میں

طبری ۱۱ھ کے حوادث میں قبیلۂ ہوازن کے ارتداد کی بحث کے بارے میں یوں روایت کی ہے:

"جب علقمہ بن علاثہ کلبی مرتد ہوا، تو ابوبکر نے قعقاع بن عمرو کو حکم دیا کہ اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر ڈالے یا گرفتار کرے، قعقاع نے ابوبکر کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے قبیلۂ ہوازن پر حملہ کیا علقمہ جنگل کے راستہ سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا لیکن اس کے خاندان کے افراد قعقاع کے ہاتھوں گرفتار ہوئے۔ قعقاع نے انھیں ابوبکر کے خدمت میں بھیجا۔ علقمہ کے خاندان نے ابوبکر کے

سامنے اسلام کا اظہار کیا اور اپنے خاندان کے سردار کے عقائد کی تاثیر سے انکار کیا تو ان کی توبہ قبول کر لی گئی اور ان میں سے کوئی بھی قتل نہیں ہوا'' [۱]

یہ داستان کہاں تک پہنچی؟

طبری نے اس داستان کو سیف سے نقل کیا ہے اور ابوالفرج اور ابن حجر نے علقمہ کی زندگی کے حالات کے سلسلے میں طبری سے نقل کیا ہے۔ اور ابن اثیر نے اسے خلاصہ کر کے طبری سے روایت کرتے ہوئے اپنی کتاب کامل میں درج کیا ہے۔

سیف کی روایت کا دوسروں کی روایت سے فرق

یہ داستان مذکورہ صورت میں سیف بن عمر نے نقل کی ہے جب کہ حقیقت کچھ اور ہے۔ اس سلسلے میں مدائنی لکھتا ہے:

''ابوبکر نے خالد بن ولید کو علقمہ کے خلاف کاروائی کرنے پر مامور کیا۔ علقمہ خالد کے چنگل سے بھاگ کر ابوبکر کی خدمت میں پہنچا اور اسلام قبول کیا۔ ابوبکر نے اسے معاف کر کے امان دے دی'' [۲]

مذکورہ داستان کے پیش نظر سیف نے خالد بن ولید کے کام کو قعقاع بن عمرو تمیمی کے کھاتے میں ڈال دیا ہے تا کہ یہ سعادت اس کے اپنے قبیلہ تمیم کو نصیب ہو جائے۔ اس کے بعد طبری نے سیف کی جعلی داستان کو نقل کر کے اپنی تاریخ میں درج کیا ہے اور دیگر لوگوں نے بھی جھوٹ کو طبری سے نقل کیا ہے۔

موازنہ کا نتیجہ

علقمہ کی داستان ایک حقیقت ہے یہ داستان پوری کی پوری سیف کے تخیلات کی ایجاد نہیں ہے۔ بلکہ موضوع یہ ہے کہ سیف بن عمر نے خالد بن ولید کے کارنامے کو قعقاع بن عمرو تمیمی سے

نسبت دے دی ہے۔

سند کی جانچ پڑتال

اس داستان کی سند میں ''سہل بن یوسف سلمی'' اور ''عبداللہ بن سعید ثابت انصاری'' جیسے راویوں کے نام ذکر ہوئے ہیں۔ تاریخ طبری میں سیف نے سہل سے ۱۳۷ احادیث اور عبداللہ سے ۱۶ احادیث روایت کی ہیں۔ چوں کہ ہم نے ان دو راویوں کا نام کتب طبقات وغیرہ میں کہیں نہیں پایا، لہٰذا ہم ان دو راویوں کو بھی سیف کے جعلی راویوں کی فہرست میں شامل کرنے کا حق رکھتے ہیں۔

اس داستان کا نتیجہ

۱۔ خلیفہ کے حکم سے قعقاع بن عمرو کا ہوازن کی جنگ میں شرکت کرنا اور علقمہ کے خاندان کا اس کے ہاتھوں اسیر ہونا، قعقاع بن عمرو تمیمی کے لئے ایک فضیلت ہے۔

۲۔ سیف نے اپنے مقصد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے حقائق میں تصرف کر کے ایک سچے واقعہ کی بنیاد پر ایک الگ اور جھوٹی داستان گڑھ لی ہے اور اس سے قبیلہ تمیم کے حق میں استفادہ کیا ہے جب کہ نہ قعقاع کا کوئی وجود ہے اور نہ اس کی جعلی داستان کی کوئی حقیقت ہے۔ یہ صرف سیف بن عمر تمیمی کے خیالات اور افکار کی تخلیق ہے۔

لیکن اس داستان کے علاوہ جو علقمہ کے نام سے مشہور ہے یاقوت حموی نے لغت ''بزاخہ'' — جو سرزمین نجد میں ایک پانی کا سرچشمہ تھا اور ارتداد کی جنگیں اسی کے اطراف میں لڑی گئی ہیں — کی وضاحت کرتے ہوئے یوں لکھا ہے:

''مسحلان (الف) اس روز میدان جنگ سے فرار کر کے اپنی جان بچانے میں

الف)۔ سیف کے کہنے کے مطابق دشمن کے لشکر کے معروف افراد مسحلان کہلائے جاتے تھے سیف اپنے تخیلات کی مخلوق کے سرداروں کے نام اکثر و بیشتر الف و نون پر ختم کرتا تھا مثلاً قماذیان ابن ہرمزان اور ابن الحیسمان و مسحلان وغیرہ ملاحظہ ہو کتاب طبری چاپ یوروپ (۱/۱/۲۸۰) اور (۱/۲۴۰)

کامیاب ہوا اس دن اس نے میدان کارزار میں گرد وغبار آسمان پر اڑتے دیکھا اور
خالد میدان جنگ میں دشمنوں کی فوج کو تہس نہس کر رہا تھا اور دشمنوں کو وحشی کتوں کی
طرح چیر پھاڑ کر زمین پر چھوڑ دیتا اور آگے بڑھ جاتا تھا''

حموی کی یہ عادت ہے کہ جن جگہوں کا وہ نام لیتا ہے ان کے بارے میں سیف کے اشعار کو کسی راوی کا اشارہ کئے بغیر گواہ کے طور پر ذکر کرتا ہے اس قسم کی چیزیں ہمیں بعد میں بھی نظر آئیں گی.

ہم نہیں جانتے ان اشعار میں سیف کیا کہنا چاہتا ہے! کیا ان شعار کے ذریعہ قعقاع کو ''بزاخہ'' میں خالد کی جنگوں میں براہ راست شریک قرار دینا چاہتا ہے اور اسی لئے یہ اشعار کہے ہیں یا اس جنگ میں قعقاع کی شرکت کے بغیر اس کی توصیف کرنا چاہتا ہے۔ ہماری نظر کے مطابق یہ امر بعید دکھائی دیتا ہے۔ بہر حال جنگ ''بزاخہ'' کا ذکر کرنے والوں نے قعقاع کا کہیں نام تک نہیں لیا ہے۔

جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے، اس کے علاوہ ہم نے ارتداد کی جنگوں میں کہیں قعقاع کا نام نہیں پایا۔ لیکن ان کے علاوہ تاریخ کی اکثر مشہور کتابوں میں سیف ابن عمر سے مطالب نقل کئے گئے ہیں اور قعقاع اور اس کی شجاعت اور فتوحات کے بارے میں بہت کچھ کہا گیا ہے۔ ان تحریفات کا پہلا حصہ، عراق میں مسلمانوں کی جنگوں سے مربوط ہے جس کی تفصیلات حسب ذیل ہیں:

قعقاع، عراق کی جنگ میں:

طبری نے سیف سے نقل کرتے ہوئے ۱۲ھ کے حوادث کے ضمن میں لکھا ہے:[۱]

''جب خالد بن ولید، یمامہ کی جنگ سے واپس آیا ابوبکر نے اسے حکم دیا کہ اپنے لشکر کے ساتھ عراق کی طرف روانہ ہو جائے اور اس ضمن میں یہ بھی حکم دیا کہ اپنے لشکر کے سپاہیوں سے کہہ دے کہ جو بھی اس فوجی مہم میں شرکت کرنا نہیں چاہتا وہ اپنے

گھر جا سکتا ہے۔ جوں ہی خلیفہ کا حکم لشکر میں اعلان کیا گیا خالد کی فوج تتر بتر ہوگئی اور گنے چنے چند افراد کے علاوہ باقی سب لوگ اپنے گھروں کو چلے گئے۔ اس طرح خالد نے مجبور ہو کر خلیفہ سے نئی فوج کی مدد طلب کی۔ ابوبکر نے قعقاع بن عمرو کو خالد کے فوجی کیمپ کی طرف روانہ کیا ان حالات پر نظر رکھنے والے افراد نے ابوبکر پر اعتراض کیا کہ خالد نے اپنی فوج کے تتر بتر ہونے پر آپ سے نئی فوج کی درخواست کی ہے اور آپ صرف ایک آدمی کو اس کی مدد کے لئے بھیج رہے ہیں؟! ابوبکر نے ان کے اس اعتراض کے جواب میں کہا: جس فوج میں ایسا پہلوان موجود ہو وہ ہرگز شکست نہیں کھائے گی۔''

اس کے بعد طبری نے عراق کی جنگوں میں خالد بن ولید کی ہمراہی میں قعقاع کی شجاعتوں اور بہادریوں کا ذکر کیا ہے۔ ابن حجر نے بھی مذکورہ حدیث کو آخر تک بیان کیا ہے لیکن اس کا کوئی راوی ذکر نہیں کیا ہے جب کہ اس کا راوی صرف سیف ہے۔ طبری نے یہ حدیث سیف سے لی ہے اور دسروں نے اسے طبری سے نقل کیا ہے۔

یاقوت حموی نے نے بھی اپنی کتاب معجم البلدان میں سیف کی احادیث میں ذکر شدہ اماکن کی نشاندہی کرتے ہوئے اختصار کے ساتھ اس کی وضاحت کی ہے۔

طبری نے سیف بن عمر کی روایت سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ سب سے پہلی جنگ جو عراق میں مسلمانوں اور مشرقین کے درمیان واقع ہوئی ''ابلہ'' (الف) کی جنگ تھی۔

الف)۔''ابلہ'' خلیج فارس کے نزدیک دریائے دجلہ کے کنارے پر ایک شہر تھا جو بصرہ تک پھیلا ہوا تھا یہ شہر اس زمانہ میں فوجی اہمیت کے لحاظ سے ایرانیوں کے لئے خاص اہمیت کا حامل تھا اور ملک کی ایک عظیم فوجی چھاونی محسوب ہوتا تھا۔

ابلہ کی جنگ

طبری نے سیف سے روایت کی ہے:

''ابوبکر نے خالد بن ولید کو حکم دیا کہ عراق کی جنگ کو ہند اور سندھ کی سرحد سے شروع کرے'' اس کے بعد سیف کہتا ہے: ''ابلہ'' ان دنوں ہند اور سندھ کی سرحد تھی اس کے بعد ''ابلہ'' کی فتح کی داستان یوں بیان کرتا ہے:

ایرانی فوج کا سپہ سالار ہرمز ''ابلہ'' میں خالد کو قتل کرنے کی سازش تیار کرتا ہے اس لئے اپنے سپاہیوں سے کہتا ہے کہ جب وہ خالد کے ساتھ دست بدست جنگ شروع کرے تو بھرپور حملہ کر کے خالد کا کام تمام کر دیں اس لئے ہرمز، خالد کو دست بدست جنگ کی دعوت دیتا ہے اور خالد بھی ہرمز سے لڑنے کے لئے پیدل آگے بڑھتا ہے جب دونوں سپہ سالار آمنے سامنے آ کر ایک دوسرے پر حملہ آور ہوتے ہیں تو ہرمز کے سپاہی اچانک خالد پر حملہ آور ہوتے ہیں اور دست بدست جنگ کے قانون اور قواعد کی خلاف ورزی کرتے ہوئے چالبازی سے خالد کو قتل کرنا چاہتے ہیں لیکن قعقاع بن عمرو ـــ جو حالات اور دشمن کی تمام نقل و حرکت پر پوری طرح نظریں جمائے ہوئے تھا ـــ خالد کو کسی قسم کا گزند پہنچنے سے پہلے اکیلا میدان میں کود پڑتا ہے اور دشمن کے سپاہیوں پر حملہ کر کے انھیں تہس نہس کر کے ان کی چالبازی کو ناکام بنا دیتا ہے اور اس گیر و دار کے دوران ہرمز خالد کے ہاتھوں قتل کیا جاتا ہے۔ ایرانی اپنے سپہ سالار کو قتل ہوتے دیکھ کر میدان جنگ سے بھاگ جاتے ہیں اس طرح شکست سے دوچار ہوتے ہیں اور قعقاع بن عمرو فاتح کی حیثیت سے سربلندی کے ساتھ میدان جنگ سے واپس لوٹتا ہے''

یہ داستان کہاں تک پہنچی ہے؟

اس روایت کو طبری نے سیف سے نقل کیا ہے اور دیگر لوگوں نے، جیسے ابن اثیر، ذہبی، ابن کثیر اور ابن خلکان نے طبری سے نقل کر کے اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔

طبری ابلہ کی فتح اور جنگی غنائم کی تفصیل بیان کرنے کے بعد لکھتا ہے:

''ابلہ کی فتح کے بارے میں یہ داستان اس کے برخلاف ہے جو صحیح روایتوں میں بیان ہوئی ہے''

اس کی وضاحت ہم مناسب جگہ پر کریں گے۔

سیف کی روایت کا دوسروں سے موازنہ

سیف نے جو داستان فتح ابلہ کے بارے میں جعل کی ہے وہ پوری کی پوری اس کے بر خلاف ہے جو آگاہ افراد اور مؤرخین نے اس سلسلے میں لکھا ہے اس کے علاوہ صحیح کتابوں میں درج شدہ چیزوں کے خلاف بھی ہے، کیوں کہ حقیقت یہ ہے کہ ابلہ عمر کے زمانے میں ۱۴ھ میں عتبہ بن غزوان کے ہاتھوں فتح ہوا ہے۔ ہم بعد میں مناسب جگہ پر اس کی وضاحت کریں گے۔

طبری ۱۴ھ کے واقعات کی وضاحت کرتے ہوئے جہاں شہر بصرہ کی بنا کا ذکر کرتے ہوئے، فتح ابلہ کے بارے میں دئے گئے اپنے وعدہ پر عمل کرتا ہے اور ابلہ کی جنگ کی حقیقت اور اس کی فتح کا ذکر کرتا ہے۔ جس میں سیف کی بیان کردہ چیزوں میں سے کوئی ایک بھی نہیں پائی جاتی ہے۔ ۲

سند کی پڑتال

سیف کی اس داستان کے دو راوی محمد اور مہلب ہیں کہ ان کے بارے میں پہلے معلوم ہوا کہ ان کا حقیقت میں کوئی وجود نہیں ہے اور یہ سیف کے جعلی راویوں میں سے ہیں۔

اس کے علاوہ مقطع بن ہیثم بکائی ہے،اس کا نام تاریخ طبری میں سیف کی تین روایتوں میں آیا ہے۔ایک اور راوی حنظلہ بن زیاد بن حنظلہ ہے اس کا نام تاریخ طبری میں سیف کی دو روایتوں میں آیا ہے ۔ایسا لگتا ہے کہ سیف نے حنظلہ کے نام سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ''اپنے جعلی صحابی'' زیاد بن حنظلہ کا ایک بیٹا بھی جعل کیا ہے۔لہٰذا جعلی صحابی زیاد اور اس کا بیٹا حنظلہ سیف کے تخیلات کے جعلی راوی ہیں۔

اس طرح عبدالرحمٰن احمری بھی ایک راوی ہے جس کا نام تاریخ طبری میں سیف کی سات روایتوں میں ذکر ہوا ہے۔

بہر حال ہم نے بحث و تحقیق کی کہ ان راویوں کے ناموں کو طبقات ،راویوں کی سوانح حیات حتی حدیث کی کتابوں میں کہیں پاسکیں لیکن ان میں سے کسی ایک کا نام سیف کی روایتوں کے علاوہ کسی اور جگہ پر نہیں پایا۔لہٰذا ہم نے موخر الذکر تین راویوں یعنی مقطع ،حنظلہ اور عبدالرحمٰن کو بھی محمد و مہلب کی طرح سیف کے جعلی اصحاب کی فہرست میں درج کیا ہے۔

جانچ پڑتال کا نتیجہ

سیف کہتا ہے کہ خالد بن ولید نے اپنے سپاہیوں کے تتر بتر ہونے کی وجہ سے ابوبکر سے مدد طلب کی اور خلیفہ نے قعقاع بن عمرو تمیمی کی مختصر،لیکن با معنی تعریف کر کے قعقاع کو اکیلے ہی خالد کی مدد کے لئے بھیجا۔اس قصہ کو صرف سیف نے جعل کیا ہے اور اس کے علاوہ کسی اور نے اس قسم کی کوئی چیز نہیں کہی ہے۔

سیف نے شہر آبلہ کی فتح کو ۱۲ھ میں خلافت ابوبکر کے زمانے میں خالد بن ولید مضری سے نسبت دی ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ شہر ابلہ کی فتح عمر کے زمانے میں ۱۴ھ میں عتبہ بن غزوان کے ہاتھوں انجام پائی ہے۔ہم اس تحریف کے سبب کو بعد میں بیان کریں گے۔

سیف وہ تنہا قصہ گو ہے جو خالد بن ولید کو ایرانی فوج کے سپہ سالار ـــــ جس کا نام سیف

نے ہرمز رکھا ہے ۔۔ کے مقابلے میں پیدل دست بدست جنگ کے لئے میدان کارزار کی طرف روانہ کرتا ہے نیز ایرانیوں کی چالبازی کی حیرت انگیز داستان بیان کرتا ہے اور اپنے ہم قبیلہ قعقاع بن عمرو تمیمی کو ہر مشکل حل کرنے والے کے طور پر ظاہر کرتا ہے اور اسے ایک دانا، ہوشیار، جنگی ماہر، نا قابل شکست پہلوان، لشکر شکن بہادر اور خلفاء واصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منظور نظر شخصیت کی حیثیت سے پہچنوا تا ہے اور اسے قحطانی یمنیوں کے مقابلے میں فخر ومباہات کی ایک قطعی دلیل وسند کے طور پر پیش کرتا ہے۔

اس کے بعد، سیف اپنی داستان کو ایسے راویوں کے ذریعہ نقل کرتا ہے کہ وہ سب کے سب اس کے اپنے تخیلات کی مخلوق اور گڑھے ہوئے ہیں اور حقیقت میں ان کا کوئی وجود نہیں ہے۔

سیف کی حدیث کے نتائج:

اب ہم دیکھتے ہیں کہ سیف نے فتح ابلہ کی داستان کو گڑھ کر کیا ثابت اور کیا حاصل کیا ہے:

۱۔سیف، داستان کے مقدمہ کو ایسے مرتب کرتا ہے تا کہ خلیفہ ابوبکر کی زبانی قعقاع بن عمرو تمیمی کی تعریف وستائش کرائے اور اسے ایک عظیم، شجاع اور بہادر کی حیثیت سے پیش کرے۔

۲۔قعقاع کے نا قابل شکست پہلوان ہونے کی خلیفہ کی پیشینگوئی اور خلیفہ سے یہ کہلوانا کہ جس فوج میں قعقاع موجود ہو وہ ہرگز شکست سے دو چار نہیں ہوگی۔

۳۔عراق کے ایک شہر کو خاندان مضر کے ایک پہلوان خالد کے ہاتھوں فتح کرانا تا کہ خاندان مضر کے فضائل میں ایک اور فضیلت کا اضافہ ہو جائے۔

۴۔خاندان تمیم کے نا قابل شکست پہلوان قعقاع کے ذریعہ خالد بن ولید کو ایرانیوں کی سازش اور چالبازی سے نجات دلا کر اس کی فضیلت بیان کرنا۔

۵۔اپنے خود ساختہ راویوں میں تین جعلی راویوں، یعنی مقطع، حنظلہ اور عبدالرحمان کا اضافہ کرنا۔ انشاءاللہ آنے والی بحثوں میں اس موضوع پر مزید وضاحت کریں گے۔

قعقاع، حیرہ کی جنگوں میں

و بلغت قتلاهم فی "الیس " سبعین الفا

''الیس'' کی جنگ میں قتل ہوئے ایرانی سپاہیوں کی تعداد ستر ہزار تک پہنچ گئی۔

(سیف بن عمر)

مذار اور ثنی کی جنگ

طبری نے فتح ''ابلہ'' کی تفصیلات بیان کرنے کے بعد سیف سے یہ روایت نقل کی ہے:[1]

''ہرمز نے'' ابلہ کی جنگ سے پہلے ایران کے بادشاہ سے مدد طلب کی۔ بادشاہ نے اس کی درخواست منظور کر کے ''قارن بن قریانس'' کی کمانڈ میں ایک فوج اس کی مدد کے لئے روانہ کی۔

جب ''ہرمز'' مارا گیا اور اس کی فوج تتر بتر ہوئی، اس وقت قارن اپنی فوج کے ہمراہ ''المذار'' پہنچا تھا۔ قارن نے ہرمز کی منتشر اور بھاگی ہوئی فوج کو دریائے ''الثنی'' کے کنارے پر جمع کیا اور لشکر اسلام سے مقابلہ کے لئے آگے بڑھا۔ دونوں سپاہیوں

کے درمیان گھمسان کی جنگ چھڑ گئی۔

سرانجام ''قارن'' اس جنگ میں مارا گیا اور اس کی فوج منتشر ہوگئی۔ اس جنگ میں دریا میں غرق ہوئے افراد کے علاوہ ایرانی فوج کے تیس ہزار سپاہی کام آئے۔ اس طرح ایرانیوں کو زبردست شکست کا سامنا ہوا''

ولجہ کی جنگ

سیف نے جنگ ''ولجہ'' کے بارے میں یوں بیان کیا ہے:

''جب ''المذار'' (الف) اور ''الثنی'' میں ایرانیوں کی شکست کی خبر ایران کے بادشاہ کو پہنچی تو اس نے ''اندرزگر'' کو کہا کہ اس علاقہ کے عرب سپاہیوں اور ایرانی کسانوں کو جمع کر کے نئی فوج تشکیل دے اور خالد بن ولید سے جنگ کرنے کے لئے جائے اس کے علاوہ ''بہمن جادویہ'' کو بھی اس کی مدد کے لئے بھیجا۔ جب یہ خبر خالد کو پہنچی تو وہ فوری طور پر ''ولجہ'' پہنچا اور ایرانی فوج سے برسر پیکار ہوا۔ یہ جنگ ''الثنی'' کی جنگ سے شدید تر تھی اس نے اس جنگ میں ایرانی سپاہیوں کو تہس نہس کر کے رکھ دیا ''اندرزگر'' میدان جنگ سے بھاگ گیا اور فرار کے دوران پیاس کی شدت سے مر گیا''

سیف کہتا ہے:

''خالد نے اس جنگ میں ایک ایسے ایرانی سپاہی سے جنگ کی جو تنہا ایک ہزار

الف)۔ حموی لکھتا ہے: ''قصبہ ''المذار'' ''میسان'' کے علاقہ میں واقع ہے یہ قصبہ ''واسط'' اور ''بصرہ'' کے درمیان ہے۔ بصرہ سے وہاں تک چار دن کا سفر ہے۔ یہاں پر عبداللہ بن علی بن ابیطالب کی قبر ہے۔ یہاں کے لوگ شیعہ، احمق اور حیوان صفت تھے عمر کی خلافت کے زمانہ میں عتبہ بن غزوان نے بصرہ کے فتح کرنے کے بعد اس جگہ پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔

یہ مطلب حموی کے شیعوں کی نسبت تعصب کا ایک نمونہ ہے۔

سپاہیوں کا مقابلہ کرسکتا تھا۔اس ایرانی پہلوان کو خالد نے قتل کر ڈالا! اسے قتل کرنے کے بعد اس کی لاش کے ساتھ ٹیک لگا کر اسی جگہ، یعنی میدان جنگ میں اپنے لئے کھانا منگوایا۔یہ جنگ ۱۲ھ کے ماہ صفر میں واقع ہوئی کہا گیا ہے کہ ''ولجہ'' خشکی کے راستے ''کسکر'' کے نزدیک ہے''

''الیس'' کی جنگ

سیف نے ''الیس'' کی جنگ کی تشریح کرتے ہوئے یوں لکھا ہے:

''عرب عیسائی اور دیگر عرب سپاہی ''ولجہ'' کی جنگ میں اپنے مقتولین کی تعداد کو لے کر سخت غصہ میں آ گئے تھے۔اس شکست کی وجہ سے انھوں نے اپنے غم و غصہ کا اظہار ایرانیوں سے کیا نتیجہ کے طور پر ''جابان'' اپنے سپاہیوں کے ساتھ ان کی مدد کے لئے نکلا اور ''الیس'' میں ان سے ملحق ہوا۔دونوں فوجوں کے درمیان گھمسان کی جنگ ہوئی اس دوران ایران سے مزید مدد آنے کی امید میں ''جابان'' کے سپاہیوں کی مزاحمت میں جب شدت پیدا ہوئی تو خالد نے غصہ میں آ کر قسم کھائی کہ اگر ان پر غلبہ پائے تو ان میں سے ایک شخص کو بھی زندہ نہیں چھوڑے گا اور دریائے ''الیس'' کو ان کے خون سے جاری کر دے گا۔سرانجام جب خالد نے ان پر فتح پائی تو حکم دیا کہ تما اسیروں کو ایک جگہ جمع کریں اور کسی ایک کو قتل نہ کریں۔خالد کے سپاہی فراریوں کو پکڑنے اور اسیروں کو جمع کرنے کے لئے ہر طرف دوڑ پڑے۔سواروں نے اسیروں کو گروہ گروہ کی صورت میں جمع کر کے خالد کی خدمت میں پیش کیا۔اس کے بعد خالد نے حکم دیا کہ کچھ مرد معین کئے جائیں اور اسیروں کو دریا میں لے جا کر ان کے سر تن سے جدا کریں تا کہ خون کا دریا جاری ہو جائے۔ایک دن اور ایک رات گزری

دوسرا اور تیسرا دن بھی یوں ہی گزرا۔ اسیروں کو لا کر دریا میں سرتن سے جدا کرنے کا سلسلہ جاری رہا۔ لیکن پھر بھی خون کا دریا جاری نہیں ہوا اس موقع پر قعقاع اور اس کے جیسے بعض پہلوانوں نے خالد سے کہا: جب سے آدمؑ کے بیٹے کا خون زمین پر گر کر جم گیا تھا تب سے اس خون کا زمین پر جاری ہونا بند ہو گیا ہے۔ اب اگر آپ انسانی خون کا دریا جاری کر کے اپنی قسم پوری کرنا چاہتے ہیں تو اس خون پر پانی جاری کر دیجئے تا کہ خون نہ جمنے پائے۔ اس واقعہ سے پہلے بند باندھ کر دریا کا پانی روک دیا گیا تھا۔ لہٰذا مجبوراً بند کو ہٹا دیا گیا پانی خون پر جاری ہوا اور اس طرح خونی دریا وجود میں آ گیا۔ اس خونی دریا کے ذریعہ پن چکیاں چلیں جس کے ذریعہ خالد کے اٹھارہ ہزار سے زائد سپاہیوں کے لئے حسب ضرورت آٹا مہیا کیا گیا تین دن ورات یہ پن چکیاں خون کے دریا سے چلتی رہیں۔ اس لئے اس دریا کو دریائے خون کہا گیا''

قابل غور بات یہ ہے کہ یہ خونی دریا ستر ہزار انسانوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کرنے کے نتیجہ میں وجود میں آیا تھا، تا کہ ایک ہٹ دھرم سپہ سالار، خالد مضری کی قسم پوری ہو جائے!!

حیرہ کی دوسری جنگیں

اس کے بعد طبری حیرہ کے اطراف میں خالد کی کمانڈ میں واقع ہوئی بعض بڑی جنگوں کے بارے میں نقل کرتے ہوئے سیف کی بات کو یوں تمام کرتا ہے: [۲]

اور سیف نے لکھا ہے کہ قعقاع نے حیرہ کی جنگوں کے بارے میں یہ اشعار کہے ہیں:

''خدائے تعالیٰ دریائے فرات کے کنارے پر قتل شدہ اور نجف میں ابدی نیند سوئے ہوئے ہمارے افراد پر اپنی رحمت نازل کرے''

''ہم نے سرزمین'' کاظمین'' میں'' ہرمزان'' کو شکست دے دی اور دریائے ثنی کے

کنارے پر'' قارن'' کے سینگ اپنے چپو سے توڑ دئے۔ جس دن ہم حیرہ کے محلوں کے سامنے اترے ان پر شکست طاری ہوگئی۔ اس دن ہم نے ان کو شہر بدر کر دیا اور ان کے تخت و تاج ہمارے ڈر سے متزلزل ہوگئے۔ ہم نے اس دن جان لیوا تیروں کو ان کی طرف چھوڑا اور رات ہوتے ہی انھیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ یہ سب اس دن واقع ہوا جب وہ دعویٰ کرتے تھے کہ: ہم وہ جواں مرد ہیں جو عربوں کی زرخیز زمین پر قابض ہیں''

سیف کا ان اشعار کو بیان کرنے کا مقصد یہ دکھانا ہے کہ قعقاع بن عمرو تمیمی، خالد بن ولید کے ہمراہ علاقہ ''حیرہ'' کے میدان جنگ میں اپنی شجاعت و بہادری پر ناز کرتا ہے، اور فخر کرتا ہے کہ اس نے'' کاظمین'' کی جنگ میں'' ہرمز'' سے'' الثنی'' میں'' قارن'' سے اور حیرہ میں عرب کے عیسائیوں اور کسریٰ کے محلوں کے محافظوں سے جنگ کی ہے اور عربوں کی زرخیز زمینوں کو ان کے تسلط سے آزاد کیا ہے۔

یہ روایتیں کہاں تک پہنچی ہیں؟

یہ وہ مطالب تھے جن کی روایت طبری نے علاقہ ''حیرہ'' میں خالد بن ولید کی جنگوں کے سلسلے میں سیف بن عمر سے نقل کی ہے اور طبری کے بعد ابن اثیر اور ابن خلدون نے ان مطالب کو طبری سے نقل کر کے اپنی تاریخ کی کتابوں میں درج کیا ہے۔ اس کے علاوہ ابن کثیر نے بھی طبری اور براہ راست سیف بن عمر سے نقل کر کے اس کی اپنی تاریخ میں تشریح کی ہے۔

حموی نے بھی الثنی کے بارے میں اپنی معلومات کو براہ راست سیف سے لیا ہے۔ وہ لغت ''الثنی'' کی تشریح میں لکھتا ہے:

''الثنی کی جنگ ایک مشہور جنگ ہے جو خالد بن ولید اور ایرانیوں کے درمیان بصرہ کے نزدیک واقع ہوئی اور یہی جنگ تھی جس میں قعقاع بن عمرو نے درج ذیل

شعر کہا ہے:

سقى الله قتلى بالفرات مقيمه ... تا

وبالثنى قرنى قارن بالجوارف

اس کے علاوہ سیف سے ''الولجہ'' کے بارے میں نقل کرتے ہوئے تشریح کرتا ہے:

''ولجہ سرزمین کسکر اور صحرا کے کنارے پر واقع ہے خالد بن ولید نے ایرانی فوج کو وہاں پر شکست دی تھی یہ مطلب کتاب ''فتوح'' میں ۱۲ھ کے حوادث میں درج ہوا ہے اور قعقاع بن عمرو نے اس جنگ میں کہا:

''میں نے شجاعت اور بہادری میں اس قوم سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا جس قوم کو میں نے صحرائے ولجہ میں دیکھا۔ میں نے اس قوم کے مانند کسی کو نہیں دیکھا جس نے اپنے دشمن کو ذلیل وخوار کر کے رکھ دیا ہو اور ان کے مامور پہلونوں کو ہلاک کر دیا ہو''

یہ مطالب تھے جن میں حموی نے اپنی کتاب ''معجم البلدان'' میں لکھا ہے اور عبدالمؤمن نے ''ثنی'' اور ''ولجہ'' کی تشریح میں اس سے نقل کر کے اپنی کتاب ''مراصد الاطلاع'' میں درج کیا ہے۔

سیف کی روایت کا دوسروں کی روایت سے موازنہ

بلاذری ''المذار'' کے بارے میں لکھتا ہے:

''مثنی بن حارثہ نے ابوبکر کی خلافت کے زمانہ میں ''المذار'' کے سرحدبان سے جنگ کی اور اسے شکست دے دی۔ عمر کی خلافت کے زمانہ میں عتبہ بن غزوان نے ''المذار'' پر حملہ کیا اور وہاں کے سرحدبان نے اس کا مقابلہ کیا اس جنگ کے نتیجہ میں خدا نے سرحدبان کی فوج کو شکست دے دی اور وہ سب کے سب دریا میں غرق ہو گئے اور عتبہ نے سرحدبان کا سر تن سے جدا کیا''[۳]

ولجہ اور الثنی کے بارے میں ہم نے سیف کے علاوہ کسی اور کی کوئی روایت نہیں پائی کہ اس کا سیف کی روایت سے موازنہ کرتے:

''الیس'' کے بارے میں بلاذری لکھتا ہے:

''خالد بن ولید اپنی فوج کو ''الیس'' کی طرف لے گیا اور ایرانیوں کا سردار ''جابان'' چوں کہ خالد کے اندیشہ سے آگاہ ہوا، اس لئے خود خالد کے پاس حاضر ہوا اور اس کے ساتھ اس شرط پر جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کیا کہ الیس کے باشندے ایرانیوں کے ساتھ مسلمانوں کی جنگ میں مسلمانوں کے لئے مخبری اور راہنمائی کا کام انجام دیں گے'' ۔

خون کے دریا کا قصہ

دریائے خون کا قصہ اور خالد بن ولید کی قسم کے بارے میں ابن درید نے اپنی کتاب اشتقاق میں یوں لکھا ہے:

''منذر اعظم جس دن خاندان بکر بن وائل کے افراد کو بے رحمی سے اور دردناک طریقہ سے قتل کر رہا تھا اور انھیں ایک پہاڑ کی چوٹی پر لے جا کر ان کا سرتن سے جدا کرتا تھا، اس نے قسم کھائی تھی کہ اس خاندان کے اتنے افراد کو قتل کرے گا کہ ان کا خون بہہ کر پہاڑ کے دامن تک پہنچ جائے! لیکن بہت سے لوگوں کو قتل کرنے کے باوجود خون پہاڑ کے نصف راستہ تک بھی نہیں پہنچا اس امر نے منذر کو سخت غضبناک کر دیا آخر حارث بن مالک نے منذر سے کہا: آپ سلامت رہیں! اگر آپ زمین پر موجود تمام لوگوں کو بھی قتل کر ڈالیں گے جب بھی ہرگز خون پہاڑ کے دامن تک نہیں پہنچے گا۔ خون پر پانی ڈالنے کا حکم دیجئے تا کہ خون آلود پانی پہاڑ کے دامن

تک پہنچ جائے۔

حارث کی راہنمائی مؤثر ثابت ہوئی اور پانی ڈالنے کے بعد خون آلود پانی بہہ کر پہاڑ کے دامن تک پہنچا اور منذر کی قسم پوری ہوگئی۔ اس پر حارث کو ''وصاف'' کا لقب ملا'' ۵

سیف زمانہ جاہلیت کی اس بھونڈی اور رونگٹے کھڑے کردینے والی داستان کو پسند کرتا ہے اور اسی کے مانند ایک داستان کو قبیلۂ مضر کے فخر و مباہات کی سند کے طور پر جعل کرنے کے لئے موزوں سمجھتا ہے لہذا خالد بن ولید مضری کو اس داستان کا کلیدی رول ادا کرنے کے لئے مناسب سمجھتا ہے اور منذر اعظم کے ہاتھوں خاندان بکر بن وائل کے بے گناہ افراد کے قتل عام کی داستان کو بنیاد بنا کر ''الیس'' میں ستر ہزار اسیر انسانوں کا قتل عام کر کے خون کا دریا بہانے کی ایک داستان جعل کرتا ہے تا کہ اس لحاظ سے بھی مضر و نزار کے خاندان منذر اعظم سے پیچھے نہ رہیں!!

سند کی جانچ پڑتال:

سیف نے عبدالرحمان بن سیاہ محمد بن عبداللہ اور مہلب کو جنگ ''الیس'' کے راویوں کے طور پر ذکر کیا ہے ان کے بارے میں پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے کہ یہ تینوں راوی سیف کے ذہن کی تخلیق ہیں اور حقیقت میں ان کا کہیں وجود نہیں ہے۔

اس کے علاوہ زیاد بن سرجس احمری بھی اس کا ایک راوی ہے سیف کے اس راوی سے ۵۳ا احادیث تاریخ طبری میں ذکر ہوئی ہیں چوں کہ ہم نے اس زیاد کا نام بھی سیف کی روایتوں کے علاوہ کسی اور کتاب میں نہیں پایا اس لئے اس کو بھی سیف کے جعلی راوی کی فہرست میں شامل کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ سیف نے بعض دیگر مجہول اور غیر معروف اشخاص کا نام بھی بعنوان راوی ذکر کیا ہے اور بعض مشترک ناموں کو بھی راویوں کے طور پر ذکر کیا ہے جن کی تحقیقات

کرنا ممکن نہیں ہے۔

تحقیقات کا نتیجہ:

سیف بن عمر تنہا شخص ہے جس نے ''الثنی'' اور ''الولجہ'' کی جنگوں کی روایت کی ہے اور طبری نے ''الثنی'' اور ''الولجہ'' کی جنگوں کے مطالب اسی سے لئے ہیں اور طبری کے بعد والے تمام مؤرخین نے ان مطالب کو تاریخ طبری سے نقل کیا ہے۔

یاقوت حموی نے سیف کی داستان کا ایک مختصر حصہ الثنی کی تشریح میں مصادر کا ذکر کئے بغیر اپنی کتاب ''معجم البلدان'' میں درج کیا ہے لیکن الولجہ کی تشریح میں سیف کی کتاب ''فتوح'' کا اشارہ کرتے ہوئے اس داستان کا ایک حصہ اپنی کتاب میں نقل کیا ہے لگتا ہے ابن خاضبہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی سیف ابن عمر کی کتاب ''فتوح'' کا ایک حصہ حموی کے پاس تھا انشاء اللہ مناسب موقع پر ہم اس کی وضاحت کریں گے۔

''المذار'' اور ''الیس'' نامی جگہوں کی تاریخی حقیقت سے انکار نہیں ہے لیکن سیف نے ان دو جگہوں کے فتح کئے جانے کے طریقہ میں تحریف کی ہے جس شخص نے سب سے پہلے ''المذار'' میں جنگ کر کے فتح حاصل کی وہ ''المثنی'' تھا اور دوسری بار ''المذار'' ''عتبہ بن غزوان'' کے ہاتھوں فتح ہوا اور اس نے وہاں پر سرحد بان کا سرتن سے جدا کیا تھا۔

ہم نے ''الیس'' کی جنگ میں دیکھا کہ خالد نے وہاں کے باشندوں کے ساتھ اس شرط پر صلح کا معاہدہ کیا کہ وہاں کے باشندے مسلمانوں کے لئے مخبری اور راہنمائی کا کام انجام دیں گے اور ایرانیوں کے خلاف جنگ میں ان کی مدد کریں گے لیکن سیف نے اس صلح کو ایک خونین تباہ کن اور رونگٹے کھڑے کر دینے والی جنگ میں تبدیل کر کے اس میں تحریف کی ہے اور صرف اس جنگ میں ستر ہزار اسیروں کا سرتن سے جدا کرتے ہوئے دکھایا ہے تا کہ انسانی خون کا دریا بہے اور تین دن و رات

تک اس خونی دریا سے پن چکیاں چلیں تا کہ ۱۸ ہزار سے زائد اسلامی فوج کے لئے آٹا مہیا ہو سکے۔

سیف کا ایسا افسانہ گڑھنے سے کیا مقصد تھا؟ کیا اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ خاندان مضر کے فخر و مباہات میں ایک اور فخر کا اضافہ کرے؟ یا اس کے علاوہ اور بھی کوئی مقصد تھا تا کہ اس کے ذریعہ دوسروں کو یہ سمجھائے کہ اسلام تلوار کی دھار سے خون کے دریا بہا کر پھیلا ہے، ملتوں کی طرف سے اپنی مرضی کے مطابق اسلام قبول کرنے اور اپنے ظالم و جابر حکمرانوں کے خلاف بغاوت کے نتیجہ میں نہیں پھیلا جب کہ حقیقت یہی ہے۔

سیف کی حدیث کا نتیجہ

۱۔ ''قارن بن قریانس'' نام کے ایک سپہ سالار کو جعل کرنا۔

۲۔ ''الثنی'' اور ''الولجہ'' نام کی جگہیں جعل کرنا تا کہ مقامات کی تشریح کرنے والی کتابوں میں یہ جگہیں درج ہو جائیں۔

۳۔ مہلب، ابوعثمان بن زید زیاد بن سرجس اور عبدالرحمٰن بن سیاہ نام کے چار اصحاب جعل کر کے اسلام کے راویوں میں ان کا اضافہ کرنا۔ انشا اللہ ہم اسی کتاب میں ان کی تفصیلات بیان کریں گے۔

۴۔ ادبی آثار کو زینت بخشنے والے ایک قصیدہ کی تخلیق۔

۵۔ ایک ہزار سوار کی طاقت کے برابر ایک ایرانی پہلوان کا خالد کے ہاتھوں قتل ہونا اور خالد کا اس کی لاش سے ٹیک لگا کر میدان جنگ میں کھانا کھانا تا کہ اس افسانے کے حیرت انگیز منظر کے بارے میں سن کر اپنے اسلاف و اجداد کے فضائل و مناقب سننے کا شوق رکھنے والوں کو خوش کر سکے۔

۶۔ اسیر ہونے والے تمام انسانوں کا مسلسل چند دن و رات تک سر تن سے جدا کر کے قتل

عام کرنا۔

۷۔خون کے دریا سے تین دن ورات تک چلنے والی پن چکیوں کے ذریعہ اسلام کے ۱۸ہزار سے زیادہ فوجیوں کے لئے گندم پیس کرآٹا تیار کرنا۔

۸۔''الثنی'' کے میدان میں تیس ہزار اور ''الیس'' میں ستر ہزار اور سب ملا کر غرق ہوئے افراد کے علاوہ اسلامی فوج کے ہاتھوں ایک لاکھ انسانوں کا قتل عام ہونا۔

۹۔قعقاع جیسے نا قابل شکست پہلوان کی کرامت دکھانا کہ اگر وہ اور اس جیسے افراد نہ ہوتے اور مداخلت نہ کرتے تو سیف کے کہنے کے مطابق خدا بہتر جانتا ہے کہ خالد انسانوں کے سرتن سے جدا کرنے کا سلسلہ کب تک جاری رکھتا!! حقیقت میں یہ وہی چیز ہے جس کو سننے کے لئے اسلام کے دشمنوں کے کان منتظر رہتے ہیں، اور وہ یہ سننے کی تمنا رکھتے ہیں کہ اسلام اپنے دشمنوں سے جنگ کے دوران بے رحمی سے قتل عام کرنے کے بعد پھیلا ہے تا کہ وہ اعلان کریں کہ اسلام کو تلوار کے سایہ میں کامیابی نصیب ہوئی ہے اور ملتوں کا اپنی مرضی سے اسلام کی طرف مائل ہونا اسلام کے پھیلنے کا سبب نہیں بنا ہے کیا اس غیر معمولی افسانہ ساز سیف نے اپنے افسانوں کے ذریعہ اسلام کے دشمنوں کی اور اپنی دیرینہ آرزو کو پورا نہیں کیا ہے؟

قعقاع، حیرہ کے حوادث کے بعد

مفخرة تضاف الی مفاخر بطل تمیم

القعقاع

سقعقاع کے افتخارات میں ایک اور فخر کا اضافہ

(مولف)

صلح ''بانقیا'' کی داستان

طبری نے ''حیرہ کے بعد کے حوادث'' کے عنوان کے تحت سیف سے حسب ذیل روایت نقل کی ہے:

''بانقیا'' اور ''بسما'' کے باشندوں نے خالد ابن ولید کے ساتھ ایک صلح کے تحت معاہدہ کیا کہ مسلمان اس شرط پر ان سے جنگ نہ کریں گے کہ وہ دربار کسریٰ کو ادا کئے جانے والے خراج کے علاوہ خالد کو دس ہزار دینار ادا کریں گے۔ خالد نے مذکورہ باشندوں کے ساتھ معاہدہ کیا اور قعقاع بن عمرو تمیمی اور چند دیگر افراد کو اس پر گواہ قرار دیا''۔

اس کے بعد طبری نے یوں لکھا ہے:

''جب خالد ''حیرۃ'' سے فارغ ہوا تو عراقی علاقوں سے ہرمز دگرد تک سرحد بانوں نے بھی ''بانقیا'' اور ''بسما'' کے باشندوں کی طرح، دربار کسریٰ کو ادا کئے جانے والے خراج کے علاوہ بیس لاکھ درہم اور سیف کی ایک دوسری روایت کے مطابق دس لاکھ درہم خالد کو ادا کرنا قبول کئے۔ خالد نے اس پر ایک معاہدہ نامہ لکھا اور قعقاع و چند دیگر اشخاص کو گواہ قرار دیا۔

اس کے بعد سیف کہتا ہے:

''خالد بن ولید اسلامی فوج کا سپہ سالار تھا۔ اس نے دیگر شخصیتوں کو مختلف عہدوں پر فائز کرنے کے ضمن میں قعقاع بن عمرو کو سرحدوں کی حکمرانی اور کمانڈ سونپی۔ خالد نے خراج دینے والوں کے لئے لکھی گئی رسید میں قعقاع کو گواہ کے طور پر مقرر کیا''

یہ داستان کہاں تک پہنچی؟

ان تمام روایتوں کو طبری نے سیف کے حوالے سے ذکر کیا ہے، اس کے بعد ابن اثیر، ابن کثیر، اور ابن خلدون جیسے مؤرخوں نے ان کو طبری سے نقل کر کے اپنی تاریخ کی کتابوں میں درج کیا ہے۔ اسی طرح کتاب ''الوثائق السیاسۃ'' کے مؤلف نے مذکورہ تین عہد ناموں کو اسلامی سیاسی اسناد کے طور پر اپنی مذکورہ کتاب میں درج کیا ہے۔[۱]

لیکن سیف کے علاوہ دیگر تاریخ دانوں نے ''بانقیا'' اور ''بسما'' کے باشندوں کے صلح نامہ کو ہزار درہم کی بنیاد پر لکھا ہے، نہ کہ دس ہزار دینار! اور قعقاع کے نام اور اس کی گواہی کا ذکر تک نہیں کیا ہے۔ اس کے علاوہ عراقی علاقوں سے ہرمز دگرد تک کی سرزمینوں کے بارے میں صلح کا نام و نشان تک نہیں ملتا، بلکہ اس کے برعکس لکھا گیا ہے۔

'' ''حیرۃ''، ''الیس'' اور ''بانقیا'' کے علاوہ کسی اور شہر کے باشندوں سے کوئی معاہدہ

نہیں ہوا ہے۔اسی طرح سرحدوں پر سرداروں کو معین کرنے یا خراج دینے والوں کو بری کئے جانے پر قعقاع کی گواہی کا کوئی ذکر نہیں ملتا'' [۲]

طبری نے سیف سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

''ابوبکر نے خالد بن ولید کو عراق کے جنوبی علاقوں کا مأمور مقرر کیا اور عیاض بن غنم کو شمالی علاقوں کی ماموریت دی۔خالد نے اپنی مأموریت میں عراق کے جنوبی علاقوں کو وسعت بخشی۔لیکن عیاض ایرانیوں کے محاصرہ میں آ گیا اور مجبور ہو کر خالد سے مدد کی درخواست کی۔خالد نے حیرہ میں قعقاع کو اپنا قائم مقام بنایا اور خود عیاض کی مدد کے لئے عراق کے شمال کی طرف روانہ ہوا۔دوسری طرف ایرانیوں اور قبائل ربیعہ کے عربوں نے مسلمانوں سے نبرد آزما ہونے کے لئے ''حصید'' کے مقام پر اپنی فوج کی لام بندی کی تھی۔اس علاقہ کے مسلمانوں نے ان سے نجات پانے کے لئے قعقاع سے مدد کی درخواست کی اور قعقاع نے ان کی مدد کے لئے ایک فوج روانہ کی۔جب خالد واپس ''حیرہ'' پہنچا تو اس نے قعقاع کو ''حصید'' میں مسلمانوں سے برسر پیکار ایرانیوں اور جزیرہ کے عربوں سے لڑنے کے لئے روانہ کیا۔قعقاع نے ان سے ڈٹ کر جنگ کی۔یہ جنگ دشمنوں کی شکست پر تمام ہوئی۔''روزمہر'' نام کا ایرانی سپہ سالار مارا گیا اور ''روزبہ'' بھی عصمۃ بن عبداللہ کے ہاتھوں قتل ہوا''

طبری اور سیف سے نقل کرنے والے مؤرخین

طبری نے ان مطالب کو سیف سے نقل کر کے لکھا ہے۔اس کے بعد ''ابن اثیر، ابن کثیر'' اور ابن خلدون نے ان روایتوں کو طبری کے حوالے سے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔

ہم نے اپنی کتاب ''عبداللہ ابن سبا'' میں طبری اور اس کی تاریخ کے بارے میں عالم اسلام

کے مذکورہ تین عظیم مورخوں کے نظریات بالترتیب حسب ذیل ذکر کئے ہیں:

۱۔ابن اثیر اپنی بات یوں شروع کرتا ہے:

''...جو کچھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کی تاریخ سے متعلق ہے، ہم نے اسے کچھ گھٹائے بغیر نقل کیا ہے''

۲۔ابوالفدا یوں کہتا ہے:

''ہم نے ابن اثیر کی بات کو نقل کیا ہے اور اس کی تاریخ کو خلاصہ کے طور پر پیش کیا ہے''

۳۔ابن خلدون لکھتا ہے:

''خلافت اسلامیہ سے متعلق مطالب اور جو کچھ ارتداد کی جنگوں اور فتوحات سے مربوط ہے مختصر طور پر تاریخ طبری سے نقل کیا گیا ہے''

۴۔لیکن ابن کثیر، اکثر اپنی روایتوں کے مآخذ یا مآخذ کے بارے میں کہ طبری ہے کا صراحتا ذکر کرتا ہے یا بعض مواقع پر براہ راست سیف کا نام لیتا ہے اور اسے اپنی داستان کی سند کے طور پر پیش کرتا ہے۔

حموی، سیف کی اس داستان پر اعتبار کرتا ہے اور ''حصید'' کا نام لیتے ہوئے لکھتا ہے:

''حصید'' کوفہ وشام کے درمیان ایک صحرا ہے، یہاں پر ۱۳ھ میں قعقاع بن عمرو نے ایرانی فوجوں اور ربیعہ وتغلب کے عربوں کے ساتھ گھمسان کی جنگ کی اور ایرانی فوج کے دوسردار ''روزمہر'' اور ''روزبہ'' مارے گئے اور قعقاع نے اس جنگ میں رزم نامہ اس طرح کہا ہے:

''اسماء (الف) کو خبر دو کہ اس کا شوہر ایرانی سردار ''روزمہر'' کے بارے میں اس دن

الف)۔عربوں میں رسم تھی کہ جنگوں میں رزم نامہ پڑھتے ہوئے اپنی بہن یا بیوی کا نام لیتے تھے اور اپنے افتخارات بیان کرتے تھے۔

اپنی آرزو کو پہنچا، جب ہم ہندی تلواروں کو نیام سے نکال کر ان کی فوج پر حملہ آور ہو کر ان کے سرتن سے جدا کر رہے تھے''

یہ سب کچھ سیف نے کہا ہے اور طبری نے اس سے نقل کیا ہے اور دوسروں نے بعد میں طبری سے نقل کیا ہے۔

سیف کے علاوہ کسی نے یہ نہیں کہا ہے کہ عیاض، خالد کے ساتھ عراق کی ماموریت پر تھا بلکہ اس کے برخلاف اس کا ابوعبید کے ساتھ شام میں ہونا ذکر کیا گیا ہے۔ دوسری طرف ''حصید'' نامی مقام اور وہاں پر جنگ کے بارے میں ہم نے سیف کے علاوہ کسی اور کے ہاں نام ونشان تک نہیں پایا۔

سند کی پڑتال

سیف نے مذکورہ حدیث، محمد مہلب اور زیاد سے روایت کی ہے۔ ان کے بارے میں پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ تینوں راوی سیف کے جعلی راویوں میں سے ہیں۔

اس کے علاوہ غصن بن قاسم نام کے ایک اور راوی سے بھی روایت کی ہے کہ تاریخ طبری میں سیف کے ذریعہ اس سے ۱۳، احادیث نقل ہوئی ہیں۔

اسی طرح ابن ابی مکنف نام کے ایک اور شخص کا نام بھی لیا ہے۔

موخّر الذکر دونوں راویوں کے نام بھی ہم نے طبقات اور راویوں کی فہرست میں کہیں نہیں پائے۔

آخر میں سیف نے اس داستان کے پانچویں راوی کے طور پر بنی کنانہ کے ایک شخص کو پیش کیا ہے لیکن ہمیں یہ معلوم نہ ہوسکا کہ سیف نے اپنے خیال میں اس شخص کا نام کیا رکھا تھا تا کہ ہم اس کی بھی تلاش کرتے!۔

اس اصول کے تحت ہمیں حق پہنچتا ہے کہ مذکورہ بالا راویوں کو بھی سیف کے جعلی راویوں کی فہرست میں شامل کریں۔

اس حدیث کے نتائج

۱۔ تین فوجی معاہدوں اور ایک صلح نامہ کو سیاسی اسناد کے طور پر پیش کرنا۔

۲۔ ''حصید'' نام کی ایک جگہ کو تخلیق کر کے جغرافیہ کی کتابوں میں درج کرانا۔

۳۔ ایسے اشعار کی تخلیق کرنا جو ادبیات کی کتابوں درج ہو جائیں۔

۴۔ خاندان تمیم کے سورما، قعقاع بن عمرو کے افتخارات میں ایک اور فخر کا اضافہ کرنا۔

یہ سب اپنی جگہ پر لیکن وہ کون سا سبب تھا جس نے سیف کو یہ کام انجام دینے پر مجبور کیا کہ ابو عبیدہ کے ہمراہ شام میں جنگ میں مصروف ''عیاض'' کو خالد کے ساتھ عراق پہنچا دے؟! اگر زندیقی ہونے کے سبب یا کسی اور چیز نے اسے ایسا کرنے پر مشتعل نہیں کیا کہ وہ اسلام کی تاریخ میں تحریف کرے، تو اور کیا سبب ہو سکتا ہے؟!

قعقاع، مصیخ اور فراض میں

وبلغ قتلاهم فی المعرکة والطلب مائة الف

''جنگ فراض میں مقتولین کی تعداد ایک لاکھ تک پہنچ گئی''

(سیف)

مصیخ کی جنگ

طبری نے سیف سے روایت کی ہے کہ:

''ایرانی اور مختلف عرب قبیلوں نے ''حصید'' میں شکست کھانے کے بعد ''احنافس'' سے پسپائی اختیار کر کے ''حوران'' و ''قلت'' کے درمیان واقع ایک جگہ ''مصیخ'' میں اپنی منتشر فوج کو پھر سے منظّم کیا جب اس فوج کے ''مصیخ'' میں دوبارہ منظّم ہونے کی خبر خالد کو ملی، تو اس نے قعقاع، ابی لیلیٰ بن فدکی اعبد بن فدکی اور عروہ بن بارقی کو ایک خط لکھا اور اس خط میں ذہن نشین کرایا کہ فلاں شب فلاں وقت پر اپنی فوج کو لے کر ''مصیخ'' کے فلاں مقام پر پہنچ جائیں وہ بھی وعدہ کے مطابق مقررہ وقت پر اس

جگہ حاضر ہوئے انھوں نے تین جانب سے دشمن پر شب خون مارااوران کے کشتوں کے پشتے لگادیئے۔لوگوں نے اس قتل عام کے مناظر کی بھیڑ بکریوں کی لاشوں پر لاشیں گرنے سے تشبیہ دی ہے!!''

وہ مزید لکھتا ہے:

''دشمن کی سپاہ کے کیمپ میں عبدالعزی نمری اور ولید بن جریر بھی موجود تھے انھوں نے اسلام قبول کیا تھا اوران کے اسلام قبول کرنے کی گواہی کے طور پر ابوبکر کا خط بھی ان کے پاس موجود تھا یہ دونوں بھی اس جنگ میں قتل کئے گئے ۔ان کے مارے جانے کی خبر ابوبکر کو پہنچی اور خاص کر یہ خبر کہ عبدالعزی نے اس شب تین جانب سے ہونے والے حملہ کو دیکھ کر فریاد بلند کی تھی کہ: اے محمدؐ کے خدا تو پاک ومنزہ ہے!''
چوں کہ یہ دونوں بے گناہ مارے گئے تھے اس لئے ابوبکر نے ان کی اولاد کو ان کا خون بہا ادا کیا۔عمر نے ان کے مارے جانے اوراسی طرح مالک بن نویرہ کے قتل کے بارے میں خالد پر اعتراض کیا اوراس سے ناراض ہو گئے اور ابوبکر،عمر کی تسلی کے لئے یہی کہتے تھے''جو بھی فوج کے درمیان رہے گا اس کا یہی انجام ہوگا!''

یہ داستان کہاں تک پہنچی؟

حموی نے سیف کی روایت کو اعتبار کی نگاہ سے دیکھا ہے اور''مصیخ'' کے بارے میں سیف کا حوالہ دیتے ہوئے اس کی تشریح کی ہے اوراسے ایک واقعی جگہ کے طور پر پیش کیا ہے اور لکھتا ہے:

''مصیخ'' حوران اور قلت'' کے درمیان ایک جگہ ہے جہاں پر خالد بن ولید اور خاندان تغلب کے درمیان جنگ ہوئی تھی''

اسی کے بعد لکھتا ہے:

''قعقاع نے اس جنگ کے بارے میں یہ اشعار کہے ہیں:

''مصیخ کی جنگ میں خاندان تغلب کے کارناموں کے بارے میں ہم سے پوچھو! کیا عالم اور جاہل برابر ہوتے ہیں؟ جب ہم نے ان پر شب خون مارا تو اس کے نتیجہ میں ان کا صرف نام ہی باقی رہا۔ ''ایاد'' اور ''نمور'' (الف) کے قبیلے بھی خاندان تغلب کے دوش بدوش تھے اور وہ بھی ان باتوں کو جوان کے وجود کو لرزہ براندام کئے دے رہی تھیں سن رہے تھے''

آپ ان مطالب کو صرف سیف کے افسانوں میں پا سکتے ہیں۔ دیگر لوگوں نے ''مصیخ'' اور اس جنگ کے بارے میں کسی قسم کا اشارہ تک نہیں کیا ہے۔ کیوں کہ وہ حقیقت لکھنے کی فکر میں تھے نہ کہ افسانہ سازی میں۔

سند کی پڑتال:

''مصیخ بنی البرشاء'' کے بارے میں سیف کی حدیث ''حیرہ'' کے واقعات کے بعد اور ان ہی حوادث کا سلسلہ ہے۔ اس لحاظ سے اس کی سند بھی وہی ہے جو ''حیرہ'' کے بارے میں بیان ہوئی ہے اور ہم نے ثابت کیا ہے کہ اس کے تمام راوی سیف کے خیالات کی تخلیق ہیں۔

جانچ پڑتال کا نتیجہ

جیسا کہ ہم نے کہا کہ تاریخ دانوں نے اس قصہ کے بارے میں کچھ نہیں لکھا ہے تا کہ ہم ان کے اور سیف کے بیان کے درمیان موازنہ و بحث کریں، بلکہ یہ تنہا سیف ہے جس نے یہ روایت جعل کی ہے، اور انشاء اللہ ہم جلد ہی اس کے جھوٹ اور افسانہ نویسی کے سبب پر بحث و تحقیق کریں گے۔

الف)۔ سیف نے ایسا خیال کیا ہے کہ ایاد، نمور اور تغلب کے قبیلوں نے ایک دوسرے کے دوش بدوش جنگ میں شرکت کی ہے۔

داستان مصیخ کے نتائج:

۱۔ ''مصیخ بنی البرشاء'' نام کی ایک جگہ کی تخلیق کرنا تا کہ اسے جغرافیہ کی کتابوں میں درج کیا جا سکے۔

۲۔ عبدابن فدکی اور اس کے بھائی ابولیلیٰ نام کے دو صحابی جعل کرنے کے علاوہ ''نمری'' نام کے ایک اور صحابی کو جعل کرنا جسے ابوبکر نے عبداللہ نام دیا ہے تا کہ ان کی زندگی کے حالات سیف کے افسانوں کے مطابق درج ہوں۔

۳۔ افسانوی سورما قعقاع کے اشعار بیان کرنا۔

۴۔ ایک خونیں اور رونگٹے کھڑے کرنے والی جنگ کی تخلیق کرنا تا کہ میدان میں بھیڑ بکریوں کی طرح انسانی کشتوں کے پشتے لگتے دکھائے جائیں جس سے ایک طرف اپنے اسلاف کے افسانے سننے کے شوقین اور دوسری طرف اسلام کے دشمنوں کے دل شاد کئے جائیں اور اس قسم کی چیزیں سیف کے افسانوں کے علاوہ کہیں اور نہیں پائی جاتیں!

فراض کی جنگ

طبری نے سیف سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

''واقع مصیخ کے بعد تغلب کے بھگوڑے ''دارالثنی'' اور ''زمیل'' میں جمع ہوئے اور خالد بن ولید نے قعقاع کے ہمراہ ان پر وہی مصیبت توڑی جو مصیخ میں رونما ہو چکی تھی۔''

اس کے بعد لکھتا ہے:

''خالد، شام اور عراق کی سرحد پر واقع ''فراض'' کی طرف روانہ ہوا۔ سیف کہتا ہے: رومی مشتعل ہوئے اور انہوں نے ایرانی سرحد بانوں سے اسلحہ اور مدد حاصل کی اور

مختلف عرب قبیلوں، جیسے تغلب، ایاد اور نمر سے بھی مدد طلب کی اس طرح ایک عظیم فوج جمع کر کے خالد بن ولید کے ساتھ ایک لمبی مدت تک خونیں جنگ لڑی۔ سرانجام اس جنگ میں رومیوں نے شکست کھائی اور سب کے سب میدان جنگ سے بھاگنے پر مجبور ہوئے۔ خالد نے حکم دیا کہ بھاگنے والوں کے سرتن سے جدا کیے جائیں۔ خالد کے سوار، فراریوں کو گروہ گروہ کی صورت میں ایک جگہ جمع کر کے ان کا سرتن سے جدا کرتے تھے۔ اس طرح مقتولین کی کل تعداد ایک لاکھ تک پہنچ گئی۔''

اس کے بعد طبری لکھتا ہے:

''خالد کی اس فوج کشی کے دوران متعدد جنگیں لڑی گئیں اور بہت سے رزمیہ قصیدے لکھے گئے .... اس کے بعد خالد ''حیرہ'' کی طرف واپس ہوا اور قعقاع کے بھائی عاصم بن عمرو کو حکم دیا تا کہ فوج کے ساتھ چلے اور باقی فوجیوں کی کمانڈ شجرہ بن اعز کے ہاتھ میں دی اور یہ افواہ پھیلائی کہ باقی فوجیوں کے ہمراہ پیچھے پیچھے خود بھی آرہا ہے۔ اس طرح ماہ ذی قعدہ کے پانچ دن بچے تھے کہ وہ چھپکے سے فوج سے خارج ہوا اور حج انجام دینے کی غرض سے مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ حج سے واپس آیا تو اس وقت ابھی باقی فوجی حیرہ نہیں پہنچے تھے۔ خالد کے اس اچانک سفر کی خبر خلیفہ ابوبکر کو پہنچی خلیفہ کو یہ خبر سخت ناگوار گزری۔ انھوں نے غضبناک ہو کر تنبیہ کے طور پر خالد کو عراق کے بجائے اسے شام کی ماموریت دے دی''

حموی اس روایت پر اعتبار کرتے ہوئے ''فراض'' کے بارے میں لکھتا ہے:

''جو کچھ سیف کی کتاب ''فتوح'' میں آیا ہے، اس کے مطابق، خالد بن ولید نے ''فراض'' ــ جو شام، عراق اور جزیرہ کی مشترک سرحد پر فرات کی مشرق میں واقع ہے اور رومیوں، عرب اور ایرانیوں نے وہاں پر اجتماع کیا تھا ــ میں قبیلہ بنی غالب پر

اچانک حملہ کیا اور گھمسان کی جنگ کی''۔سیف کہتا ہے:اس جنگ میں ایک لاکھ انسان مارے گئے۔اس کے بعد خالد ۱۲ھ میں جب ماہ ذی الحجہ کے دس دن باقی بچے تھے سفر حج سے واپس حیرہ پہنچا۔قعقاع نے اس واقعہ کے بارے میں یہ شعر کہے ہیں:

''میں نے سرزمین ''فراض'' میں ایرانیوں اور رومیوں کے اجتماع کو دیکھا کہ ایام کے طولانی ہونے کی وجہ سے اس کی سلامتی خطرے میں پڑ گئی تھی۔جب ہم وہاں پہنچے تو ان کی جمعیت کو تتر بتر کر کے رکھ دیا اور اس کے بعد قبیلۂ بنی رزام پر شب خون مارا۔ابھی اسلام کے سپاہی جابجا نہیں ہوئے تھے کہ دشمن سر کٹی بھیڑوں کی طرح بکھرے پڑے تھے۔''

سند کی پڑتال

فراض کی روایت بیان کرنے والے بھی سیف کے دو راوی محمد و مہلب ہیں اور پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے کہ ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور وہ سیف کے جعلی راوی ہیں۔اس کے علاوہ سیف کا ایک اور راوی ظفر بن دہی ہے کہ انشاء اللہ اس کی آئندہ وضاحت کریں گے۔ان کے علاوہ اس نے بنی سعد سے ایک شخص کو راوی کے طور پر ذکر کیا ہے کہ ہمیں معلوم نہ ہو سکا کہ سیف کے خیال میں اس کا کیا نام تھا تا کہ ہم اس کی تحقیقات کرتے۔

بحث کا نتیجہ:

سیف کے جعلی صحابی ابی مفزر کے سلسلے میں بحث کے دوران ''الثنی'' اور ''زمیل'' کی جنگ کے بارے میں بھی انشاء اللہ تفصیل سے بیان کریں گے۔لیکن ''فراض'' کی جنگ میں خالد کے اچانک حملہ کر کے شب خون مارنے اور ایک لاکھ انسانوں کا قتل عام کرنے ،قعقاع کی خودستائی اور

رجز خوانی وغیرہ اور خالد کے چوری چھپے حج پر جانے کے بارے میں صرف سیف نے روایت اور افسانہ سازی کی ہے۔طبری پہلا مشہور مورخ ہے جس نے سیف کے افسانوں کو نقل کر کے لوگوں کی نگاہ میں اپنی معتبر تاریخ کی کتاب میں درج کیا ہے۔اوران افسانوں کو دوسرے تاریخ دانوں نے طبری سے نقل کیا ہے۔اس میں صرف یہ فرق ہے کہ طبری نے اپنی عادت کے مطابق اپنی تاریخ میں اشعار اور رجز خوانیوں کو ثبت نہیں کیا ہے اگر چہ اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ان جنگوں میں بہت سے رزمیہ اشعار کہے گئے ہیں۔

لیکن مشہور جغرافیا نویس ،حموی نے قعقاع کی رجز خوانیوں میں سے ایک حصہ سیف کی کتاب ''فتوح'' سے نقل کیا ہے اور ایک حصے کو''الفراض'' کے ذکر کے ذیل میں اپنی کتاب میں ذکر کرتا ہے۔

لیکن یہ بات قابل غور ہے کہ طبری نے سیف سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ خالد بن ولید نے اس طرح ظاہر کیا کہ وہ اپنی فوج میں موجود ہے،لیکن چوری چھپے اس وقت حج کے لئے نکل جاتا ہے جب کے ماہ ذیقعدہ کے ابھی پانچ دن باقی تھے اور حموی کے قول کے مطابق ذی الحجہ کے ۱۰دن باقی تھے جب وہ واپس آ کر اپنی فوج سے ملحق ہوتا ہے۔سوچنے کی بات ہے کہ سپہ سالار کی ۲۵ دن فوج کی غیر حاضری کو سپاہی کس طرح نہ سمجھ سکے؟!اس مدت میں فوج کے لئے نماز کی امامت کے فرائض کس نے انجام دئے (الف)؟!اس کی غیر حاضری سے فوج کے افسر تک کیسے آگاہ نہ ہو سکے؟!اور اس سے بھی بڑھ کر،خالد نے اس زمانے میں''حیرہ'' سے مکہ تک کا سفر نو ہی دنوں میں کس طرح طے کیا؟!یہ وہ مسائل ہیں جو ہمیں غور وفکر پر مجبور کرتے ہیں اور اس امر کا سبب بنتے ہیں کہ ان مسائل پر بیشتر بحث وتحقیق کریں۔انشاءاللہ ہم بعد میں اس سلسلے میں مزید بحث وتحقیق کریں گے

(الف)۔اس زمانے میں رسم یہ تھی کہ،بہرصورت اسلامی فوج کی نماز پنجگانہ کی امامت فوج کا سردار کرتا تھا۔

کہ سیف نے کیوں ان حالات میں خالد بن ولید کے لئے اس طرح کے حج کی داستان جعل کی ہے۔

جنگ فراض کی داستان کے نتائج:

۱۔ میدان کارزار میں مضری خاندان کے سپہ سالار خالد بن ولید اور تمیمی خاندان کے سورما قعقاع کے کمالات وافتخارات دکھانا۔

۲۔ حج کی لمبی مسافت کو طے کرنے میں خالد بن ولید کی کرامت کا اظہار کرنا۔

۳۔ شجرہ نامی ایک شخص کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی کے طور پر جعل کرنا۔

۴۔ جنگ میں ایک لاکھ انسانوں کے قتل عام کی داستان گڑھ کر اسلام کے دشمنوں کو شاد کرنا۔

۵۔ اسلامی ادبیات میں اشعار کا اضافہ کر کے اپنے اسلاف کی کرامتیں سننے کے شوقین لوگوں کو افسانوی اشعار سے خوش کرنا۔

قعقاع، خالد کے ساتھ شام جاتے ہوئے

وفیھم صحابة ورواة مختلفون

اس داستان کی سند میں بہت سے افسانوی
اصحاب اور راوی نظر آتے ہیں!

(مؤلف)

خالد کی شام کی جانب روانگی کی داستان

مؤرخین نے لکھا ہے کہ عمرو عاص نے شام میں دشمن کی فوج کی کثرت دیکھ کر ابوبکر کو ایک خط لکھا اور انھیں حالات سے آگاہ کرنے کے علاوہ ان سے مدد طلب کی۔ ابوبکر نے مجلس میں حاضر مسلمانوں سے صلاح و مشورہ کیا۔ ان میں سے عمر بن خطاب نے یوں کہا: ''اے رسول خداؐ کے جانشین! خالد کو حکم دیجئے کہ اپنے سپاہیوں کے ساتھ شام کی جانب روانہ ہو جائے اور عمرو عاص کی مدد کرے''۔ ابوبکر نے ایسا ہی کیا اور خالد کے نام ایک خط لکھا۔ جب ابوبکر کا خط خالد کو پہنچا تو اس نے کہا: ''یہ عمر کا کام ہے، چونکہ وہ میرے ساتھ حسد کرتے ہیں اس لئے نہیں چاہتے کہ پورا عراق میرے ہاتھ فتح ہو بلکہ چاہتے ہیں کہ میں عمرو عاص اور اس کے ساتھیوں کی مدد کروں اور ان میں شامل

ہو جاؤں۔ اگر انھوں نے کوئی کامیابی حاصل کی تو میں بھی اس میں شریک رہوں، یا ان میں سے کسی کی کمانڈ میں کام کروں تا کہ اگر کوئی کامیابی حاصل ہو تو میرے بجائے اس کو فضیلت ملے''[۱]

ایک دوسری روایت میں ہے:

''یہ اعیسر (الف) بن ام شملہ کا کام ہے، اسے یہ پسند نہیں ہے کہ پورا عراق میرے ہاتھوں فتح ہو.....تا آخر''

سیف یہ نہیں چاہتا تھا کہ خلیفہ عمر اور خالد جیسے سورما کہ دونوں قبیلہ مضر کے بزرگ ہیں کے درمیان بدگمانی دشمنی کی خبر لوگوں میں پھیلے۔ اور یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ خالد کو عراق کی فتح سے محروم رکھے۔ اس لئے اس مسئلہ کے بنیادی علاج کی فکر میں پڑا ہے اور خالد بن ولید کے ہاتھوں عراق کے مختلف شہروں کی فتحیابی کے سلسلے میں مذکورہ داستانیں جعل کی ہیں۔ ہم نے ان داستانوں کا کچھ حصہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا۔ اسی طرح خالد کی عراق سے شام کی طرف روانگی کے سلسلہ میں سیف نے یہ داستان جعل کی کہ: خالد کے شب خون کے نتیجہ میں مصیخ بنی البرشاء میں دو مسلمانوں کا قتل ہونا، عمر کا ان کے قتل کی وجہ سے خالد پر غضبناک ہونا، خالد کے مخفی طور پر حج پر جانے کے سلسلے میں خلیفہ ابوبکر کا اس پر ناراض ہونا، خالد کو شام بھیجے جانے کے وجوہات تھے اور وہ عراق کو فتح کرنے سے محروم رہے۔

جیسا کہ ایک اور روایت میں ہے کہ:

''عمر، خالد بن ولید کے بارے میں ابوبکر کے پاس مسلسل شکایت کرتے تھے۔ لیکن ابوبکر ان کی باتوں پر اعتناء نہیں کرتے تھے اور کہتے تھے: ''میں اس تلوار کو دوبارہ نیام میں نہیں ڈالوں گا جسے خدا نے نیام سے باہر کھینچا ہے!''۔[۲]

(الف) اعیسر، اعسر کا اسم تصغیر ہے، عربی زبان میں اس شخص کو کہتے ہیں جو بائیں ہاتھ سے کام کرتا ہو۔

اس کے بعد خالد کے نام ابوبکر کے خط کا ایک اور روایت میں ذکر کرتا ہے کہ یہ سب جعلی ہے اور اس میں ذرہ برابر حقیقت نہیں ہے اس پوری مقدمہ سازی کے بعد ایک روایت میں کہتا ہے: [۳۳]

''خالد عمر کے بارے میں بدگمان تھا اور کہتا تھا: یہ ان ہی کا کام ہے۔ وہ حسد کی وجہ سے نہیں چاہتے کہ عراق میرے ہاتھوں فتح ہو اور یہ افتخار مجھے ملے اس کے باوجود خدا نے عراق کی سرحدوں کو میرے ہاتھوں توڑ دیا اور وہاں کے لوگوں کے دلوں میں میرا خوف ڈال دیا اور مسلمانوں کو میری وجہ سے حوصلہ اور جرأت بخشی''

بالآخر چھٹی روایت میں کہتا ہے:

''لیکن (خالد) یہ نہیں جانتا تھا کہ عمر کا کوئی قصور نہیں تھا، یہاں تک کہ قعقاع نے اس سے کہا: عمر کے بارے میں بدظن نہ ہو خدا کی قسم ابوبکر نے جھوٹ نہیں بولا ہے۔ اور ظاہرداری نہیں کی ہے'' خالد نے قعقاع سے کہا: ''تم نے سچ کہا! لعنت ہو غصہ و بدگمانی پر۔ خدا کی قسم اے قعقاع! تم نے مجھے خوش بینی پر آمادہ کیا اور عمر کے بارے میں مجھے خوش بین بنا دیا'' قعقاع نے خالد کے جواب میں کہا: ''خدا کا شکر ہے جس نے تمھیں سکون بخشا اور تم میں خیر و نیکی کو باقی رکھا اور شر و بدگمانی کو تم سے دور کیا!!''

اس روایت سے سیف کی زبانی خالد کی جنگوں میں فتحیابیوں، غنائم وغیرہ کے بارے میں جھوٹ اور افسانوں کے اسرار فاش ہوتے ہیں۔ سیف نے ان سب داستانوں اور افسانوں کو اس لئے گڑھا ہے تاکہ سرانجام خالد کی زبانی یہ کہلوائے کہ:

''خدا نے میرے ذریعہ عراق کی سرحدوں کو درہم برہم کر کے رکھ دیا، وہاں کے لوگوں کے دلوں میں میرا خوف ڈال دیا اور مسلمانوں کو ان سے جنگ کرنے کی جرأت و ہمت بخشی''

سیف کے بقول خالد بن ولید کے بعد یہ سب فضل و افتخار خاندان تمیم کے بے مثال سورما

''قعقاع'' اور اس کے تمیمی بھائیوں تک پہنچتے ہیں اور سرانجام قعقاع کی وجہ سے عمرؓ کی نسبت خالد کی بد گمانیاں دور ہو جاتی ہیں۔

اسی طرح ہم نے خون کے دریا کی داستان میں دیکھا کہ کس طرح یہ فضل وشرف ان دونا قابل شکست سورماؤں کے درمیان تقسیم ہوتے ہیں۔

سیف نے خالد بن ولید کے لئے عراق کی طرح شام میں بھی قابل توجہ افتخارات کے افسانے گڑھے ہیں، انشاء اللہ ان کا ہم آگے ذکر کریں گے۔

سند کی پڑتال:

خالد کی عراق سے شام کی جانب روانگی کے بارے میں سیف کی حدیث کے راوی وہی ہیں جنھیں داستان ''الفراض'' میں نقل کیا گیا ہے۔جن کے بارے میں پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے کہ وہ سب راوی جعلی اور سیف کے خیالات کی تخلیق تھے۔

اس جانچ کا خلاصہ:

طبری نے اپنی تاریخ میں ۱۲ھ ہجری کے حوادث کا ذکر کرتے ہوئے خالد کے ہمراہ قعقاع کی جنگوں کے بارے میں سیف کی روایتوں کا ذکر کیا ہے اور حموی نے اپنی جغرافیہ کی کتاب میں سیف کے ذکر کردہ مقامات کا نام لیا ہے، اس کے بعد طبری سے ابن اثیر، ابن کثیر، ابن خلدون اور دیگر مورخین نے ان تمام مطالب کو نقل کر کے اپنی تاریخ کی کتابوں میں درج کیا ہے، جن کا ہم نے ذکر کیا جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں کہ صحابہ کی تاریخ کے بارے میں مذکورہ مورخین نے صرف طبری سے نقل کیا ہے اور طبری کی معتبر تاریخی سند سیف ابن عمر تمیمی کی کتابیں ''فتوح'' اور ''جمل'' ہیں ہم نے اس مطلب کو ''سبائیوں کے افسانے کا سرچشمہ'' کے عنوان سے اپنی کتاب ''عبداللہ ابن سباء'' میں واضح طور سے بیان کیا ہے۔

سیف کے علاوہ دوسروں کی روایتیں:

بلاذری نے اپنی معتبر کتاب ''فتوح البلدان'' میں عراق میں خالد کی فتوحات کو تفصیل سے بیان کیا ہے، لیکن اس نے وہاں پر قعقاع اور لاکھوں انسانوں کے قتل عام کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے، اور اس کے علاوہ متعدد جنگوں جیسے الثنی ، الولجہ اور حصید وغیرہ اور کئی شہروں کو فتح کئے جانے کا بھی ذکر نہیں کیا ہے۔

طبری نے بھی سیف کے علاوہ ابن اسحاق کے ذریعہ خالد کی جنگوں کا ذکر کیا ہے اور اس میں تقریباً بلاذری کی طرح قعقاع اور دیگر مطالب کے بارے میں کوئی اشارہ نہیں ملتا۔

دینوری نے بھی اپنی کتاب ''اخبار الطوال'' میں عراق میں خالد کی جنگوں کے بارے میں کچھ مطالب درج کئے ہیں اس میں بھی قعقاع اور دیگر افسانوں کا کہیں ذکر نہیں ہے بلکہ جو کچھ اس سلسلے میں کہا گیا ہے وہ صرف سیف ابن عمر تمیمی کے یہاں پایا جاتا ہے اور وہ ان تمام افسانوں اور جھوٹ کا سرچشمہ ہے۔[1]

خالد شام جاتے ہوئے

سیف خالد ابن ولید کے سفر شام کے بارے میں لکھتا ہے:

''خالد نے عراق کے علاقہ ''ساوہ'' کے ایک گاؤں کی طرف حرکت کی اور وہاں سے قصوان میں واقع ''مصیخ بہراء'' پر حملہ کیا اور مصیخ ایک بستی ہے ''نمر'' کے باشندے مۓ نوشی میں مصروف تھے اور ان کا ساقی یہ شعر پڑھ رہا تھا: ''اے ساقی مجھے صبح کی شراب پلا دے اس سے قبل کہ ابوبکر کی سپاہ پہنچ جائے'' کہ تلوار کی ایک ضرب سے اس طرح اس کا سرتن سے جدا کیا گیا کہ شراب کا جام جو اس کے ہاتھ میں تھا خون سے بھر گیا''

طبری نے سیف سے نقل کرتے ہوئے ایک اور روایت پیش کی ہے:

''خالد نے ولید بہراء کے اسیروں کو اپنے ساتھ ایک جگہ لے گیا وہاں پر اسے اطلاع ملی کہ غسانیان نے ''مرج راہط'' میں فوج کشی کی ہے لہٰذا وہ ان کی طرف بڑھ گیا اور ''مرج الصفر'' کے مقام پر ان سے روبرو ہوا ان کا سردار ''حارث ابن الایہم'' تھا خالد نے ان سے سخت جنگ کی اور اس کو اور اس کے خاندان کو نابود کر کے رکھ دیا اس کے بعد چند دن وہاں پر قیام کیا اور جنگی غنائم کا پانچواں حصہ وہیں سے ابوبکر کی خدمت میں مدینہ بھیجا اس کے بعد قنات بصری کی طرف بڑھا یہ شام کے ابتدائی شہروں میں سے ایک شہر تھا جو خالد کے ہاتھوں فتح ہوا اور خالد نے اس شہر میں پڑاؤ ڈال دیا پھر خالد قنات بصری سے نو ہزار سپاہیوں کے ساتھ رومیوں سے لڑنے کے لئے ''واقوصہ'' کی طرف بڑھا اور وہاں پر رومیوں سے جنگ کی''طبری کی روایت کا خاتمہ۔

یہ داستان کہاں تک پہنچی:

ابن اثیر نے یہی مطالب طبری سے نقل کئے ہیں اور اپنی تاریخ میں انھیں درج کیا ہے:

ابن عساکر نے قعقاع کے حالات کے بارے میں سیف کی روایت کو نقل کیا ہے اور اس کے آخر میں لکھتا ہے:

''قعقاع بن عمرو نے خالد کے ''واقوصہ'' کی جانب بڑھنے کے بارے میں یہ اشعار کہے ہیں'':

قعقاع کے رزمیہ اشعار

''ہم نے خشک اور تپتے صحراؤں کو اپنے گھوڑوں کے ذریعہ طے کیا اور ''سوی'' کے

بعد ''فرافر'' کی طرف آگے بڑھے۔ وہیں پر ''بہراء'' کی جنگ کا آغاز کیا اور یہ وہی جگہ تھی جہاں پر ہمارے سفید اور زرد اونٹ ہمیں حملہ کے لئے ان غیر عرب اجنبیوں کی طرف لے گئے جو بھاگ رہے تھے۔ میں نے شہر بصری سے کہا: اپنی آنکھیں کھول دے اس نے خود کو اندھا بنالیا کیوں کہ ''مرج الصفر'' کے مقام پر ''ایہم'' اور ''حارث غسانی'' کی سرکردگی میں بعض گروہ خونخوار درندوں کی طرح جمع ہو گئے تھے۔ ہم نے ''مرج الصفر'' میں جنگ کی اور خاندان غسان کی ناک کاٹ کے رکھ دی اور انھیں شکست فاش سے دو چار کیا! اس دن ان لوگوں کے علاوہ جو ہماری تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر زمین پر بکھرے پڑے تھے بقیہ تمام غسانی بھاگ گئے۔ وہاں سے ہم پھر بصری کی طرف لوٹے اور اسے اپنے قبضہ میں لے لیا اور اس نے بھی جو کچھ ہم سے پوشیدہ تھا ہمارے سامنے کھول کر رکھ دیا۔ ہم نے بصری کے دروازے کھول دیئے اس کے بعد وہاں سے اونٹوں پر سوار ہو کر ''یرموک'' کے قبائل کی طرف بڑھے''

اس رجز کو ابن عسا کر نے سیف کی روایت کے آخر مین درج کیا ہے جب کہ طبری نے اپنی عادت کے مطابق ــ کہ وہ اکثر اشعار ورجز کو حذف کر دیتا ہے ــ اس رجز کا ذکر نہیں کیا ہے اور سیف کی روایت سے اسے حذف کر دیا ہے۔

حموی بھی مصیخ کی معرفی میں سیف کی حدیث کو سند قرار دے کر لکھتا ہے:

''مصیخ بہراء'' شام کی سرحد پر ایک اور بستی ہے۔ خالد بن ولید نے شام جاتے ہوئے ''سومی'' کے بعد وہاں پر پڑاؤ ڈالا۔ چونکہ خالد نے مصیخ کے لوگوں کو مستی کی حالت میں پایا اور یہی مستی ان کے لئے موت کا سبب بنی۔ جب خالد نے اپنے سپاہیوں کو ان پر حملہ کرنے کا حکم دیا، ان کے بزرگ وسردار نے یہ حالت دیکھ کر چیختے ہوئے کہا:

''اے ساقی! صبح کی شراب پلا! اس سے قبل کہ ابوبکر کی فوج پہنچ جائے، شائد ہماری موت نزدیک ہو اور ہم کچھ نہ جانتے ہوں''

کہ تلوار کی ایک ضرب سے اس کا سرتن سے جدا کیا گیا اور خون وشراب باہم مل گئے۔ان کا کام تمام کرنے کے بعد ان کے اموال پر غنیمت کے طور پر قبضہ کیا گیا ۔غنائم کے پانچویں حصہ کو ابوبکر کے لئے مدینہ بھیج دیا گیا۔

اس کے بعد خالد یرموک کی جانب بڑھا۔قعقاع بن عمرو نے مصیخ بہراء کے بارے میں یہ اشعار کہے ہیں:

یہاں پر حموی نے مذکورہ بالا اشعار کے شروع کے تین شعر ذکر کئے ہیں۔

حموی نے یرموک کے موضوع کے بارے میں بھی سیف کی اسی روایت سے استناد کرتے ہوئے لکھا ہے:

''قعقاع بن عمرو نے خالد کے عراق سے شام کی جانب روانگی کے بارے میں اس طرح کہا ہے:...''

اور یہاں پر وہ مذکورہ اشعار کا دوسرا حصہ ذکر کرتا ہے۔

عبدالمؤمن نے یرموک اور مصیخ کی تشریح کرتے ہوئے اپنی کتاب ''مراصد الاطلاع'' میں حموی کی روایت سے استناد کیا ہے۔

سیف کی روایت کا دوسروں کی روایت سے موازنہ:

جو کچھ خالد کی فتوحات کے بارے میں ذکر کیا گیا وہ سیف ابن عمر کی تحریر ہے۔لیکن دوسروں کی تحریروں میں ایک تو ''مصیخ بہراء'' کا کہیں ذکر نہیں آیا ہے۔دوسرے فتح بصری کے بارے میں تمام مورخین اس بات پر متفق القول ہیں کہ خالد کے وہاں پہنچنے سے پہلے ابوعبیدہ جراح، یزید بن ابوسفیان، اور شرجیل بن حسنہ کی سربراہی میں اسلامی فوج وہاں پر پہنچ چکی تھی۔خالد اور اس کی فوج وہاں پہنچنے کے بعد ان سے ملحق ہوئی۔اس لحاظ سے بصری صرف خالد اور اس کی سپاہ کے ہاتھوں فتح

نہیں ہوا ہے۔ ۵

سند کی پڑتال:

سیف، خالد کے عراق سے شام کی جانب جانے کے بارے میں محمد ومہلب سے روایت کرتا ہے کہ یہ دونوں راوی اس کے جعلی اصحاب ہیں ۔اسی طرح عبیداللہ بن محفز بن ثعلبہ سے بھی روایت کی ہے کہ اس نے قبیلہ بکر بن وائل کے کسی ایک فرد سے روایت کی ہے ۔لیکن عبید خود ان افراد میں سے ہے جو مجہول ہیں اور وہ سیف کے ذہن کی مخلوق ہے ۔طبری نے سیف کی چھ روایتیں اس سے نقل کی ہیں ۔لیکن بکر بن وائل کے قبیلہ کا وہ فرد معلوم نہیں کون ہے کہ ہم راویوں کی فہرست میں اس کو تلاش کرتے !!

تحقیق کا نتیجہ:

ابن عساکر قعقاع کے حالات کے بارے میں شروع سے آخر تک صرف سیف کی ایک حدیث کو نقل کرتا ہے اور خاص کرتا کید کرتا ہے کہ یہ سیف کی روایت ہے۔

طبری نے خالد کے شام کی طرف سفر کے بارے میں سیف کی حدیث کو نقل کیا ہے لیکن اپنی عادت کے مطابق اس کے رجز کو حذف کر دیا ہے۔

حموی نے اس روایت کے ایک حصہ کو مصیخ کے ذکر میں اور دوسرے حصہ کو یرموک کی تشریح میں کسی راوی کا نام لئے بغیر ذکر کیا ہے اور یہی امر سبب بن جاتا ہے کہ ایک محقق اس پر شک وشبہ کرے کہ ممکن ہے قعقاع کا نام سیف کی روایتوں کے علاوہ بھی کہیں آیا ہو۔اسی طرح یہ شبہ مصیخ کے بارے میں بھی دکھائی دیتا ہے جب کہ وہ (محقق) نہیں جانتا کہ مصیخ سیف کے خیالات کی تخلیق ہے اور حقیقت میں اس کا وجود ہی نہیں ہے۔

سیف کی حدیث کے نتائج:

۱۔خالد بن ولید کے لئے شجاعتیں اور افتخارات درج کرانا۔

۲۔ مصیخ نام کی ایک جگہ کی تخلیق کرنا تا کہ یہ نام جغرافیہ کی کتابوں میں درج ہو جائے۔

۳۔قعقاع کے اشعار سے ادبیات عرب کو مزین کرنا۔

۴۔شام میں پہلی فتح کو خالد بن ولید اور اس کے عراقی سپاہیوں کے نام درج کرانا کیوں کہ عراق سیف ابن عمر کا وطن ہے۔

قعقاع، شام کی جنگوں میں

کــــم مــن اب لـی قـد و رثـت فـعـالـه
کتنے ایسے میرے اسلاف واجداد ہیں جن سے
میں نے نیکی اور شجاعت وراثت میں پائی ہے
(سیف کا افسانوی سورما، قعقاع)

جنگ یرموک کی داستان

طبری ۱۳ھ کے حوادث کے ضمن میں سیف سے نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''یرموک کی جنگ میں خالد بن ولید نے گھوڑسواروں کی فوج کے ایک دستہ کی کمان قعقاع بن عمرو کو سونپی اور اسے دشمنوں سے لڑنے کا حکم دیا قعقاع نے خود کو جنگ کے لئے آمادہ کیا اور حسب ذیل رجز پڑھے:

'' کاش! جنگجو اور شجاع سپاہیوں کو تہس نہس کرنے سے پہلے تجھے سواروں کے درمیان دیکھتا، تجھے میدان جنگ میں دیکھ کر تیرا مقابلہ کرتا''

اس کے بعد طبری نے سیف سے نقل کرتے ہوئے جنگ کی تفصیلات درج کرتے ہوئے

رومیوں کی جنگی تیاریوں کی عجیب طرز سے توصیف کی ہے:

''رومیوں نے اپنے سپاہیوں کی اس طرح تقسیم بندی کی تھی: اسّی (۸۰) ہزار فوجی ایک دوسرے سے سٹی ہوئی قطاروں کی صورت میں خود کو ایک دوسرے سے باندھے ہوئے تھے! چالیس ہزار فدائی جنگجوؤں نے خود کو زنجیروں سے ایک دوسرے سے وابستہ کر رکھا تھا! چالیس ہزار سپاہیوں نے بھی خود کو دستاروں کے ذریعہ ایک دوسرے سے باندھ رکھا تھا! اس کے علاوہ اسی (۸۰) ہزار سوار اور اسّی ہزار پیدل فوج تھی، غرض دشمن نے ایک عظیم اور حیرت انگیز فوج کو منظّم اور آمادہ رکھا تھا''

خالد نے اپنے سپاہیوں کے ہمراہ دشمن کی پیدل فوج پر حملہ کیا اور انھیں ایسے تہس نہس کر کے رکھ دیا کہ دشمن کی فوج ایک دیوار کے مانند دھڑام سے گر گئی۔ رومی فوج اپنی خندق کی طرف دوڑ پڑی اور برگ خزاں کے مانند گروہ گروہ واقوصہ کی خندق میں ڈھیر ہو کر نابود ہوتی گئی اس طرح واقوصہ میں ایک دوسرے سے بندھے ہوئے سپاہیوں کی ایک عظیم قتل گاہ وجود میں آ گئی۔ کافی تھا کہ ان میں سے ایک سپاہی کو قتل کیا جاتا اور وہ اپنے ساتھ دس سپاہیوں کو لیکر خندق میں جا گرتا تھا، اس طرح دشمن کے ایک لاکھ بیس ہزار سپاہی مارے گئے!!''

ابن عساکر اس روایت کے آخر میں، جسے اس نے واقوصہ کے بارے میں سیف بن عمر سے نقل کیا ہے، نیز قعقاع کی زندگی کے حالات بیان کرتے ہوئے دونوں کے آخر میں درج ذیل اشعار نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ: قعقاع بن عمرو تمیمی نے یرموک کی جنگ میں یہ شعر کہے تھے۔

''کیا تم لوگوں نے نہیں دیکھا کہ ہم یرموک کی جنگ میں اسی طرح فتحیاب ہوئے جس طرح عراق کی جنگوں میں کامیاب ہوئے تھے؟ ہم نے شہر یرموک سے پہلے شہر بصریٰ کو فتح کیا جسے ناقابل تسخیر تصور کیا جاتا تھا۔ اسی طرح ایسے نئے نئے شہروں کو

بھی فتح کیا جنھیں آج تک کسی نے فتح نہیں کیا تھا۔ ہم نے شہر مرج الصفر کو اپنے سواروں اور پیدل فوج کے ذریعہ فتح کیا۔ جو بھی ہمارے سامنے آجاتا تھا اسے ہم ننگی تلوار سے قتل کر ڈالتے تھے اور جنگی غنائم لے کر لوٹتے تھے۔ واقوصہ کی جنگ میں ہم نے رومیوں کی ایک بڑی تعداد کو ہلاک کیا میدان جنگ میں ہمارے لئے ان کی قدر کبوتر کے فضلہ سے بھی حقیر تھی۔ واقوصہ کی جنگ میں ہم نے ان کی فوج کا قتل عام کیا اوران کے کشتوں کے پشتے لگا دئے یہ ان کا المناک اور دردناک انجام تھا''

ابن کثیر نے سیف کی اس روایت کو قعقاع کے اشعار کے ساتھ اپنی تاریخ کی کتاب میں ایک جگہ ذکر کیا ہے۔

ابن اثیر نے صرف اصل روایت کو نقل کیا ہے لیکن مذکورہ اشعار درج نہیں کئے ہیں۔

حموی نے لغت ''واقوصہ'' میں روایت کے ایک حصہ کو درج کیا ہے اور یوں لکھتا ہے:

''واقوصہ شام میں سرزمین حوران میں ایک صحرا ہے۔ وہاں پر ابو بکر کے زمانہ میں اسلامی فوج نے پڑاؤ ڈال کر رومیوں سے جنگ کی ہے اور قعقاع بن عمرو نے اس جنگ میں یہ شعر کہے ہیں:...

یہاں پر مذکورا بالا اشعار میں سے پہلا شعر اور پھر پانچویں سے ساتویں شعر تک درج کیا ہے۔

سیف کی روایت کی حیثیت:

سیف نے یرموک کی فتح کو ۱۳ھ میں بصری کی فتح کے بعد نقل کیا ہے۔

لیکن ابن اسحاق اور دیگر مورخین نے ''اجنادین'' کی فتح کو ''بصری'' کی فتح کے بعد ذکر کیا ہے اور یرموک کی فتح کو ۱۵ھ میں بیان کیا ہے اور اسے اس علاقہ کے شہروں کی آخری فتح جانتے ہیں دوسری جانب ''واقوصہ'' کا کہیں نام ونشان نہیں پایا جاتا۔ اس سلسلے میں صرف بلاذری لکھتا ہے کہ:

''رومیوں نے جنگ ''اجنادین'' کے بعد ''یاقوصہ'' میں ایک بڑی فوج جمع کی اور مسلمانوں نے وہاں پر رومیوں سے جنگ کی اور انھیں پسپا ہونے پر مجبور کیا''

لگتا ہے سیف نے لفظ ''یاقوصہ'' کو اس لئے ''واقوصہ'' میں تبدیل کیا ہے تا کہ اپنے مقصد کو پانے کے لئے مادۂ وقص ۔ یعنی گردن توڑنا ۔ سے استفادہ کرے اور اپنے فرضی میدان جنگ میں خالد بن ولید کی پیدل فوج کے شدید حملہ کے ذریعہ دشمن کی گردن توڑنے کو ثابت کرے۔

سند کی پڑتال:

سیف نے اس حدیث کے راوی کے طور پر محمد بن عبداللہ کا نام لیا ہے، جس کے بارے میں پہلے ہی معلوم ہو چکا کہ وہ سیف کا جعلی راوی ہے۔ اس کے علاوہ ابوعثمان یزید بن اسید عسانی کو راوی کے طور پر پیش کیا ہے۔ لیکن اس کے بارے میں ہم نے نہ تاریخ طبری میں اور نہ تاریخ ابن عساکر میں کوئی روایت پائی، اس کے علاوہ چوں کہ ہم نے اس کا نام راویوں کی فہرست اور طبقات روایت میں بھی کہیں نہیں پایا، اس لئے اسے بھی سیف کا جعلی راوی جانتے ہیں۔ اور معلوم ہوا کہ یہ شخص بھی اس کے دیگر راویوں اور نا قابل شکست جعلی سورماؤں کی طرح حقیقت میں کوئی وجود نہیں رکھتا۔

حدیث کی پڑتال کا نتیجہ

سیف کے کہنے کے مطابق، یرموک میں جنگ کے لئے آمادہ ہو کر حملہ کرنے والے اور رجز و رزم نامے پڑھنے والے بزرگ اصحاب، نا قابل شکست پہلوان اور اسلام کے سچے سپاہی، خاندان تمیم کے دو سورماؤں، یعنی قعقاع بن عمرو اور ابو مفزر کے علاوہ اور کون ہو سکتے ہیں؟

''واقوصہ'' کی جنگ میں ایک لاکھ بیس ہزار انسان قتل عام کئے جاتے ہیں، سیف نے کمانڈر انچیف، خالد بن ولید اور اس کی پیدل فوج کے برق رفتار حملے کے نتیجے میں صرف واقوصہ کی جنگ میں ایک لاکھ بیس ہزار جوانوں کو خاک و خون میں لوٹتے دکھایا ہے۔ اس طرح اتنے انسانوں

کا خون بہا کر چند لمحوں کے لئے اپنی نہ بجھنے والی پیاس کو تسکین دی ہے، جب کہ دیگر مؤرخین نے اس قسم کی کوئی بات بیان نہیں کی ہے۔ انہی میں سے بلاذری بھی ہے جس نے اپنی کتاب ''فتوح البلدان'' میں یرموک میں قتل ہوئے کل افراد کی تعداد ستر ہزار بتائی ہے۔ اس کے علاوہ جاننا چاہیے کہ سیف وہ تنہا شخص ہے جس نے یرموک کی جنگ کو ۱۳ھ میں ذکر کیا ہے۔

سیف کے افسانوی سورما قعقاع کی جنگوں اور فتوحات کے یہ وہ چند نمونے تھے جنھیں اس نے ابوبکر کے دور میں روایت کیا ہے۔ عمر کے دور میں شام میں قعقاع کی جنگ وفتوحات کے نمونوں کا جائزہ ہم آنے والی فصل میں پیش کریں گے۔

قعقاع، عمرؓ کے زمانے میں

قتل فیہ من الروم ثمانون الفاً

''جنگ فحل میں اسّی ہزار رومی قتل کیے گئے''

فتح دمشق کی داستان:

شہر دمشق کی فتح کے بارے میں سیف لکھتا ہے:

''شہر دمشق کے محافظین کے سردار کے ہاں بیٹا پیدا ہوا تھا۔محافظین نے ایک ولیمہ کا اہتمام کیا تھا۔اور کھانے پینے میں مشغول ہوئے اور اپنی ذمہ داریوں کو فراموش کرکے شہر کی اہم چوکیوں کی حفاظت سے غافل ہوگئے۔اس امر سے خالد بن ولید کے علاوہ کوئی مسلمان آگاہ نہیں ہوا، چونکہ وہ ہوشیار تھا اور اس سے اس شہر کے باشندوں اور محافظوں سے متعلق کوئی چیز پوشیدہ نہ تھی!

رات ہوتے ہی خالد،قلعہ کے ساکنوں کی مستی اور غفلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے

قعقاع بن عمرو اور مذعور بن عدی کے ہمراہ پہلے سے بنائی گئی رسیوں کی سیڑھیاں لے کر قلعہ کے نزدیک پہنچا۔ انھوں نے رسی کی سیڑھیاں دشمن کے قلعہ کی دیوار کے کنگروں پر پھینکیں دو رسیاں کنگروں میں اٹک گئیں۔ قعقاع اور مذعور سیڑھیوں سے اوپر چڑھ گئے پھر انھوں نے باقی سیڑھیوں کی رسیاں کنگروں سے محکم باندھ لیں اور دیگر لوگ بھی قلعہ کی دیوار سے اوپر چڑھ گئے۔ اس کے بعد بے خبر و مست محافظین پر حملہ کر کے مار دھاڑ شروع کی۔ اور آسانی کے ساتھ ان پر غلبہ پالیا۔ اس کے بعد اسلام کے سپاہیوں کے لئے قلعہ کا دروازہ کھولدیا...''

ابن عساکر نے اس پوری داستان کو سیف سے نقل کرنے کے بعد اضافہ کیا ہے:

''اور قعقاع بن عمرو نے فتح دمشق کی مناسبت سے یہ شعر کہے ہیں:

سلیمان کے دو شہروں (دمشق و تدمر) کے نزدیک ہم نے کئی مہینوں تک استقامت کی اور اپنی تلواروں پر ناز کرنے والے رومیوں سے جنگ کرتے رہے۔ جب ہم نے دمشق کے عراقی دروازے کو اپنے قبضے میں لے کر کھول دیا تو ان کے تمام سپاہیوں نے ہتھیار ڈال دئے۔ جب پورے شہر پر ہمارا قبضہ ہو گیا تو میں نے حکم دیا کہ ان کے سرتن سے جدا کر دئے جائیں اور ان کے گلے پھاڑ دئے جائیں۔ جب انھوں نے شہر دمشق اور تدمر میں ہمارے پنجے مستحکم ہوتے دیکھے تو خوف و وحشت سے انگشت بدندان رہ گئے''۔

لیکن جیسا کہ ہم نے پہلے بھی اشارہ کیا ہے کہ طبری نے اپنی تاریخ میں روایت کے آخر میں اشعار حذف کئے ہیں۔ اسی لئے مذکورہ اشعار کو بھی اپنی روایت میں درج نہیں کیا ہے۔

یہ داستان کہاں تک پہنچی

فتح دمشق کی داستان کو طبری اور ابن عساکر دونوں نے سیف سے نقل کیا ہے اور دوسروں

جیسے، ابن اثیر اور ابن کثیر نے اسی طرح طبری سے نقل کر کے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔ خاص کر ابن کثیر اس روایت کو اس طرح شروع کرتا ہے:

''سیف کہتا ہے.....''

اس کے بعد داستان کو آخر تک لکھتا ہے۔

سیف کی روایت کا دوسروں کی روایت سے موازنہ:

بلاذری نے فتح دمشق کی تشریح کرتے ہوئے اپنی کتاب ''فتوح البلدان'' میں لکھا ہے:

''خالد بن ولید نے ''دیر خالد'' کے باشندوں سے یہ شرط رکھی کہ اگر اسے ایک سیڑھی دیدیں، جس کے ذریعہ وہ دمشق کے قلعہ کی دیوار پر چڑھ سکے تو ان کے خراج میں تخفیف کر دے گا۔ کہ آخر کار ابو عبید نے خالد کے مطالبہ کو پورا کیا''۔

سند کی پڑتال

فتح دمشق کی داستان کو سیف نے صرف ایک جگہ اور ایک روایت میں تین راویوں، ابو عثمان، خالد اور عبادہ سے نقل کیا ہے۔ ابو عثمان کے بارے میں پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے کہ وہ سیف کا جعلی راوی اور اس کے ذہن کے تخلیق ہے۔

لیکن خالد و عبادہ ۔ جن سے طبری اور ابن عساکر نے سیف کے ذریعہ سولہ روایتیں نقلی کی ہیں ۔ کے بارے میں ہم فہرست اور طبقات رجال میں کوئی سراغ نہ پا سکے۔

فحل کی جنگ

طبری اور ابن عساکر نے سیف سے نقل کرتے ہوئے اس طرح روایت کی ہے:

''دمشق کو فتح کرنے کے بعد ابو عبیدہ ''فحل'' کی طرف روانہ ہوا۔ رومیوں نے اسلامی فوج سے لڑنے اور ان کی پیشقدمی کو روکنے کے لئے اسّی ہزار فوج آمادہ کر رکھی

تھی اور گھات لگا کر اچانک اسلامی فوج پر حملہ کیا۔ مسلمانوں نے شجاعت اور دلیری کے ساتھ رومیوں کے اس اچانک حملہ کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اس طرح ایک گھمسان جنگ چھڑ گئی۔ یہ جنگ ایک دن اور ایک رات جاری رہی۔ مسلمانوں نے رومیوں کی فوج کو تہس نہس کر کے رکھ دیا اور سرانجام یہ جنگ مسلمانوں کی فتحیابی اور رومیوں کی ہزیمت پر ختم ہوئی۔

رومیوں نے پہلے سے ہی ایک خندق کھود کر اس میں پانی بھر دیا تھا تا کہ اسلامی فوج کی پیشقدمی کو روک سکیں۔ لیکن شکست کھا کر پیچھے ہٹتے ہوئے رومی خود اس خندق میں گر کر دلدل میں پھنس گئے۔ ایسے پھنسنے والوں کا حال معلوم ہی ہے کہ کیا ہوگا! اس طرح اس جنگ میں اسّی ہزار رومی ہلاک ہو گئے مگر یہ کہ کوئی فرار ہونے میں کامیاب ہوا ہو!

ابن عساکر نے اس داستان کے آخر میں یہ اضافہ کیا ہے:

''اور قعقاع بن عمرو نے فحل کی فتحیابی کے سلسلے میں اس طرح شعر کہے ہیں:

''کتنے ایسے میرے اسلاف ہیں، کہ ان کے نیک کام مجھے وراثت میں ملے ہیں۔ میرے اجداد ایسے ہیں جن کی عظمت و بزرگواری سمندر کے مانند ہے۔ انھوں نے بھی فضائل کو اپنے اجداد سے وراثت میں پایا تھا اور بصیرت و بلند نظریات کی بنا پر ان فضائل کو چار چاند لگائے تھے۔ میں نے بھی اپنی ذمہ داری کے مطابق ان مفاخر وفضائل کو بڑھاوا دیا اور انھیں نقصان پہنچنے نہیں دیا۔ میری اولاد بھی اگر میرے بعد زندہ رہے تو وہ بھی ان فضائل و مفاخر کے بانی ہوں گے''

''فوج کے سپہ سالار ہمیشہ ہم میں سے رہے ہیں، وہ بادشاہوں کی طرح حملہ کرتے ہیں، ان کے پیچھے بہادر فوج ہے۔ ہم میدان کارزار کے بہادر ہیں، جس وقت سرحد

کے محافظ سستی دکھاتے ہیں، ہم ان پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور ان پر فتح پاتے ہیں''
فحل کی جنگ میں جب میرا گھوڑا کروفر کے ساتھ لمبی لمبی سانسیں لینے لگا اور بلائیں
چاروں طرف سے گھیرنے لگیں تو لوگ میری سربلندی اور بہادری کا مشاہدہ کر رہے
تھے۔ اگر میری جگہ پر کوئی اور ان بلاؤں سے مقابلہ کرنے کے لئے میدان میں آتا تو
بے چارہ اور ذلیل ہو کے رہ جاتا اور ایسے کام کو اپنے ذمہ لینے پر شرمندہ ہو جاتا!''
عربی گھوڑے فحل کے میدان کارزار میں گرد و غبار کو آسمان پر اڑاتے ہوئے دشمن
کی فوج کو کچلے دے رہے تھے، سرانجام ان کے گھوڑوں نے اپنے ہی سرداروں کو
دلدل میں گرادیا اور وہ اٹھنے کے قابل نہ رہے۔ اس کے بعد ہم نے سرنیزوں سے
دشمن پر حملہ کیا۔ ہم نے ان کی فوج کو دلدل میں نابود کر کے رکھ دیا اس دن تمام نگاہیں
مجھ پر متمرکز تھیں۔

اس کے علاوہ سیف نے روایت کی ہے کہ قعقاع نے جنگ فحل میں یہ شعر کہے ہیں:

''فحل کی جنگ میں ہم اتنے مشکلات سے دوچار ہوئے کہ جس کے خوف سے
پہلوان اپنے اسلحہ کو گھر میں ہی بھول جاتے تھے۔ میں اس دن اپنے مشہور گھوڑے پر
پوری طاقت سے سوار ہو کر اپنے بہادر فوجیوں کے ساتھ دشمن پر تیر باران کرتا تھا۔
بالآخر ہم نے مقاومت کرنے والے دشمن کے فوجیوں کو تلوار کے وار سے منتشر کر کے
بھگا دیا''

''ہم ہی ہیں جنھوں نے عراق کو اپنے گھوڑوں سے عبور کیا اور شام میں اپنی تلواروں
کے سائے میں جنگ لڑی اور عراق اور اس کی جنگوں کے بعد بہت سے نصرانیوں کو
نابود کر کے رکھ دیا''

حموی نے سیف کی اس روایت پر استناد کر کے لغت ''فحل'' کے بارے میں لکھا ہے:

''جس سال مسلمانوں کے ہاتھوں دمشق فتح ہوا، اسی سال فحل میں مسلمانوں اور اسّی (۸۰) ہزار رومی فوج کے درمیان جنگ ہوئی اور قعقاع بن عمرو تمیمی نے اس جنگ کے بارے میں یوں کہا ہے...:

اس کے بعد روایت کی سند کے بارے میں کسی قسم کا اشارہ کئے بغیر چار شعر ذکر کئے ہیں۔

سیف کی روایت کا دوسروں کی روایت سے موازنہ:

طبری نے ''فحل'' کی پوری داستان سیف سے نقل کی ہے، اور معمول کے مطابق اس سے مربوط رجز و شعر کو حذف کیا ہے۔

ابن عساکر نے بھی فحل کی پوری داستان سیف سے نقل کی ہے اور اس سے مربوط اشعار بھی ذکر کئے ہیں۔

حموی نے اس داستان کا تھوڑا سا حصہ لغت ''فحل'' کے سلسلے میں سند کے بغیر ذکر کیا ہے لیکن اس داستان سے مربوط مطالب، ان مطالب سے مختلف ہیں جو دیگر مورخین نے اس سلسلے میں درج کئے ہیں مثال کے طور پر بلاذری نے اس معرکہ میں قتل ہوئے لوگوں کی تعداد دس ہزار بتائی ہے۔ اس کے علاوہ کسی بھی مورخ نے شام کی جنگوں میں خاندان تمیم کے سورماؤں کی شرکت کا ذکر نہیں کیا ہے۔

ابن عساکر لکھتا ہے:

''مورخین کا اتفاق ہے کہ شام کی فتوحات میں قبائل اسد، تمیم اور ربیعہ میں سے کسی نے شرکت نہیں کی ہے بلکہ وہ اپنی لشکر گاہ یعنی عراق کے حالات کے مطابق وہیں پر ایرانیوں سے برسر پیکار تھے''[1]

سند کی پڑتال:

سیف نے داستان فحل، ابوعثمان یزید سے روایت کی ہے جب کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ

اس کا حقیقت میں کوئی وجود ہی نہیں ہے بلکہ وہ سیف کا جعل کردہ راوی ہے۔

جانچ پڑتال کا نتیجہ:

فتح دمشق میں ''دیر خالد'' کے باشندے، خالد بن ولید کو ایک سیڑھی دیتے ہیں تا کہ اس کے ذریعہ وہ دمشق کے قلعہ پر چڑھ سکے۔ جبکہ سیف کہتا ہے کہ قعقاع اور اس کے ساتھی رسیوں سے سیڑھیاں بنائیں اور ان کے ذریعہ قلعہ کے برج پر چڑھے۔

سیف کہتا ہے کہ جنگ فحل مین اسّی ہزار دشمن کے سپاہی مارے گئے، جب کہ دوسرے مورخین اس جنگ میں قتل ہوئے لوگوں کی تعداد تقریباً دس ہزار بتاتے ہیں۔

سیف نے فحل کی جنگ اور اس میں دشمن کی شکست کو فتح دمشق کے بعد ذکر کیا ہے، جبکہ دوسرے مؤرخین کا کہنا ہے کہ یہ جنگ فتح دمشق سے پہلے واقع ہوئی ہے۔

سیف نے اپنے افسانوی سورما، قعقاع بن عمرو سے فتح فحل کے بارے میں اشعار نقل کئے ہیں۔ طبری نے اپنی روش کے مطابق انھیں اپنی روایتوں میں حذف کیا ہے، جب کہ ابن عسا کر نے طبری کے برعکس ان تمام اشعار کو درج کیا ہے۔ اور حموی نے لغت ''فحل'' کے بارے میں، جیسا کہ ذکر ہوا، سیف کی روایتوں اور اشعار کے ایک مختصر حصہ کو درج کرنے پر اکتفاء کی ہے۔

طبری نے یہ داستان سیف سے نقل کی ہے اور اس کے بعد والے مؤرخین، جیسے، ابن اثیر، ابن کثیر اور ابن خلدون نے مذکورہ داستان کو طبری سے نقل کر کے اپنی تاریخ کی کتابوں میں درج کیا ہے۔ خاص کر ابن کثیر اس سلسلے میں داستان کے مصدر یعنی طبری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یوں لکھتا ہے:

''امام ابوجعفر، فتح دمشق کے بارے میں ذکر کرنے کے بعد سیف بن عمر سے نقل کرتے ہوئے یوں روایت کرتے ہیں:......''

سیف کی حدیث کے نتائج:

ا۔قلعہ دمشق پر چڑھ کر قلعہ کو تسخیر کرنے میں خاندان تمیم کے افسانوی اور نا قابل شکست سورما قعقاع بن عمرو کی شجاعت و بہادری دکھانا۔

۲۔ جنگ فحل میں واقعی مارے گئے افراد کے علاوہ ستر ہزار انسانوں کا قتل عام دکھانا۔

۳۔قعقاع سے منسوب رزمی اشعار کو نشر کرنا، جس میں اس نے ثابت کیا ہے کہ خاندان تمیم کے بہادر میدان کارزار کے بادشاہ ہیں، وہ ایک دوسرے سے بہتر نا قابل شکست اور نامور ہیں ،قدرت اور جوانمردی انھیں اپنے اسلاف سے وراثت میں ملی ہے اور اسی سلسلے کی ایک کڑی یعنی قعقاع کو یہ بہادری اپنے اجداد سے وراثت میں ملی ہے اور اس کے بعد اس کی اولاد بھی اس بہادری کے بانی ہیں۔ وہ (قعقاع) جنگوں میں فتح وکامرانی کا مرکزی کردار تھا اور وہ تنہا سورما ہے کہ جس کی طرف میدان کارزار میں نگاہیں متمرکز رہتی ہیں!

تحقیقات کا خلاصہ:

قعقاع وہی نا قابل شکست سورما ہے جس نے یرموک کی جنگ کا محاذ کھولا اور اس جنگ میں عراق کی جنگوں کی طرح فتح و کامرانیاں حاصل کیں۔قعقاع نے یرموک، دمشق اور فحل کی جنگوں میں شرکت کی ہے اور ان میں سے ہر ایک کے بارے میں رزمیہ اشعار کہے ہیں!

ان جنگوں کا نتیجہ ایک لاکھ دس ہزار انسانوں کا قتل عام ہے جو مسلمانوں کے ہاتھوں خاک و خون میں غلطاں کئے گئے اور اس سے قبل والے مقتولین میں ان کا اضافہ ہوا ہے۔

یہ سب مطالب سیف کے افسانوں کا نتیجہ ہیں اور وہ تنہا قصہ گو اور افسانہ ساز ہے جو اس طرح کی بیہودگیوں کا خالق ہے۔

یہ وہ مطالب تھے جو ہم نے سیف کی روایتوں میں شام کے مختلف نقاط میں قعقاع کی

افسانوی جنگوں کی صورت میں پائے۔سیف کے مطابق شام کی فتوحات کے بعد قعقاع دوبارہ عراق لوٹا ہے اور چند دیگر جنگوں میں شرکت کر کے فتوحات حاصل کی ہیں جن کا ہم اگلی فصل میں جائزہ لیں گے۔

قعقاع، عراق کی جنگوں میں

ازعــــجــهــم عــمــداً بــهــا ازعــاجــا
اطــعـــن طعنــا صــائبــا ثــجــاجــا
''دشمن کی صفوں کو اپنے پے درپے حملوں سے تہس
نہس کرتا ہوں اور ان پر ایسا نیزہ مارتا ہوں جو صحیح
نشانہ پر لگے اور خون بہائے''

قعقاع کی شام سے واپسی

ابن عساکر اور طبری نے سیف بن عمر سے نقل کرتے ہوئے قعقاع کی شام سے واپسی کا سبب یوں بیان کیا ہے:

''خلیفہ عمرؓ نے ابوعبیدہ کو ایک خط لکھا تا کہ وہ شام میں مامور عراقی سپاہیوں کو سعد وقاص کی مدد کے لئے واپس عراق بھیج دے۔ابوعبیدہ نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے عراقی سپاہیوں کو قعقاع کی سرکردگی میں ان کے وطن عراق کی طرف

لوٹنے کا حکم دیا''۲

اب ہم سعد بن وقاص کی کمانڈ میں عراق کی جنگوں میں قعقاع کی جنگی کارروائیوں کی تفصیلات پر نظر ڈالتے ہیں:

جنگ قادسیہ میں

طبری نے سیف سے نقل کرتے ہوئے جنگ قادسیہ کے تین روز کے واقعات کی یوں تشریح کی ہے:

۱۔ روز ارماث: ارماث کے واقعات پر قعقاع کے بھائی عاصم بن عمرو کے بارے میں گفتگو کرتے وقت وضاحت کریں گے؛

۲۔ ''روز اغواث'': اس سلسلے میں طبری نے پہلے ابوعبیدہ کے نام خلیفہ کے خط اور قعقاع کی سرپرستی میں عراقی فوجیوں کو اپنے وطن روانہ کرنے کا مسئلہ بیان کیا ہے اور اس کے بعد لکھتا ہے:

''قعقاع فوری طور پر شام سے عراق کی طرف روانہ ہوا اور یکے بعد دیگرے پڑاؤ کو طے کرتے ہوئے اغواث کے دن میدان جنگ قادسیہ کے نزدیک پہنچا۔ وہاں پر ایک ہزار افراد پر مشتمل اپنے سپاہیوں کو دس دس افراد کی ٹولیوں میں تقسیم کر کے حکم دیا کہ اس طرح میدان کارزار میں داخل ہوں کہ پہلا گروہ آگے بڑھے اور دوسرا گروہ تب قدم آگے بڑھائے، جب پہلا گروہ نظروں سے غائب ہو چکا ہو اسی طرح تیسرا اور چوتھا گروہ آگے بڑھے اور خود قعقاع پہلے گروہ کے آگے آگے مسلمانوں کی صفوں میں شامل ہوا ان پر درود بھیج کر انھیں خوشخبری دی کہ مدد پہنچ رہی ہے اور انھیں دشمن سے لڑنے کی ہمت دلائی اور شدید جنگ کے لئے آمادہ کیا اور کہا: جو کچھ میں انجام دوں، تم لوگ بھی اسی پر عمل کرنا'' اس کے بعد میدان جنگ کی طرف روانہ ہوا اور مقابلہ کے لئے اپنا مقابل طلب کیا''

قعقاع جب اس ٹھاٹ باٹ اور شان وشوکت سے آگے بڑھا تو دوسرے مسلمانوں

کے حوصلے بلند ہو گئے ۔اسلام کے دلاور سپاہی قعقاع کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک دوسرے کو دکھاتے ہوئے کہتے تھے: یہ وہی بہادر شخص ہے جس کے بارے میں ابوبکرؓ نے کہا ہے کہ: جس فوج میں یہ بہادر ہوگا وہ کبھی شکست سے دوچار نہیں ہوگی!''

قعقاع نے جب میدان جنگ میں مقابلہ کے لئے اپنا مقابل طلب کیا تو ایرانی فوج میں سے ''ذوالحاجب'' نامی ایک پہلوان آگے بڑھا۔ یہ وہی پہلوان تھا جس نے جسر کی جنگ میں ابوعبید کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا قعقاع نے ابوعبید کے قاتل کو پہچان کر بلند آواز میں اس سے مخاطب ہو کر کہا: ''اب میں تجھے اپنے دوستوں ابوعبید وغیرہ ـــ جو جسر کی جنگ میں مارے گئے ـــ کے انتقام میں قتل کر ڈالوں گا'' اس کے بعد ایک زوردار حملہ کیا اور تلوار کی ایک ضرب سے ہی ذوالحاجب کو ڈھیر کر دیا۔ اس کے بعد ایرانی فوج کا بیرزان نامی دوسرا پہلوان مقابلہ کے لئے میدان میں آیا، قعقاع نے اس کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔

دوسری طرف قعقاع کے سوار فوجی، رات گئے تک اپنے سردار کے حکم کے مطابق دس دس افراد کی ٹولیوں میں مشخص فاصلہ اور وقت کی رعایت کرتے ہوئے اپنے آپ کو مسلمانوں کی فوج میں پہنچا رہے تھے ہر ٹولی کے پہنچنے کے وقت قعقاع خبر دیتے ہوئے اور فوج کے حوصلے بلند کرنے کے لئے نعرۂ تکبیر بلند کرتا تھا اس کے نتیجہ میں اسلامی فوج کی ہمت بڑھتی تھی اور دشمن کی فوج کی بنیادیں متزلزل ہوتی جاتی تھیں۔

قعقاع نے مسلمانوں کے حوصلے بلند کرنے کے لئے پکار کر کہا '' اے مسلمانو! دشمن کو اپنی تیز تلواروں کے ذریعہ خبر دے دو کہ یہ ان کے لئے موت کا پیغام ہے''

قادسیہ کی جنگ میں اغواث کے دن ہی اسلامی فوج کے کمانڈر انچیف سعد

وقاص نے شجاع ترین سپاہیوں کے لئے خلیفہ عمرؓ کی طرف سے بھیجے گئے تحفوں میں سے ایک گھوڑا قعقاع کو عطا کیا قعقاع نے اس سلسلے میں درج ذیل شعر کہے ہیں۔

''عربی گھوڑے ہمارے علاوہ کسی کو نہیں پہچانتے ،اغواث کے دن شام کو قادسیہ کے نزدیک اس شب جب ہم نے دشمن پر حملہ کیا ہمارے نیزے پرندوں کی طرح دشمن کی طرف پرواز کر رہے تھے...''

اغواث کے دن قبیلہ تمیم کی پیدل فوج دس دس افراد کی ٹولیوں میں اونٹوں کے ہمراہ جنھیں انھوں نے سر تا پا ڈھانپ رکھا تھا اور ان کی خوفناک اور بھیانک صورت بنا رکھی تھی اپنے قبیلہ کے سواروں کی حفاظت میں خصم کے سپاہیوں پر تابڑتوڑ حملے کر رہی تھی۔قعقاع نے حکم دیا تھا کہ ان اونٹوں کے ذریعہ دشمن کی سوار فوج کی صفوں پر حملہ آور ہوں تا کہ دشمن کے گھوڑے مسلمانوں کے ۔سر تا پا ڈھانپے گئے ۔ اونٹوں کو ہاتھی سمجھ کر ڈر کے مارے بھاگ جائیں اور دشمن کی فوج میں بھگدڑ مچ جائے بالاخر ایسا ہی ہوا اور دشمن کی فوج پر کاری ضرب لگ گئی۔اغواث کے دن قعقاع کی اس فوجی حکمت عملی کے نتیجہ میں ایرانی فوج کو جس قدر جانی نقصان اٹھانا پڑا وہ ارماث کے دن کی شکست اور جانی نقصان سے کہیں شدید اور سنگین تھا جو مشرکین سے مسلمانوں کو اٹھانا پڑا تھا۔

اغواث کے دن جنگ کے دوران قعقاع جہاں کہیں بھی مشرکین کے سواروں کو پاتا تھا،ان پر حملہ کر کے انھیں بری طرح شکست دیتا تھا اور ہر حملہ میں ان کے نامور سپاہیوں کے ایک گروہ کو موت کے گھاٹ اتار دیتا تھا۔قعقاع نے اس روز دشمن کی فوج پر تیس ایسے حملے کئے کہ ہر حملہ میں ان کے کسی نہ کسی پہلوان اور دلاور کو موت کے گھاٹ اتارتا تھا تیسویں حملہ مین اس نے ''بزرگ مہر'' کو قتل کر ڈالا اس سلسلے میں

قعقاع نے یہ شعر کہے ہیں:

''میں ان کو اپنے حملوں سے اذیت پہنچاتا ہوں، ان پر نیزے برساتا ہوں اور ان نیزوں کو صحیح نشانوں پر مارتا ہوں ۔اس طرح اپنے لئے بہشت میں بہترین جگہ کی امید رکھتا ہوں ۔میں اپنی تلوار کی جان لیوا ضرب ان پر لگاتا تھا، وہ تلوار جو سورج کی کرنوں کی طرح چمکتی تھی ۔اغواث کے دن میں نے پراکندہ اور فراری ایرانیوں کو اپنے نیزوں کا نشان بنا دیا ۔جب تک میرے اور میرے ساتھیوں کے بدن میں جان ہے ہم جنگ کو جاری رکھیں گے''

۳۔روز عماس: طبری نے سیف بن عمرو سے نقل کرتے ہوئے ''روز عماس'' کے بارے میں تفصیل سے یوں لکھا ہے:

''قعقاع بن عمرو نے اپنے افراد کو رات کی تاریکی میں منتشر حالت میں اسی جگہ بھیجا ،جہاں پر اغواث کی شب کو جمع ہوئے تھے اور ان کے ساتھ طے کیا کہ اس بار سو سو افراد پر مشتمل دستہ کی صورت میں صبح سویرے روز اغواث کے مانند اسلامی فوج کے ساتھ جا کر ملحق ہوں، تا کہ اس طرح اسلامی فوج کی امیدیں اور حوصلے بڑھ جائیں قعقاع کی اس فوجی حکمت عملی سے دشمن کی فوج کا ایک شخص بھی آگاہ نہ ہوا۔

فوجی کمان کے صدر مقام پر قعقاع بذات خود حاضر تھا۔ پو پھٹتے ہی اپنی فوج کے پہلے دستہ کی آمد کا منتظر افق کی طرف آنکھیں گاڑے ہوئے تھا کہ اچانک اس کے سواروں کی گرد دور سے اڑتی ہوئی نظر آئی ۔قعقاع نے تازہ دم امدادی فوج کی آمد کی خبر دینے کے لئے تکبیر کی آواز بلند کی، اسلامی فوج نے اس تکبیر کو سن کر جواب میں تکبیر کہی اور ان کے حوصلے بلند ہو گئے ...

سعد وقاص نے جب دیکھا کہ دشمن کے جنگی ہاتھی مسلمانوں کی فوج کی صفوں

میں شگاف پیدا کر رہے ہیں اور عنقریب اسلامی فوج کا شیرازہ بکھرنے والا ہے تو اس نے خاندان تمیم کے دو نامور پہلوانوں، قعقاع اور اس کے بھائی عاصم کو حکم دیا کہ وہ کوئی چارہ تلاش کریں اور سفید ہاتھی ۔ کہ دوسرے ہاتھی جس کے پیچھے پیچھے حرکت کر رہے تھے۔ کو موت کے گھاٹ اتار دیں۔ دونوں بھائی حکم کی تعمیل کرتے ہوئے دو چھوٹے، مضبوط لیکن نرم اور لچک دار نیزے اٹھا کر چند ساتھیوں کے ہمراہ انتہائی احتیاط کے ساتھ اپنے لشکر سے جدا ہو کر آگے بڑھے اور بالآخر اس راہنما سفید ہاتھی کے نزدیک پہنچے جب سفید ہاتھی مکمل طور پر ان کے سامنے پہنچا اور ان دو پہلوانوں کے حملے کی زد میں آ گیا، تو دونوں بھائی بجلی کی طرح اس سفید ہاتھی پر ٹوٹ پڑے اور بڑی مہارت اور پوری طاقت کے ساتھ اس کی دونوں آنکھوں میں نیزے بھونک دئے اور اسے اندھا کر دیا۔ ہاتھی نے درد کے مارے تڑپتے ہوئے غصہ کی حالت میں اپنی سونڈ کو بلند کیا کہ قعقاع نے انتہائی مہارت اور چابکدستی سے تلوار کے ایک وار سے اس کی سونڈ کو کاٹ کر رکھ دیا۔ ہاتھی دھڑام سے زمین پر گر گیا اور اس کا سارا کروفر ختم ہو گیا۔

قعقاع نے اس فتحیابی پر یہ شعر کہے ہیں:

''میرے خاندان، فرزندان یعمر نے جنگ و پیکار میں میری حوصلہ افزائی کی وہ اس ہمت افزائی میں کیا خوب نیزوں کو میدان کارزار میں لہراتے تھے، جس دن آزاد کردہ لوگوں کی حمایت میں اٹھ کر جنگ قادسیہ کے لئے آگے بڑھے تھے۔ میرے خاندان نے جنگ کی ذمہ داری سے کبھی پہلوتہی نہیں کی ہے۔ جب میں دشمن سے جنگ کے لئے اٹھ کھڑا ہو جاؤں تو ان کی فوج کو جہاں کہیں بھی ہو تہس نہس کر کے رکھدوں گا۔ میں جنگوں میں مشکلات کو مول لیتا ہوں اور عمارتوں کے برابر عظیم الجثہ

ہاتھیوں کو جب حملہ آور حالت میں دیکھتا ہوں تو اپنے نیزے کو ان کی آنکھوں میں بھونک دیتا ہوں۔''

ابن عساکر نے سیف سے نقل کیا ہے کہ ام المومنین عائشہ نے کہا ہے:

''قعقاع پہلا پہلوان ہے جس نے قادسیہ کی جنگ میں مسلمانوں کو عملی طور پر سکھایا کہ کس طرح ہاتھی کی سونڈ کو کاٹ دینا چاہئے۔ اس کے بعد مسلمان ہاتھیوں پر جان لیوا تیروں کی بارش کرتے تھے، جو صرف ہاتھیوں پر لگتے تھے اس کے بعد ان کی سونڈ کاٹ کر انھیں موت کے گھاٹ اتار دیتے تھے...!''

ابن حجر نے بھی قعقاع کی زندگی کے حالات کے بارے میں سیف سے نقل کرتے ہوئے ام المونین عائشہ کی زبانی مختصر طور پر اسی داستان کو نقل کیا ہے۔

اسلامی ثقافت پر سیف کی روایتوں کے اثرات:

حموی، سیف کی روایت سے استفادہ کرتے ہوئے لغت ''اغواث'' کے بارے میں لکھتا ہے:

''مجھے معلوم نہیں ارماث، اغواث اور عماس ہر ایک کسی جگہ کے نام ہیں یا لفظ رمث، غوث اور غمس سے لئے گئے ہیں۔ بہر حال قعقاع بن عمرو نے اپنے اشعار میں روز اغواث کے بارے میں اشارہ کیا ہے۔ اور وہ پہلا دن تھا، جس دن قعقاع نے شام سے واپسی پر قادسیہ کی جنگ میں شرکت کی ہے۔''

لفظ عماس کے بارے میں لکھتا ہے:

''عماس ـــ عین پر کسرہ کے ساتھ ـــ جنگ قادسیہ کا تیسرا دن ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ ''عماس'' کسی جگہ کا نام ہے یا لفظ ''عمس'' سے لیا گیا ہے جو ''معس'' کا مقلوب ہے۔

روز اغواث ـــ جو سیف کے خیالات کی تخلیق ہے ـــ نے بہت شہرت حاصل کی ہے، اس حد تک کہ ابن عبدون نے اپنے اشعار میں اس دن کے بارے میں اشارہ کیا ہے اور ابن بدرون نے اس کے قصیدہ کی تشریح کی ہے اس میں روز اغواث کے بارے میں سیف کی تمام روایت کو نقل کیا ہے۔ [۲]

قلقشندی ـــ وفات ۸۲۱ھ ـــ نے روز "اغواث" کو اسلام کے معروف دنوں کے طور پر ذکر کیا ہے۔ [۳]

زبیدی ـــ وفات ۱۲۰۰ھ ـــ نے "تاج العروس" میں لفظ "اغواث" کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے:

"روز اغواث، جنگ قادسیہ کا دوسرا دن تھا، اور قعقاع بن عمرو نے اس روز درج ذیل شعر کہے ہیں:

"عربی گھوڑے ہمارے علاوہ کسی کو نہیں پہچانتے تھے..." تا آخر۔

لیلۃالھریر

طبری نے سیف سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے: [۴]

"جب عماس کا دن تمام ہوا اور رات آئی تو جنگجوؤں نے تھوڑی دیر کے لئے لڑائی روک لی۔ پھر رات بھر دونوں لشکر دوبارہ جنگ میں مصروف ہو گئے۔ شب کے سناٹے میں تلواروں کی جھنکار جنگجوؤں کے بگل کی آواز سے مل کر ایک عجیب اور مرموز آواز پیدا کر رہی تھی اسی لئے اسے "لیلۃ الھریر" کا نام دیا گیا ہے۔ یعنی وہ شب جس میں کتے کے رونے کی آواز آتی ہو۔"

طبری نے سیف سے روایت کی ہے:

''ایرانیوں نے مسلمانوں کے محاذ پر اندھادھند اور جان لیوا تیراندازی کی، جس کے نتیجہ میں خالد بن یعمر تمیمی مارا گیا۔قعقاع نے جب یہ حال دیکھا تو جذبات میں آکر سعد وقاص سے اجازت لئے بغیر دشمن کے تیراندازوں پر ٹوٹ پڑا۔ وہ خالد کے سوگ میں یوں رجز پڑھ رہا تھا:

''خدا، ابن یعمر کے مزار کو سیراب کرے۔ جب مسافر بار باندھ رہے ہیں وہ اپنی جگہ پر باقی ہے۔خدا صبح کی بارش سے اس زمین کو ہمیشہ سیراب کرے جہاں پر خالد کی قبر ہے۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ میری تلوار ہمیشہ دشمنوں کے خون سے رنگین رہے اور ان کو قتل کرے۔اگر لوگ یہاں سے چلے جائیں، پھر بھی خالد یہیں پر رہے گا۔''

سپہ سالار، سعد نے جب قعقاع کی بغیر اجازت جنگ کا مشاہدہ کیا، تو ہاتھ اٹھا کر دعا کی: خداوندا! اسے اس نافرمانی کے لئے بخش دے اور اس کی مدد فرما! اس وقت میں اسے اجازت دیتا ہوں۔اس کے بعد اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ قعقاع کی مدد کے لئے فوری طور پر آگے بڑھیں۔

اس رات پو پھٹنے تک جنگ کا بازار اتنا گرم رہا کہ اس کے شعلے بھڑک رہے تھے، سعد وقاص نے فتحیابی کی نوید پر مشتمل جو پہلی آواز سنی وہ قعقاع کی درج ذیل آواز تھی:

''ہم نے ایک، چار اور پانچ کے گروہ کو نابود کر دیا۔ان میں ان مردوں کو بھی شمار کیا، جو گھوڑوں پر زہریلے نر سانپوں کی طرح سوار تھے۔چونکہ ہم نے ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا، لہٰذا خدا کا شکر ادا کیا۔''

جنگجوؤں نے اس رات آنکھ نہ جھپکائی بلکہ پو پھٹنے تک دشمنوں سے جنگ کرتے رہے۔اس تھکاوٹ اور بے خوابی کے عالم میں قعقاع لشکر کے درمیان گھوم گھوم کر لوگوں سے کہہ رہا تھا:'' ایک گھنٹہ صبر کرو کہ استقامت کے سائے میں کامیابی

مضمر ہے'' قعقاع کی اس گفتگو کو سن کر بعض فوجی افسر اس سے ہم آہنگ ہو کر جنگ کو فیصلہ کن مرحلے میں داخل کرنے کے لئے دشمن کی فوج کے سپہ سالار رستم کی طرف حملہ آور ہوئے اور ایک گھمسان جنگ کے بعد پو پھٹتے ہی اپنے آپ کو اس کے نزدیک پہنچا دیا دوسری طرف بقیہ تمام قبائل کے سرداروں نے جب قعقاع کے فیصلہ کن حملہ کا مشاہدہ کیا تو اپنے افراد کو بھی ڈٹ کر لڑنے کے لئے آمادہ کیا۔ اسی دوران ہوا کا ایک طوفان آیا اور ایک ہولناک بگولے نے ایرانی فوج کے سپہ سالار کا تخت نیچے گرا دیا۔ اسی حالت میں قعقاع اور اس کے ساتھی اس کے پاس پہنچے اور اس کا کام تمام کر دیا۔ رستم کے قتل ہونے سے دشمن کی فوج کا شیرازہ بکھر گیا اور مشرکین بھاگنے پر مجبور ہو گئے اور مسلمان فتحیاب ہو گئے۔

سعد وقاص نے قعقاع اور دیگر سپاہیوں کو حکم دیا کہ فراریوں کا پیچھا کریں۔ فراری جب دریا پر بنے پل سے گزرے تو انھوں نے پل کو اٹھا دیا تا کہ مسلمانوں کی پیش قدمی روک سکیں''

''اطلال'' گھوڑے کی گفتگو

''بکیر، اطلال نامی ایک گھوڑے پر سوار دشمنوں کا پیچھا کر رہا تھا۔ دریائے قادسیہ کے کنارے اپنے گھوڑے سے بلند آواز میں بولا: اطلال چھلانگ مارا اطلال نے اپنے سوار کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے آپ کو سمیٹا اور بولا سورۂ بقرہ کی قسم میں چھلانگ مارتا ہوں! یہ کہتے ہوئے اطلال نے چھلانگ لگائی اور دریا کے اس پار زمین پر اترا۔ اس کے بعد دوسرے سواروں نے بھی اپنے گوڑے دریا میں ڈال دیئے اور اس کو پار کرتے ہوئے فراری دشمنوں کا پیچھا کیا، جسے بھی پاتے تھے اسے قتل کرتے

ہوئے آگے بڑھتے تھے،حتی نجف کی بلندیوں تک پہنچ گئے اور اس کے بعد واپس لوٹے''

بکیر کے گھوڑے ،اطلال کی گفتگو اور دریا کے اوپر سے چھلانگ لگانے کے لئے اس گھوڑے کی سورہ بقرہ کی قسم کھانے کے بارے میں سیف کے افسانہ نے تعجب انگیز حد تک شہرت پائی ہے اور علماء نے بھی اپنی کتابوں میں سیف کی روایت میں کچھ بڑھا گھٹا کر اسے نقل کیا ہے اگر چہ اس افسانہ کے سر چشمہ،یعنی سیف بن عمر کا کوئی اشارہ نہیں کیا ہے منجملہ ابن کلبی اطلال کے بارے میں تشریح کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''اطلال ،بکیر بن عبداللہ الشد اخ اللیثی کے گھوڑے کا نام ہے کہ یہ شخص قادسیہ کی جنگ میں سعد وقاص کے ہمراہ موجود تھا''

مزید لکھتا ہے:

''خدا بہتر جانتا ہے،جب ایرانیوں نے دریائے قادسیہ کے پل کو مسلمانوں کی پیش قدمی روکنے کے لئے اٹھا دیا تھا۔بکیر دریا کے کنارے پہنچ کر اپنے گھوڑے اطلال سے مخاطب ہوکر بلند آواز میں بولا: اطلال چھلانگ لگا!اطلال نے خود کو سمیٹا اور چھلانگ لگائی ۔خدا نے اس دن مشرکین کو شکست دے دی کہا جاتا ہے کہ ان دنوں دریائے قادسیہ کی چوڑائی چالیس ہاتھ تھی ۔مشرکین نے جب دریا کی اس چوڑائی سے بکیر کے گھوڑے کو چھلانگ لگاتے ہوئے دیکھا تو وہ تعجب سے کہنے لگے کہ یہ الٰہی امر ہے''

اس کے علاوہ ابن الاعرابی نے اپنی کتاب ''انساب الخیل''میں ،غندجانی نے اپنی کتاب ''اسماء الخیل العرب ''میں اور بلقینی نے اپنی کتاب ''امر الخیل''میں اس داستان کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اسی طرح لغت کی کتابوں میں بھی اس موضوع کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔لفظ''طلل''
کے بارے میں ابن منظور کی کتاب''لسان العرب''میں یوں ذکر آیا ہے:

''لوگ کہتے ہیں کہ جب قادسیہ کی جنگ میں ایرانی فرار کررہے تھے،اطلال
نے گفتگو کی ہے۔داستان اس طرح ہے کہ جب مسلمان فراریوں کا پیچھا کرتے
ہوئے اس دریا کے کنارے پر پہنچے جس کا پل ایرانیوں نے اٹھا دیا تھا،تو سوار نے
اپنے گھوڑے سے مخاطب ہوکر کہا:''اطلال،چھلانگ لگا!''گھوڑے نے جواب میں
کہا:سورۂ بقرہ کی قسم میں چھلانگ لگاتا ہوں!''

فیروز آبادی نے اپنی لغت میں لکھا ہے:

''کہتے ہیں کہ اطلال نے قادسیہ کی جنگ میں دریا کے کنارے اپنے سوار سے گفتگو
کی ہے۔جب سوار نے اس سے مخاطب ہوکر کہا:''اطلال چھلانگ مار''تو اطلال اس
کے جواب میں بولا:''سورۂ بقرہ کی قسم میں نے چھلانگ لگادی۔''

زبیدی نے بھی تاج العروس میں یہی مطالب درج کئے ہیں۔

یہ وہ مطالب تھے جو سیف بن عمر نے جنگِ قادسیہ کے تین دنوں کے بارے میں بیان کئے
ہیں۔''لیلۃ الحریر''کے بارے میں بلاذری کی''فتوح البلدان''میں اس نام کا صرف اشارہ ہوا
ہے لیکن جس چیز کو سیف نے تفصیل سے بیان کیا ہے وہ اس میں نہیں پائی جاتی۔

بکیر اور اس کے اطلال نامی گھوڑے کی حقیقت سے کسی کو انکار نہیں ہے اور بکیر کا نام''فتح
موقان''میں آیا ہے۔لیکن اطلال کی گفتگو اور سورہ بقرہ کی قسم کھانے کی فقط سیف نے روایت کی ہے،
کسی اور نے ۵؎ اس سلسلے میں کچھ نہیں لکھا ہے۔

سندِ روایت کی پڑتال:

قعقاع کی شام سے عراق کی طرف واپسی اور اس کے عراق کی دوسری جنگوں میں شرکت

کے موضوع کے بارے میں سیف کی روایات کی سند میں ابوعثمان یزید، زیاد بن سرجس، محمد اور غصن جیسے راوی ملتے ہیں۔ اور پہلے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ یہ سب راوی سیف کے خیالات کی تخلیق اور جعلی ہیں اور ان کا حقیقت میں کوئی وجود ہی نہیں ہے۔

اس کے علاوہ سیف نے عمر بن ریان کو اس حدیث کے راوی کی حیثیت سے ذکر کیا ہے۔ اس کا نام تاریخ طبری میں پانچ حدیثوں کے راوی کے طور پر آیا ہے۔

اس راوی کی حسب ذیل صورت میں معرفی کی گئی ہے:

''یہ وہ شخص ہے جس سے سیف بن عمر نے روایت کی ہے اور یہ ایک مجہول شخص ہے، اور بس۔''

اسی طرح سیف نے جن راویوں سے صرف ایک حدیث روایت کرنے پر اکتفا کی ہے، ان کو ہم نے سیف کے علاوہ کسی اور کتاب، فہرست یا طبقات میں نہیں پایا۔ ایسے راویوں میں حمید بن ابی شجار، قبیلہ طی کا ابن محراق نام کا ایک شخص! اور عصمد الوائلی سے جخدب، جرعب قابل ذکر ہیں حتی ہم یہ بھی نہ سمجھ سکے کہ سیف نے ابن محراق یا قبیلہ طی کے اس شخص کا اپنے خیال میں کیا نام رکھا ہے۔

لگتا ہے کہ سیف بن عمر نے ایسے افسانوں اور راویوں کو نقل کر کے لوگوں کا مضحکہ اڑایا ہے اور کبھی کوئی سنجیدہ بات نہیں کی ہے۔ خاص کر جب وہ اپنی حدیث کے راویوں کی حیثیت سے قبیلہ طی کے ابن محراق وغیرہ جیسے افراد کا ذکر کرتا ہے۔ کیا اس کے زندیقی ہونے کے علاوہ کوئی اور سبب ہو سکتا ہے جو سیف کو ایسے افسانے تخلیق کرنے اور ایسے عجیب و غریب ناموں کے ذریعہ اپنی روایتوں کو مستند بنانے کے لئے آمادہ کرے؟!

یہ روایت کہاں تک پہنچی اور بحث کا نتیجہ:

سیف تنہا شخص ہے جس نے قادسیہ کی جنگ کے لئے تین دن مخصوص کر کے ان کو الگ الگ نام سے یاد کیا ہے۔ یہ تنہا راوی ہے جس نے قعقاع کی سرپرستی میں عراقی سپاہیوں کی اپنے وطن کی

طرف واپسی کا ذکر کیا ہے۔اس کے علاوہ کسی بھی شخص نے ایسی چیزیں نہیں لکھی ہیں۔ایسے میں امام مؤرخین ابن جریر طبری آ کر ان تمام مطالب کو سیف سے نقل کر کے اپنی تاریخ کی کتاب میں درج کرتا ہے اور ابن اثیر نے بھی ان سب روایتوں کو ایک جگہ جمع کر کے طبری سے نقل کرتے ہوئے اپنی خاص روش کے تحت سند کا ذکر کئے بغیر درج کیا ہے۔ابن کثیر نے بھی اس داستان کو طبری سے نقل کر کے اس کا ایک حصہ خلاصہ کے طور پر درج کیا ہے اور اس کی ابتداء میں یوں لکھتا ہے:

''ابن جریر طبری ــ خدا اس پر رحمت نازل کرے ــ اس طرح لکھا ہے:....اس کے بعد سیف کی روایت نقل کرتے ہوئے ۹ بار سیف بن عمر کا نام لیتا ہے۔ابن خلدون نے بھی اس داستان کو نقل کرتے ہوئے بات کو اس طرح شروع کیا ہے: سیف کہتا ہے:....تا آخر''

میر خواند نے بھی ''روضۃ الصفا'' میں ان افسانوں کو درج کیا ہے،لیکن اپنی خاص روش کے مطابق سند کے بارے میں کوئی اشارہ نہیں کیا ہے۔

سیف تنہا شخص ہے جس نے قادسیہ کی جنگ کے بارے میں یہ افسانے تخلیق کئے ہیں [۶] جن افسانوں کا ہم نے اس سلسلے میں اب تک ذکر کیا ان کا وہ تنہا راوی ہے اور دوسرے مورخین نے اس سے نقل کر کے ان مطالب کو اپنی کتابوں میں درج کیا ہے اور ہم نے اس امر کو مختلف مراحل میں ثابت بھی کیا ہے۔

قابل توجہ بات ہے کہ سیف نے اپنی داستان کو گڑھتے وقت یہ کوشش کی ہے کہ ایک داستان دوسری داستان کی تائید کرے اور ایک مطلب دوسرے موضوع کا گواہ بنے اس سلسلے میں قعقاع اور اس کی شجاعت اور کارناموں کے بارے میں گڑھا ہوا افسانہ بطور نمونہ پیش کیا جا سکتا ہے، جس میں جگہ جگہ پر سیف کا اس بات پر اصرار نظر آتا ہے کہ ابوبکرؓ کی قعقاع کے بارے میں کی گئی ستائش کی لوگوں کی زبانی تائید کرائی جائے مثلاً وہ کہتا ہے:

''لوگ قعقاع کی تعریف اورستائش میں ایک دوسرے کواشارہ کر کے یہ کہتے تھے کہ''
یہ وہی پہلوان ہے جس کے بارے میں ابوبکرؓ نے کہا ہے: جس فوج میں اس جیسا
دلاوراور پہلوان موجودہووہ ہرگز شکست سے دوچار نہیں ہوگی!''

اس طرح سیف اپنی سابقہ بات۔۔۔ جواس نے ابوبکرؓکی زبانی قعقاع کی تعریف میں گڑھی ہے ۔۔۔ پرتاکید کرتے ہوئے اسے ایک ناقابل انکارحقیقت ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے.

اس کے علاوہ ہم نے دیکھا کہ قادسیہ کی جنگ میں بکیر کے گھوڑے اطلال کی گفتگوکواس قدر شہرت بخشی گئی کہ اس موضوع کواہم کتابوں میں درج کر کے اس کے بارے میں بہت کچھ لکھا گیا ہے بجائے اس کے کہ اس مطلب پرایک علمی تحقیق کی جائے اوراس تخلیق کے سرچشمہ کوعلم وعقل کی کسوٹی پر پرکھا جائے ،اس متبذل افسانہ کوکتابوں میں درج کیا گیا ہےاوراسی طرح واضح خرافات کوتاریخ کے حقیقی واقعات کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔لوگوں میں اس افسانہ کی مقبولیت اورشہرت کا سبب اس کے علاوہ کچھ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ اس افسانہ کواس طرح گڑھ لیا گیا ہے تاکہ عوام کو پسند ہواوراپنے اسلاف واجداد کی کرامتیں اورغیر معمولی قصے سننے کے شائقین کی مرضی کے مطابق ہو۔چوں کہ جس قدرافسانہ سنسنی خیز ہواسی قدراس کی شہرت بھی زیادہ ہوتی ہے ؟!

ساس داستان کے نتائج:

اب ہم دیکھتے ہیں کہ سیف نے اس داستان کوگڑھ کر کیا مقصد پایا ہےاوراس افسانہ سرائی سے کون سے نتائج حاصل کئے ہیں:

۱۔اپنے ہم قبیلہ قعقاع تمیمی کے لئے ایسی شجاعتیں اور بہادریاں خلق کی ہیں کہ افسانوں کی تاریخ حتی اسلام کے واقعی پہلوانوں میں بھی اس کی مثال نہیں ملتی۔

۲۔فوج کی ہمت افزائی کے لئے میدان کارزار میں سپاہیوں کوبھیجتے وقت دودن کے اندر دوبار مختلف دستوں میں مساوی طور پر بانٹنے کے سلسلے میں قعقاع کی فوجی حکمت عملی کی دقیق تشریح کرنا

۳۔ سرگروہ ہاتھی کی سونڈ کو کاٹ دینا، جس کے نتیجہ میں مسلمانوں نے دشمن پر فتح پائی۔ خاص کر اس دعویٰ کے بارے میں ام المومنین عائشہ کی تاکید اور گواہی بیان کرنا۔

۴۔ ارماث، اغواث اور عماس کے نام سے تین سنسنی خیز تاریخی دنوں کی تخلیق۔

۵۔ رجز اور رزمیہ قصائد کی تخلیق کر کے قدیمی ادب کو مزین کرنا۔

٦۔ آخر میں بکیر کے گھوڑے اطلال کی معجزہ نما گفتگو، خاص کر اس کا فصیح عربی میں بات کرنا اور سورہ بقرہ کی قسم کھانا!۔

جنگ کے بعد کے حوادث

طبری نے سیف سے روایت کی ہے کہ:

''ایرانیوں کی شکست اور ان کے فرار کے بعد تیس سے زیادہ فوجی دستے فرار کی شرمندگی کو اختیار نہ کرتے ہوئے سرداروں کے ہمراہ اپنی جگہ پر ڈٹے رہے۔ لہٰذا تیس سے زیادہ اسلامی سپہ سالاران کے مقابلے میں آئے اور از سر نو جنگ شروع ہوگئی۔ اس معرکہ میں خاندان تمیم کے ناقابل شکست پہلوان قعقاع نے اپنے ہم پلہ ایرانی پہلوان قارن کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے قتل ہونے پر ایرانیوں کے باقی ماندہ فوجی دستے یا قتل ہوئے یا میدان جنگ سے فرار کر گئے۔ اسلامی فوج کے سپہ سالار اعظم سعد وقاص نے فراریوں کا پیچھا کرنے کا حکم دیا اور قعقاع ابن عمرو کو اس کی ذمہ داری سونپی''

اس کے علاوہ روایت کرتا ہے کہ جریر بن عبداللہ بجلی نے اس دن یہ شعر کہے ہیں:

''میں جریر ہوں اور ابوعمرو میری کنیت ہے۔ خدا نے ۔ جنگ میں ہماری ۔ مدد فرمائی جب کہ سعد اپنے محل میں بیٹھا تھا''

جریر کی یہ باتیں سعد وقاص تک پہنچیں تو سعد نے جواب میں کہا:

''مجھے خاندان بجیلہ کے جنگجوؤں سے کوئی توقع نہیں ہے خدا سے ان کے لئے قیامت کے دن بدلہ چاہتا ہوں۔ان کے گھوڑے ایسے گھوڑوں کے مقابلے میں آئے کہ سواروں کے درمیان مڈبھیڑ ہوگئی۔اگر دو تمیمی سورما قعقاع بن عمرو اور حمال نہ ہوتے تو بجیلیوں کو ہزیمت اٹھانا پڑتی کیوں کہ یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے اپنے نیزوں اور تلواروں سے دشمنوں کی چمڑی اتاری اور تمھارے گروہ کا دفاع کیا اگر ان دو پہلوانوں کا دفاع نہ ہوتا تو تم اس وقت ایسے گروہوں کو اپنے سامنے دیکھتے جو تمھارے گروہ کو مکھی کی طرح بے بس کر کے رکھ دیتے''

مندرجہ بالا اشعار کو سیف نے اسی صورت میں ذکر کیا ہے جب کہ طبری نے ابن اسحاق سے نقل کرتے ہوئے پہلے دو شعر کے بعد یوں بیان کیا ہے:

''ان کے میدان جنگ میں ایسے ہاتھی آئے جو عظیم الجثۃ ہونے کے لحاظ سے بڑی کشتیوں کے مانند تھے''

اس کے بعد تین شعر جن کا سیف نے اضافہ کیا ہے اس میں نظر نہیں آتے۔معلوم ہوتا ہے کہ سیف نے اپنی روایت میں تیسرا شعر ــ جس میں بجیلہ قحطانی کی تعریف و تمجید ہوئی ہے ــ کو حذف کیا ہے اس کی جگہ پر ایسے تین شعر گڑھ لئے ہیں جن میں قعقاع تمیمی اور حمل اسدی ــ مضری ــ کی تعریف و تمجید اور بجیلۂ قحطانی یمانی کی مذمت کی گئی ہے۔اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ سیف ابن عمر تمیمی نہ فقط اسلام کے لئے افسانوی تاریخ جعل کرتا ہے بلکہ دوسروں کے اشعار اور قصیدوں میں بھی قبیلہ مضر کے حق میں تصرف کرتا ہے۔

بے شوہر یمانی عورتیں:

سیف نے روایت کی ہے:

''قادسیہ کی جنگ میں قبائل عرب میں سے کوئی بھی قبیلہ بے سر پرست عورتوں کے لحاظ سے بجیلہ اور نخع قبیلوں کے برابر نہ تھا۔ اس کا یہ سبب تھا کہ خالد بن ولید نے عراق میں اپنی جنگوں کے دوران اس علاقہ کے باشندوں کی اجتماعی نابودی اور قتل عام کے سبب عراق کو مسلمانوں کی رہائش کے لئے آمادہ کیا تھا۔ اسی اطمینان اور امید کی وجہ سے دو یمانی قبیلے اپنے خاندان کے تمام افراد کے ساتھ قادسیہ کی جنگ میں شریک ہوئے تھے۔ اس جنگ میں ان دو قبیلوں کے ایک ہزار سات سو مرد کام آئے جس کے نتیجہ میں خاندان نخع میں سات سو اور خاندان بجیلہ میں ایک ہزار عورتیں اپنے شوہروں سے ہاتھ دھو بیٹھیں''

مہاجرین نے بزرگواری کا ثبوت دیتے ہوئے ان بیوہ عورتوں کو اپنی حمایت و سر پرستی فراہم کی اور ان کے ساتھ شادی کی۔

یہ شادیاں جنگ کے دوران اور اسی طرح دشمن پر فتح پانے کے بعد انجام پائیں ان ایک ہزار سات سو بیوہ عورتوں میں سے عامر ہلالیہ نخع کی بیٹی اروی کے علاوہ ایک بھی عورت بے سر پرست نہ رہی۔ جنگ قادسیہ کے بعد اس عورت سے بھی بکیر بن عبداللہ (وہی سورما جس سے اس کے گھوڑے نے گفتگو کی تھی)، عتبہ بن فرقد اللیثی اور سماک بن خرشہ انصاری نے خواست گاری کی۔ اروی ان نامور عرب پہلوانوں کی خواست گاری کے جواب میں کسی ایک کے انتخاب کرنے میں شش و پنج میں پڑی مجبور ہو کر اس نے اپنی بہن ھنیدہ ـــــ قعقاع کی بیوی ـــــ سے مدد کی درخواست کی اور

اس سلسلے میں اس کے شوہر سے اظہار نظر کو کہا۔ ہنیدہ نے یہ بات اپنے شوہر سے بیان کی۔قعقاع نے جواب میں کہا: میں شعر کی زبان میں ان کی توصیف کروں گا،تم اسے اپنی بہن کے پاس پہنچادینا تا کہ اس کے لئے ان میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا آسان ہوجائے۔اس کے بعد اس نے یہ شعر کہا:

''اگر تم درہم ودینار کی طلبگار ہوتو مرد انصاری سماک یا فرقد کو اپنے شوہر کے طور پر انتخاب کرنا اور اگر نیزہ باز،شجاع ودلیر شہسوار کو پسند کرتی ہوتو بکیر کا انتخاب کرنا۔ان میں سے ہرایک صاحب کمال وفضیلت ہے۔میں نے ان کے آئندہ کی خبر دیدی،تم اپنے حال کو بہتر جانتی ہو!''

ابن حجر سیف بن عمر سے روایت کرتا ہے کہ:

''عمرؓ نے سعد وقاص کو لکھا: جنگ قادسیہ کے نامور ترین شہسوار کا نام مجھے بتاؤ''۔سعد نے خلیفہ کا خط حاصل کرنے کے بعد جواب میں لکھا:''میں قعقاع بن عمرو جیسا سورما کسی کو نہیں پاتا،وہ ایسا بہادر ہے جس نے ایک ہی دن میں تیس بار دشمن پر حملہ کیا اور ہر حملہ میں دشمن کے ایک پہلوان کو موت کے گھاٹ اتارا''

قادسیہ کی جنگ کے ان تمام افسانوں کو سیف نے گڑھا ہے۔اس جنگ کے بارے میں اس کی روایتیں دوسروں کی روایتوں کے برعکس ہیں۔کیونکہ طبری نے قادسیہ کی جنگ کے بارے میں ابن اسحاق سے بھی روایت کی ہے۔

بلاذری نے اپنی کتاب ''فتوح البلدان''میں اور دینوری نے اپنی کتاب ''اخبار الطوال''میں [1] جنگ قادسیہ کی تشریح کی ہے۔لیکن ان میں سے کسی ایک میں بھی سیف کے یہ افسانے دکھائی نہیں دیتے۔

سند کی پڑتال:

قادسیہ کی جنگ میں فتحیابی کے بعد کے واقعات کے بارے میں سیف کے راوی محمد اور

مہلب ہیں کہ ان کے بارے میں ہم نے بارہا کہا ہے کہ یہ سیف کے تخیلات کے جعل کردہ راوی ہیں اور حقیقت میں وجود نہیں رکھتے۔اس کے علاوہ چند دیگر مجہول راویوں کا نام بھی لیا ہے۔

سند کی پڑتال کا نتیجہ:

سیف نے سپہ سالار اعظم سعد وقاص کے اشعار میں تصرف کر کے ان میں بڑھا گھٹا کر قبیلۂ بجیلہ قحطانی کی مذمت اور قبیلہ مضر کے سرداروں کی مدح وستائش کی ہے۔اسی طرح ایک اور افسانہ جعل کر کے ایک ہزار سات سو قحطانی عورتوں کو خاندان مضر کے مردوں سے شادی کا افتخار بخش کر انھیں بے سرپرستی اور مفلوک الحالی سے نجات دلائی ہے۔اور اپنے ادبی ذوق سے استفادہ کرتے ہوئے اس داستان کے مطالب کی تائید میں اشعار بھی کہے ہیں۔

اس کے علاوہ سیف نے ایک ایسی روایت بھی جعل کی ہے جس میں خلیفہ عمرؓ جنگ قادسیہ کے بہترین اور شجاع ترین شہسوار کو پہچنوانے کا حکم دیتا ہے اور سعد وقاص کا جواب ایسا ہے جس میں اس نے سیف کے افسانوی اور جعلی پہلوان قعقاع کی تائید کی ہے۔اس تائید کی سند کے طور پر یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ قعقاع نے ایک ہی دن میں تیس حملے کئے اور ہر حملہ میں دشمن کے کسی نہ کسی پہلوان کو موت کے گھاٹ اتارا اور ان میں کا آخری پہلوان ''بزرگ مہر'' تھا۔

سیف اپنی روایتوں کو ایسے جعل کرتا ہے کہ اس کی روایتیں ایک دوسری کی تائید کر سکیں۔

اس داستان کا نتیجہ:

سیف اپنے اس جعلی افسانہ میں درج ذیل مقاصد اور نتائج حاصل کرتا ہے:

۱۔خاندان تمیم کے ناقابل شکست پہلوان قعقاع بن عمرو کے ہاتھوں ایرانی سپہ سالار اور پہلوان قارن کو قتل کر کے قعقاع کے افتخارات اور فضائل میں ایک اور فخر کا اضافہ کرنا۔

۲۔ایک ہزار سات سو قحطانی بیوہ عورتوں کو ـــــ سیف کے زعم میں جن کے شوہر نا اہلی اور

جنگی حکمت عملی سے کام نہ لینے کی وجہ سے میدان جنگ میں، مارے گئے تھے ــــ خاندان مضر کے مردوں کے ساتھ شادی کرا کے انھیں فضیلت بخشنا۔

۳۔ آخر میں اسلامی فوج کے سپہ سالار اعظم سعد وقاص کے ذریعہ قعقاع بن عمرو تمیمی کو جنگ قادسیہ کے بے مثال پہلوان کی حیثیت سے خلیفہ وقت عمرؓ کی خدمت میں ذکر کرنا۔

قعقاع، ایران کی جنگوں میں

اعجزت الاخوات ان یلدن مثلک یا
قعقاع ! (بارق۔قعقاع کا ماموں)
(سیف کا بیان)

بہر سیر کی فتح

طبری، سیف سے نقل کرتے ہوئے فتح بہر سیر کی داستان کو حسب ذیل صورت میں بیان کرتا ہے:

''ابو مفزر تمیمی نے ایران کے بادشاہ کے مأمور اور ایلچی سے ایک ایسی بات کہی جو ایرانیوں کے فرار کا سبب بنی''۔

اس قصہ کی تفصیل ابو مفزر تمیمی ــــ جو سیف کے جعلی اصحاب میں سے ایک ہے ــــ کی زندگی کے حالات پر بحث کے دوران بیان ہوگی۔

حمیری ''روض المعطار'' میں جب مدائن کی تشریح کرنے پر پہنچتا ہے تو اس شہر کو تسخیر کئے جانے کے سلسلہ میں سیف کی روایت بیان کرتے ہوئے اس کے آخر میں لکھتا ہے:

''اور قعقاع بن عمرو نے اس سلسلے میں یہ شعر کہے ہیں: ہم نے بہرسیر کو سجع و قافیہ سے مزین اس حق بات کے ذریعہ فتح کیا جو ہماری زبان پر جاری ہوئی۔ ہمارے خوف سے ان کے دل ہل گئے اور وہ ہماری ننگی اور تیز تلواروں کے سامنے آنے سے ڈر گئے''۔

مدائن کی فتح

سیف روایت کرتا ہے کہ:

''قعقاع کی کمانڈ میں فوجی دستہ کا نام خرساء (خموشان) اور اس کے بھائی عاصم کی کمانڈ میں فوجی دستہ کا نام اہوال (وحشت) تھا''۔

ان دو دستوں کے دریائے دجلہ سے عبور کی تفصیلات ہم عاصم ــ سیف کے افسانوی صحابی ــ کی سوانح حیات پر بحث کے دوران بیان کریں گے۔

بہر حال سیف اپنی ایک روایت کے ضمن میں کہتا ہے:

''دریائے دجلہ کو عبور کرنے کے دوران سپاہیوں میں غرقدہ نام کے ایک شخص کے علاوہ کوئی شخص غرق نہیں ہوا۔ غرقدہ دریا کو عبور کرتے ہوئے اچانک گھوڑے کی پیٹھ سے پھسل کر پانی مین جا گرا۔ قعقاع بن عمرو متوجہ ہوا، اس نے ہاتھ بڑھایا اور غرقدہ کا ہاتھ پکڑ کر دریائے دجلہ پار کر کے اسے ساحل تک پہنچا دیا۔ غرقدہ چونکہ ایک قوی پہلوان تھا اور قعقاع کی والدہ بھی خاندان بارق سے تعلق رکھتی تھی، اس لئے غرقدہ نے قعقاع کی والدہ کی طرف اشارہ کر کے اس لشکر شکن پہلوان سے خطاب کر کے کہا: اے قعقاع! میری بہنیں پھر کبھی تجھ جیسا پہلوان پیدا نہیں کر سکتیں''

سپاہیوں کے مدائن میں داخل ہونے کے سلسلے میں سیف لکھتا ہے:

''سب سے پہلا فوجی دستہ جو شہر مدائن میں داخل ہوا، اہوال فوجی دستہ تھا جس کی کمانڈ عاصم بن عمرو کر رہا تھا۔ اس کے بعد خرساء فوجی دستہ مدائن میں داخل ہوا۔ سپاہیوں نے اس شہر کی گلی کوچوں میں کسی فوجی کو نہیں پایا، کیونکہ سبوں نے سفید محل میں پناہ لے رکھی تھی۔ اسلامی فوجیوں نے سفید محل کو اپنے محاصرے میں لے لیا اور انھیں ہتھیار ڈالنے کو کہا۔ انھوں نے مجبور ہو کر ہتھیار ڈال دئے اور جزیہ دینا قبول کیا''۔

بادشاہوں کا اسلحہ، غنیمت میں

سیف نے حسب ذیل روایت کی ہے:

''مدائن کے فتح ہونے کے دن، قعقاع شہر سے باہر نکلا اور تلاش و جستجو میں مشغول ہوا، اسی دوران اس کی ایک ایرانی سے مڈبھیڑ ہوئی جو دو چوپایوں کے اوپر ایک بھاری بوجھ لے کر جا رہا تھا۔ اور لوگ چاروں طرف سے اس کی حفاظت کر رہے تھے قعقاع نے اس شخص پر حملہ کیا اور اسے قتل کر ڈالا اور ان دونوں چوپایوں کو اپنے قبضہ میں لے لیا جب ان پر لدے ہوئے سامان کی جستجو کی تو ان میں سے ایک کے اندر کسریٰ، ہرمز، قباد، فیروز، ہراکلیوس، ترکمنستان کے بادشاہ خاقان، ہندوستان کے بادشاہ داہر، بہرام سیاوش اور نعمان جیسے بادشاہوں کی تلواریں موجود تھیں دوسرے صندوق میں کسریٰ کی زرہ، کلاہ اس کے پاؤں اور ہاتھوں کی حفاظتی سپر اور ہراکلیوس، خاقان اور داہر کی زرہ سیاوش کی زرہ اور نعمان کی زرہ جو جنگ میں ان سے غنیمت کے طور پر لی گئی تھی موجود تھیں۔ اس کے علاوہ بہرام چوبین اور نعمان کے وہ اسلحہ بھی اس میں موجود تھے جو ان سے اس وقت غنیمت میں لئے گئے تھے جب وہ کسریٰ کی

بغاوت کر کے اس سے جدا ہوئے تھے۔

قعقاع نے یہ سب غنائم یکہ وتنہا اپنے قبضہ میں لینے کے بعد انھیں سپہ سالار اعظم سعد وقاص کی خدمت میں پیش کیا سعد نے تجویز کی کہ ان میں سے ایک تلوار قعقاع اپنے لئے انتخاب کرے۔قعقاع نے ہراکلیوس کی تلوار کا انتخاب کیا اس کے علاوہ سعد نے بہرام چوبین کی زرہ بھی اسے بخش دی اور کسریٰ ونعمان کی تلواروں کو ۔جن کے بارے میں عربوں میں کافی شہرت تھی ۔ خلیفہ عمرؓ کی خدمت میں مدینہ بھیج دیا کہ مسلمان اسے دیکھ لیں اور باقی غنائم خرساءفوجی دستہ کے سپاہیوں کو بخش دئے''

یہ سب روایتیں افسانہ سازی کے بہادر اور ماہر سیف بن عمر تمیمی کی ہیں ۔اس داستان کی، دریائے دجلہ سے سپاہیوں کے عبور کرتے وقت، عاصم بن عمرو کی سوانح حیات بیان کرتے وقت اور فتح بہرسیر کے واقعہ کے بارے میں ابومفزر اسود بن قطبہ کے حالات پر روشنی ڈالتے وقت مزید وضاحت کی جائے گی۔

سند کی پڑتال:

سیف نے اس داستان کو اپنے دو جعلی راوی محمد اور مہلب سے نقل کیا ہے کہ حقیقت مین ان کا کہیں وجود نہیں ہے۔

ان کے علاوہ عصمة بن حارث کو بھی راوی کے طور پر ذکر کیا ہے کہ یہ بھی سیف بن عمر کے جعلی روایوں میں سے ایک ہے اور اس کی زندگی کے حالات مناسب جگہ پر بیان کئے جائیں گے۔

مزید برآں نضر بن السری نام کا ایک اور راوی سیف نے پیش کیا ہے کہ اس کے ذریعہ طبری میں چوبیس روایات نقل ہوئی ہیں۔دو اور راوی رفیل اور ابن رفیل ہیں جن سے طبری نے سیف سے بیس روایتیں نقل کی ہیں۔

ان سب راویوں کو بھی ہم نے سیف کی روایتوں کے علاوہ کسی اور کتاب میں نہیں پایا۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ سیف کے مندرجہ بالا جعلی راویوں کے علاوہ اس داستان کے چند دیگر راوی ایک شخص! قبیلہ حارث کا ایک شخص کے عنوان سے بھی ذکر کئے گئے ہیں۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ان دو افراد کے نام کیا تھے تا کہ ہم انھیں راویوں کی فہرست میں تلاش کریں!!

جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں کہ سیف کی باتیں سنجیدہ اور بھاری بھرکم ہونے کے بجائے بیشتر لچر اور مضحکہ خیز ہوتی ہیں، خاص کر جب وہ اپنے افسانوں کے راویوں کو ایک شخص، یا قبیلہ حارث کا ایک شخص یا ابن رفیل وغیرہ کے عنوان سے ذکر کرتا ہے۔

ستم ظریفی کی حد ہے کہ ان واضح جھوٹ، بہتان اور افسانوں پر مشتمل داستان کو سیف نے گڑھا ہے اور امام المورخین طبری نے انھیں بے چوں و چرا نقل کر کے اپنی گراں قدر اور معتبر کتاب میں درج کیا ہے اور دوسرے تاریخ دانوں نے بھی اس کے بعد انہی مطالب کو طبری سے نقل کیا ہے۔

اس داستان کی تحقیق اور اس کے فوائد:

جو کچھ اس بحث و تحقیق سے حاصل ہوتا ہے وہ یہ کہ سیف نے دو تمیمی بھائیوں کی کمانڈ میں ''خاموش'' و ''وحشت'' نامی دو افسانوی فوجی دستے مشخص کئے ہیں اور ایک روایت کے ذریعہ ثابت کیا ہے کہ دریائے دجلہ کو پار کر کے مدائن میں داخل ہونے والے فوجیوں میں یہ دو دستے پیش پیش تھے اور یہ افتخار صرف خاندان تمیم کے ناقابل شکست دو سورماؤں یعنی قعقاع ابن عمرو تمیمی و عاصم ابن عمرو تمیمی کو حاصل ہوا ہے۔ اس کے علاوہ اس بے مثال پہلوان بارقی ـــــ جو آسانی کے ساتھ کسی کی تعریف نہیں کرتا تھا ـــــ کی زبانی یہ کہلوایا ہے کہ: ''اے قعقاع! دنیا کی عورتیں کبھی تم جیسا سورما جنم نہیں دے سکتیں!''

یہاں پر بھی قعقاع تمیمی ہی ہے جو فرار کرنے والے سپاہیوں کا پیچھا کر کے غنائم کے محافظین کو قتل کر ڈالتا ہے اور اس قدر غنائم پر قبضہ کرتا ہے۔ ان غنائم میں ایرانی بادشاہوں: کسریٰ، ہرمز، قباد، فیروز اور بہرام چوبین کے علاوہ ہندوستان کے بادشاہ داہر، روم کے بادشاہ ہراکلیوس اور عرب قحطانی

یمانی سلطان نعمان کے اسلحے اور جنگی ساز وسامان شامل تھا۔اس افتخار سے بڑھ کر مضر خاندان کے عظیم پہلوان اور نا قابل شکست سور ما قعقاع بن عمرو تمیمی کے لئے کون سا فخر ہوسکتا ہے کہ اس نے تمام دنیا کے بادشاہوں سے باج لے کر خاندان تمیم کے سر پر فضیلت کا تاج رکھ دیا ہے!!

شاباش ہو سیف پر! جس نے خاندانی تعصب کی بنیاد پر تمام اصولوں کو پائمال کرتے ہوئے خاندان تمیم کے پیروں تلے ایک لڑکھڑاتی سیڑھی قرار دے کر اسے بلند سے بلند لے جانے کی ہر ممکن کوشش کی ہے چاہے اس کا یہ کام کسی ملت یا اسلام کی تاریخ کے نابود ہونے کا سبب کیوں نہ بن جائے!!

جلولاء کی فتح

طبری نے سیف سے روایت کی ہے:

''خلیفہ عمرؓ نے سپہ سالار اعظم سعد وقاص کو حکم دیا کہ ایرانیوں سے جنگ کرنے کے لئے ہاشم کو جلولاء بھیج دے اور قعقاع بن عمرو تمیمی کو اس کے ماتحت ہراول دستہ کے سردار کی حیثیت سے مقرر کرے۔خدا کی طرف سے ایرانیوں کو شکست اور مسلمانوں کی فتحیابی کے بعد عراق اور ایران کے سرحدی علاقوں کی حکومت قعقاع کے سپرد کی جائے۔

جب ہاشم ،جلولاء پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ ایرانیوں نے اپنے چاروں طرف ایک خندق کھودی ہے اور خود اس میں مخفی ہو گئے ہیں خندق کے اطراف میں تیز دھار والے لوہے کے ٹکڑے اور جنگی ساز وسامان کے ٹوٹے پھوٹے آلات پھیلا کے رکھے گئے تھے تا کہ اپنی پناہ گاہ میں داخل ہونے سے اسلامی فوج کے لئے رکاوٹیں کھڑی کرسکیں انھوں نے اپنی پناہ گاہ کے چاروں طرف ایسی رکاوٹیں کھڑی کی تھیں

کہ اسلامی فوج کے لئے کسی صورت میں اس کے اندر داخل ہونا ممکن نہیں تھا اس کے برعکس ایرانی جب چاہتے ان تمام رکاوٹوں کے باوجود آسانی کے ساتھ اس پناہ گاہ میں رفت وآمد کر سکتے تھے۔

مسلمان اس معرکہ میں اسّی (۸۰) دن تک مشرکین پر حملہ کرتے رہے لیکن تقریباً تین ماہ کی اس مدت کے دوران کوئی خاص پیش قدمی نہ کر سکے۔

ان حالات کے پیش نظر قعقاع ، وہ معروف شہسوار اور نا قابل شکست پہلوان اس تنہا راستہ پر قبضہ کرنے کے لئے مناسب فرصت کی تلاش میں تھا ، جسے مشرکین نے اپنے فوجیوں کی رفت وآمد کے لئے بنا رکھا تھا جب اسے مناسب موقع ملا تو اس نے یکہ وتنہا اس جگہ پر حملہ کیا اور اسے اپنے قبضے میں لے لیا اور پکار کر کہا: اے مسلمانو! تمھارا سپہ سالار اس وقت دشمن کے مورچے کے اندر ہے حملہ کرو!'' قعقاع نے اس لئے یہ جھوٹ بولا تا کہ اسلامی فوج کے حوصلے بلند ہو جائیں اور وہ دشمن پر ٹوٹ پڑیں۔

قعقاع کی یہ چال کامیاب ہوئی اور اسلامی فوج نے اجتماعی طور پر مشرکین پر حملہ کر دیا اس یورش کے دوران انھیں یہ یقین تھا کہ ان کا سپہ سالار ہاشم دشمن کے مورچوں کے اندر گھس گیا ہے، لیکن اس کے برعکس قعقاع ابن عمرو تمیمی کو پایا جس نے دشمنوں کی گزرگاہ پر قبضہ کر رکھا تھا۔

اس کے بعد گھمسان کی جنگ چھڑ گئی اور ایرانی جان کے لالے پڑنے کی وجہ سے اندھا دھند بھاگتے ہوئے خود اسی جال میں پھنس کر ہلاک ہو گئے جسے انھوں نے اپنے دشمن کے لئے رکاوٹ کے طور پر بچھا رکھا تھا۔ اس طرح ان کے مرنے والوں کی تعداد ایک لاکھ تک پہنچ گئی اور لاشوں سے زمین بھر گئی۔ اسی لئے اس جگہ کی جنگ

کو ''جنگ جلولاء'' (الف) کہتے ہیں!!

قعقاع نے فراریوں کا خانقین تک پیچھا کیا بعض کو قتل کیا اور بعض کو اسیر بنایا۔ ایرانی فوج کے سردار مہران کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے بعد قعقاع قصر شرین کی طرف بڑھا اور حلوان سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر پہنچا۔ حلوان کا سرحد بان قعقاع کی پیش قدمی کو روکنے کے لئے مقابلے میں آیا، لیکن اس جنگ کے نتیجہ میں قعقاع کے ہاتھوں مارا گیا اور مسلمانوں نے حلوان پر بھی قبضہ کرلیا۔

سپہ سالار اعظم سعد وقاص کے مدائن سے کوفہ واپس آنے تک قعقاع بن عمرو، تسخیر شدہ سرحدی علاقوں اوران کے اطراف کا حاکم رہا جب وہ سعد وقاص سے ملنے کے لئے کوفہ کی طرف روانہ ہوا تو قباد خراسانی کو سرحد بان کی حیثیت سے مقرر کیا۔

حموی، جلولاء کی تشریح کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''ایک دریا ہے جو بعقوبہ تک پھیلا ہوا ہے اس کے دونوں کناروں پر اس علاقہ کے باشندوں کے گھر بنے ہیں۔ وہاں پر ۱۶ھ میں مسلمانوں اور ایرانیوں کے درمیان ایک گھمسان اور مشہور جنگ واقع ہوئی ہے کہ اس میں ایرانیوں کو سخت ہزیمت اٹھانا پڑی۔ میدان جنگ لاشوں سے بھر گیا اور زمین ان لاشوں سے ڈھک گئی تھی، اسی سبب سے اسے ''جلولاء وقیعہ'' کے نام سے یاد کیا گیا ہے جیسے کہ سیف کہتا ہے: خدائے تعالیٰ نے جنگ جلولاء میں مشرکین کے ایک لاکھ افراد کو ہلاک کردیا اور ان کی لاشوں سے زمین بھر گئی، اسی لئے اسے جنگ جلولاء کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

قعقاع ابن عمرو نے جنگ جلولاء میں شعر کہے:

الف)۔ جللہ۔ یعنی ایسا پردہ اس پر رکھا گیا جس نے اسے پوری طرح ڈھانپ لیا سیف کا کہنا ہے کہ اس زمین کو خون نے پوری طرح ڈھانپ لیا تھا، اس لئے اسے ''جلولاء'' کہا گیا۔ یعنی خون سے ڈھکی ہوئی زمین۔

''ہم نے جلولاء میں ''اثابر'' اور ''مہران'' کو موت کے گھاٹ اتار دیا جب ان کے لئے راستے بند ہو گئے اس وقت ہماری فوجوں نے ایرانیوں کو محاصرے میں لے لیا اور ایرانی نسل نابود ہو کر رہ گئی:

اس جنگ کے بارے میں کہے گئے اشعار بہت زیادہ ہیں:

حموی نے حلوان کی تشریح کرتے ہوئے اس کے بارے میں لکھا ہے:

''یہ جگہ ۱۹ھ میں مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوئی''

جب کہ سیف بن عمر نے اپنی کتاب میں اسے ۱۶ھ لکھا ہے۔اور قعقاع بن عمرو تمیمی نے حلوان کی فتح کے بارے میں شعر کہے ہیں:

''کیا تمھیں یاد ہے کہ ہم اور تم نے کسریٰ کے گھروں میں پڑاؤ ڈالا؟ ہم نے حلوان کی جنگ میں تمھاری مدد وحمایت کی اور بالآخر ہم سب وہاں ایک ساتھ اترے۔اور عورتوں اور کنیزوں کے کسریٰ کے اوپر نالہ وشیون کرنے کے بعد ہم نے حلوان میں فتح پائی''

سیف کی روایت کا دوسروں کی روایت سے موازنہ:

طبری نے فتح جلولاء اور فتح حلوان کے بارے میں اپنی کتاب میں سیف بن عمر تمیمی کی روایت کے علاوہ کسی اور کی روایت کے بارے مین کوئی ذکر نہیں کیا ہے جب کہ یہ داستانیں دینوری اور بلاذری کی کتابوں میں درج کئے گئے واقعات کے برعکس ہیں۔دینوری اور بلاذری نے لکھا ہے:

''جلولاء میں مسلمانوں کا حملہ ایک ہی دن شروع ہوا اور اس دن شام تک جنگ جاری رہی۔افق پر سرخی نمودار ہوتے ہی مسلمانوں کی کامیابی کے آثار نظر آنے لگے اور دشمن بھاگنے پر مجبور ہو گئے اور شام ہوتے ہی جنگ ختم ہوئی۔دشمن کے چھوٹے بڑے خیموں پر مسلمانوں نے قبضہ کرلیا۔''

جب کہ سیف کہتا ہے:

''مسلمانوں کا حملہ اوران کی پیش قدمی اسّی دن تک جاری رہی۔''

وہ مزید کہتا ہے:

''سرحدی علاقوں کے ایک حصہ کی حکومت قعقاع بن عمرو تمیمی کو دیدی گئی۔''

جب کہ بلاذری اور دینوری نے لکھا ہے:

''جریر بن عبداللہ بجلی قحطانی یمانی نے چار ہزار سپاہیوں کی سرکردگی میں جلولاء کی حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی اوراسی نے حلوان کو بھی فتح کیا ہے۔''

نہ کہ بقول سیف قعقاع بن عمرو تمیمی نے!!

سند کی جانچ:

سیف نے اس داستان کو بھی محمد اور مھلب سے نقل کیا ہے جب کہ یہ دونوں اس کے جعلی راوی ہیں۔

اسی طرح سیف نے اس روایت کے راوی کے طور پر عبداللہ مخفز کا ذکر کیا ہے جس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔عبداللہ مخفز سے مجموعی طور پر چھ احادیث تاریخ طبری میں سیف کے ذریعہ درج ہوئی ہیں۔

سیف کی نظر میں اس روایت کا ایک اورراوی مستنیر بن یزید ہے کہ تاریخ طبری میں سیف کے ذریعہ اس سے اٹھارہ روایتیں نقل ہوئی ہیں۔

اس کے علاوہ بطان بن بشیر ہے،جس سے سیف کی تاریخ طبری میں صرف ایک روایت نقل ہوئی ہے اور حماد بن فلان!!البرجمی ہے جس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔اس سے سیف کے ذریعہ طبری میں دو روایتیں نقل ہوئی ہیں۔

ہم نے سیف کے مذکورہ بالا راویوں کو راویوں کا فہرست اور طبقات میں بہت تلاش کیا

لیکن ان کا کہیں کوئی نام ونشان نہیں پایا۔صرف سیف کے یہاں ان کا سراغ ملتا ہے چونکہ گزشتہ تجربے کی روشنی میں جان گئے ہیں کہ سیف اشخاص کوجعل کرنے میں ماہر ہے،اس لئے ہم سمجھ گئے کہ یہ راوی بھی اس کے تخیلات کی تخلیق اور جعلی ہیں۔

اس کے علاوہ ہم نے اس سے پہلے بھی اشارہ کیا ہے کہ سیف کی روایتیں سنجیدہ ہونے کے بجائے مضحکہ خیز ہوتی ہیں،خاص کر جب وہ اپنے افسانوں کے لئے کسی راوی کو حماد بن فلان !! کے نام سے ذکر کرتا ہے جس نے جناب فلاں سے روایت کی ہے!!

سیف کی روایت کا دوسروں کی روایات سے موازنہ:

ہم نے مشاہدہ کیا کہ طبری نے سیف سے جلولاء کی جنگ،اس کی وجہ تسمیہ اوراس جنگ میں مقتولین کی تعداد کے بارے میں مطالب ذکر کئے ہیں جو سب کے سب اس کے برعکس ہیں جن کا دوسروں نے ذکر کیا ہے۔

حموی نے داستان سیف کے ایک حصہ کو سیف کے قعقاع سے نسبت دئے گئے اشعار کو جلولاء کی تشریح میں اپنے مطالب کی دلیل کے طور پر درج کرتے ہوئے تاکید کی ہے کہ جلولاء اور حلوان کے بارے میں سیف کی کتاب میں بہت سے اشعار موجود ہیں۔

لیکن طبری نے اپنی عادت کے مطابق ان تمام اشعار میں سے ایک شعر بھی اپنی کتاب میں درج نہیں کیا ہے۔ وہ سیف سے نقل کرتے ہوئے عراق وایران کے سرحدی علاقوں کی حکومت قعقاع بن عمرو تمیمی کے ہاتھ میں ہونا بیان کرتا ہے اور حلوان کا فاتح بھی اسی کوٹھہراتا ہے۔جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اس علاقے کی حکومت جریر بن عبداللہ بجلی قحطانی یمانی کے ہاتھ میں تھی اور یہی جریر یمانی ہے جس نے حلوان کو کرمانشاہ تک فتح کیا ہے،نہ کہ قعقاع نے!

اور یہ نکتہ ہم نے گزشتہ بحثوں میں مکرر کہا ہے کہ طبری نے اس داستان کو براہ راست سیف سے نقل کر کے اپنی تاریخ میں درج کیا ہے اور دیگر مورخین، جیسے ابن کثیر،ابن اثیر،ابن خلدون اور میر

خواند، سبوں نے طبری سے نقل کر کے اسے اپنی تاریخ کی کتابوں میں درج کیا ہے۔

اس حدیث کے نتائج:

۱۔ نا قابل تسخیر مورچہ پر قبضہ کرنے کی صورت میں قعقاع کے افتخارات میں ایک اور فخر کا اضافہ کرنا۔

۲۔ خاندان تمیم کے افسانوی سورما قعقاع کے ہاتھوں ایرانی سپہ سالار مہران کا قتل ہونا۔

۳۔ حلوان کی فتح اور اس کے سرحد بان کا قتل ہونا۔

۴۔ تسخیر شدہ سرحدی علاقوں پر خاندان تمیم کے نا قابل شکست بہادر قعقاع کی حکومت جتلا کر خاندان تمیم کے سر پر فضیلت کا تاج رکھنا۔

۵۔ اور آخر کار جنگ جلولاء میں ایک لاکھ انسانوں کے قتل عام کا مسلمانوں کی دوسری جنگوں میں کئے گئے انسانی قتل عام میں اضافہ کر کے ان لوگوں کے لئے ایک اور سند فراہم کرنا، جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام تلوار سے پھیلا ہے۔

یہاں تک ہم نے قعقاع کی ایران میں فتوحات کے سلسلے میں سیف کی روایات کا جائزہ لیا اگلی فصل میں ہم ان دیگر فتوحات کے بارے میں تحقیق کریں گے جن کو سیف نے ایران کی فتح کے بعد دوبارہ شام میں اس افسانوی سورما قعقاع کے لئے جعل کیا ہے۔

قعقاع دوبارہ شام میں

یـدعـون قـعـقـاعـا لـكـل كـريهة
فيـجيـب قـعـقـاع دعـاء الهـاتف

ہر خطرناک حادثہ میں قعقاع سے مدد کی درخواست
کی جاتی ہے اور وہ بھی فریادرس بن کر تیزی سے
دوڑتا ہے۔

حمص کی فتح:

طبری نے سیف سے نقل کرتے ہوئے ۱۷ھ کے حوادث کے ضمن میں لکھا ہے:

''ابوعبیدہ جراح خلیفہ عمرؓ کی طرف سے شام میں مامور تھا، اس نے خلیفہ سے مدد طلب کی خلیفہ نے سعد وقاص کو لکھا کہ ابوعبیدہ دشمن کے محاصرہ میں ہے میرے اس خط کے ملتے ہی قعقاع بن عمرو کو ایک لشکر کے ہمراہ اس کی مدد کے لئے روانہ کرو کیوں کہ ابوعبیدہ کو دشمن نے گھیر لیا ہے۔

قعقاع خلیفہ کا حکم ملتے ہی حکم کی تعمیل میں اسی روز چار ہزار سپاہیوں کے ہمراہ شام کی

طرف روانہ ہوا، جوں ہی مشرکین کو پتا چلا کہ ابوعبیدہ کے لئے فوجی کمک پہنچ رہی ہے انھوں نے محاصرہ کھول دیا اور منتشر ہو گئے۔ اس طرح خدائے تعالیٰ نے قعقاع کے وجود کی برکت سے شہر حمص کو ابوعبیدہ کے ہاتھوں فتح کیا۔

قعقاع اپنے سپاہیوں کی قیادت میں فتح حمص کے واقعہ کے تین دن بعد ابوعبیدہ سے ملحق ہوا۔ ابوعبیدہ نے فتح حمص کے موضوع اور تین دن گزرنے کے بعد قعقاع اور اس کی فوج کے اس سے ملحق ہونے کے بارے میں خلیفہ عمرؓ کو رپورٹ دی اور جنگی غنائم کی تقسیم کے سلسلے میں دریافت کیا، عمر نے ابوعبیدہ کو لکھا کہ جنگی غنائم میں قعقاع اور اس کے ساتھیوں کو اپنے ساتھ شریک قرار دے، کیوں کہ وہ تیری مدد کے لئے آئے ہیں اور انہی کے سبب دشمن نے تم پر سے محاصرہ اٹھالیا تھا۔ اور اپنے خط کے آخر میں حسب ذیل اضافہ کیا:

''خدائے تعالیٰ کوفیوں کو نیک جزاء دے کیوں کہ وہ اپنے وطن کا خیال رکھتے ہیں اور دوسرے شہریوں کی مدد بھی کرتے ہیں''

سیف کی روایت کا دوسروں سے موازنہ:

ابن عساکر نے قعقاع کی زندگی کے حالات میں حمص کی داستان کو سیف سے نقل کیا ہے اور اس کے ضمن میں لکھتا ہے:

''قعقاع بن عمرو حمص کی جنگ کے بارے میں اپنے شعر میں یوں تشریح کرتا ہے''

''قعقاع کو ہر سختی اور مشکل سے مقابلہ کرنے کے لئے طلب کرتے ہیں اور وہ بھی مدد طلب کرنے والوں کی طرف فریادرس کی حیثیت سے دوڑتا ہے۔

ہم دشمن سے مقابلہ کرنے کے لئے حمص کی طرف اس طرح دوڑ پڑے جیسے کوئی کسی بے چارہ کی مدد کرنے کے لئے فریادرس کی حیثیت سے بڑھتا ہے۔

جب ہم دشمن کے نزدیک پہنچے تو خدائے تعالیٰ نے ہماری ہیبت سے ان کو شکست دے دی اور وہ فرار کر گئے۔

میں نے صحراؤں اور درّوں میں دشمن پر پے در پے تیراندازی کی، حتیٰ حمص کو اپنے تیروں، نیزوں اور زور وغلبہ سے اپنے قبضہ میں لے لیا''

ابن حجر نے ''الاصابہ'' میں اس قصیدہ کے پہلے شعر کو قعقاع کے حالات میں سیف کی روایت سے نقل کیا ہے۔ لیکن طبری نے اپنی روش کے مطابق اسے حذف کیا ہے اور صرف سیف سے روایت کر کے واقعات کی تشریح پر اکتفا کی ہے۔

حموی نے حمص کی جنگ کے بارے میں سیف کی حدیث سے بالکل چشم پوشی کی ہے اور اس کی داستان اور اشعار کو اپنی کتاب میں درج نہیں کیا ہے۔ حموی کے علاوہ جن لوگوں نے بھی حمص کی فتح کے بارے میں ذکر کیا ہے صرف سیف بن عمر کی روایت کا حوالہ دیا ہے کیوں کہ ہم اس سے پہلے بھی اشارہ کر چکے ہیں کہ تمام مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ فتوحات شام میں خاندان تمیم میں سے کسی ایک فرد نے بھی شرکت نہیں کی ہے۔

بہر حال جیسا کہ بیان ہوا، اس داستان کو طبری نے سیف سے نقل کر کے اپنی تاریخ میں درج کیا ہے اور دوسرے (الف) مورخوں نے ـ جو طبری کے بعد آئے ہیں ـ اپنے مطالب کو طبری سے نقل کر کے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔

الف)۔ طبری کے بعد دوسرے مورخین سے خاص طور پر ہمارا مقصود ابن اثیر، ابن کثیر اور ابن خلدون ہے۔ گزشتہ صفحات میں ہم نے اشارہ کیا ہے کہ انھوں نے تاکید کرتے ہوئے کہا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد والے واقعات اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کے بارے میں انھوں نے تاریخ طبری سے ہی استناد کیا ہے ہم نے فہرست مصادر میں ان کی کتابوں کے صفحات کے نمبر بھی حوالہ کے طور پر درج کئے ہیں۔

سند کی پڑتال:

سیف نے اس داستان کی سند کے طور پر محمد اور مہلب کا نام لیا ہے ان کے بارے میں پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے کہ یہ سیف کے تخیلات کی پیداوار ہیں اور حقیقت میں وجود نہیں رکھتے۔

اس جانچ کا نتیجہ:

فتح حمص کے بارے میں سیف کی روایت اور اس کا دوسروں کی روایت سے موازنہ کرنے کے بعد واضح ہو جاتا ہے کہ سیف بن عمر تنہا وہ شخص ہے جس نے حمص کی داستان کی دوبارہ روایت کی ہے اور اس سلسلے میں اتفاقات و واقعات بیان کئے ہیں جب کہ ابن اسحاق اور بلاذری نے ایسی کوئی چیز درج نہیں کی ہے۔

اس روایت کا نتیجہ

اب ہم دیکھتے ہیں کہ سیف نے اس داستان کو گڑھ کے کیا ثابت کیا ہے اور کیا پایا ہے:

۱۔قعقاع بن عمرو تمیمی اور اس کے ہم وطن کوفیوں کے لئے فضیلت فراہم کرنا۔ کیونکہ صرف قعقاع اور اس کے کوفی لشکر کی آمد کی خبر نے ہی دشمن کی بنیادوں کو متزلزل کر دیا اور اسی ہیبت نے دشمن کو منتشر کر کے مسلمانوں کو فتح عطا کی۔

۲۔خلیفہ عمرؓ کا بیان اور اس کی یہ گواہی کہ:''خدا کوفیوں کو نیک جزا دے، کیونکہ وہ اپنے وطن کا خیال رکھتے، ہیں اور دوسرے شہریوں کی مدد بھی کرتے ہیں''۔خلیفہ عمرؓ ابن خطاب جیسی شخصیت کی طرف سے اس قسم کی گواہی اور تائید اس غیر معمولی جھوٹے افسانہ ساز سیف بن عمر کے اپنے شیطانی مقاصد کے حصول کی راہ میں انتہائی بیش قیمت اور گراں قدر ہے۔

۳۔قعقاع کی رجز خوانی اور رزمیہ شاعری، خود اس بات کی تائید کرتی ہے کہ اسے ہمیشہ

مشکل اور بڑے کاموں کے لئے بلایا جاتا تھا، کیونکہ وہ مشکل کشا اور ہر میدان کارزار کا بے مثال فاتح ہے۔ اور وہ بھی اپنی بہادری کی بناء پر ہمیشہ اس قسم کے مسائل ومشکلات کوحل کرتا رہا ہے۔ اس کے ثبوت کے لئے خلیفہ کا بیان بھی جو یہ کہتے ہیں: یہ کوئی ہیں جو اپنے وطن کی بہتر صورت میں حفاظت کرتے ہیں اور مشکلات وسختیوں میں دوسرے شہریوں کی مدد بھی کرتے ہیں۔

قعقاع، نہاوند کی جنگ میں

قتل من الفرس ما طبق ارض المعـــركـــة

نہاوند کی جنگ میں اتنے ایرانی مارے گئے کہ ان
کی لاشوں سے زمین بھر گئی اور ان کے خون سے
زمین پھسلنی بن گئی۔

(سیف بن عمر)

جنگ نہاوند کی داستان:

قعقاع، کوئی سپاہیوں کے ہمراہ دوبارہ عراق لوٹتا ہے، لیکن کب، کیسے اور کیوں؟۔ہم نے اس سلسلہ میں نہ طبری سے اور نہ سیف کے دیگر راویوں سے ـــــ کہ اس مطلب کے جوابگو ہوں ـــــ کچھ نہیں پایا اور یہ بھی معلوم نہ ہوسکا کہ سیف نے اس سلسلے میں کیا خیال بندی کی ہے۔

بہر حال، نہاوند کی جنگ کے بارے میں طبری، سیف سے نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''نہاوند کی جنگ ۱۸ھ میں واقع ہوئی۔ ایرانیوں نے نہاوند کے قلعہ میں پناہ لے لی تھی، اپنی ضرورت اور مصلحت کے بغیر اس سے باہر نہیں نکلتے تھے کبھی کبھی جنگ کے

لئے باہر نکلتے تھے۔مسلمانوں نے اس قلعہ کو اپنے محاصرہ میں لے لیا اور یہ محاصرہ طولانی مدّت تک جاری رہا۔مسلمانوں کے لشکر کا سپہ سالار اعظم نعمان بن مقرن تھا۔نعمان نے قعقاع بن عمرو کو مأمور کیا کہ کسی صورت سے ایرانیوں کو قلعہ سے باہر نکال کر میدان کارزار میں کھینچ لائے۔قعقاع بن عمرو (خاندان تمیم کا افسانوی پہلوان) ہراول دستہ کے سوار فوجیوں کا سردار تھا۔اس نے ایک تدبیر سوچی اور میدان کارزار میں داخل ہوا۔اس نے اپنے سپاہیوں کے ساتھ قلعہ پر حملہ کیا،ایرانی مقابلہ کے لئے آگے بڑھے،قعقاع نے اپنی فوج کو پیچھے ہٹنے کا حکم دیا۔اسی طرح جنگ وگریز کی حالت میں وہ پیچھے ہٹتا گیا۔ایرانیوں نے یہ خیال کیا کہ مسلمان ہزیمت اٹھا رہے ہیں،اس لئے ان کا کام تمام کرنے کی غرض سے قلعہ اور مورچوں سے باہر آ گئے اور دور تک مسلمان سپاہیوں کا پیچھا کیا۔جب قلعہ کے محافظوں کے علاوہ تمام ایرانی قلعہ سے باہر آ گئے تو مسلمان اسی چیز کا انتظار کر رہے تھے،اس لئے فرصت کو غنیمت سمجھ کر مسلمان سپہ سالار نے واقعی حملہ کا حکم دیا اور گھمسان کی جنگ چھڑ گئی۔اس معرکہ میں اتنے ایرانی مارے گئے کہ زمین پر کشتوں کے پشتے لگ گئے اور ان کے خون سے زمین اتنی پھسلنی بن گئی کہ سوار اور پیادہ اس پر پھسل جاتے تھے۔

شام ہونے سے پہلے ہی مشرکین بھاگنے پر مجبور ہو گئے اور حیرانی و پریشانی کے عالم میں چاروں طرف بھاگنے لگے۔ان میں ایسی بھگدڑ مچ گئی کہ راہ وچاہ میں فرق نہیں سمجھ سکے۔اسی سبب سے قلعہ اور پناہ گاہوں کی طرف بھاگنے کے بجائے دشمن کے لئے کھودی گئی اپنی ہی خندق ــ جس میں انھوں نے دشمن کے لئے آگ لگا رکھی تھی ـــ کی طرف بھاگے اور ان خوفناک آگ کے شعلوں میں گرتے گئے۔اس خندق میں گرتا ہوا ہر سپاہی فارسی زبان میں چیخ کر کہتا تھا ''وائے خرد!!''۔اسی لئے

وہ سرزمین ''وائے خردا!'' کے نام سے مشہور ہوگئی اور آج تک اسی نام سے معروف ہے۔جن ایرانی سپاہیوں نے اس دہکتی ہوئی آگ میں گرکر جان دی ان کی تعداد ایک لاکھ تک بلکہ اس سے زیادہ تک پہنچ گئی۔مقتولین کی یہ تعداد ان بے شمار کشتوں کے علاوہ تھی جو میدان کارزار میں کام آئے تھے۔بہت کم ایسے لوگ تھے جو اس معرکہ سے زندہ بچ کر نکلے۔فرار کرنے والوں میں ایرانی فوج کا کمانڈر فیروزان بھی تھا جو بڑی چالاکی سے اس معرکہ سے زندہ بچ نکلنے میں کامیاب ہوا تھا اور ہمدان کی طرف بھاگ گیا تھا قعقاع بن عمرو نے فیروزان کا پیچھا کیا اور درۂ ہمدان میں اس کے نزدیک پہنچ گیا۔

اس وقت وہ گزرگاہ ایسے چوپایوں سے کھچا کھچ بھری تھی جن کی پیٹھ پر شہد لدا ہوا تھا۔ان چوپاؤں کی کثرت کی وجہ سے اس تنگ گزرگاہ سے فیروزان کے لئے گزرنا مشکل ہوگیا۔اس لئے وہ مجبور ہوکر گھوڑے سے اترا اور بڑی تیزی کے ساتھ پہاڑ پر چڑھنے لگا۔اسی اثنا میں اس کا پیچھا کرنے والا قعقاع بھی وہاں پہنچ گیا اور اس نے پہاڑ کی طرف بھاگتے ہوئے فیروزان کا پیچھا کیا۔آخرکار پہاڑ کی بلندی پر اس پر قابو پالیا اور وہیں پر اسے قتل کرڈالا۔اسی سبب سے اس دن کے بعد اس گزرگاہ کا نام ''گزرگاہ عسل'' (یعنی شہد کی گزرگاہ) پڑا۔اس امر کے پیش نظر کہ اس گزرگاہ پر شہد کی وجہ سے مسلمانوں کو یہ کامیابی حاصل ہوئی تھی اس لئے اسلام کے سپاہیوں نے وہاں پر یہ جملہ کہا: ''خدا کے پاس شہد کی فوج بھی ہے''۔

دوسری طرف ایرانی فوج کے فراری سپاہی دوڑتے بھاگتے ہمدان پہنچ گئے۔ان کا پیچھا کرنے والے مسلمانوں نے ہمدان کا محاصرہ کیا اور اس کے اطراف کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ہمدان کے باشندوں نے جب یہ حالت دیکھی تو وہ سمجھ گئے

کہ اسلامی فوج سے مقابلہ نہیں کر سکتے ،اس لئے مجبور ہو کر امان چاہی اور ان کی درخواست منظور کر کے انھیں امان دے دی گئی۔

جب ہمدان کے زوال اور تسخیر ہونے کی خبر ماہان کے باشندوں کو پہنچی ،اور انھیں اطلاع ملی کہ نعیم بن مقرن اور قعقاع بن عمرو نے ہمدان کو فتح کرلیا ہے تو ماہان کے باشندوں نے بھی ہمدان کے باشندوں کی طرح امان کی درخواست کی اور انھیں بھی امان دے دی گئی۔ ماہان کے باشندوں کے امان نامے کے آخر میں قعقاع بن عمرو تمیمی نے تائید کی اور گواہ کے طور پر دستخط کئے۔اس فتح ،یعنی فتح نہاوند کو ''فتح الفتوح'' کا نام دیا گیا ہے۔

سیف کی روایت کا دوسروں سے موازنہ:

نہاوند کی فتح کے سلسلہ میں طبری کی سیف سے کی گئی روایت کا یہ ایک خلاصہ ہے طبری کے بعد آنے والے مورخین (الف) نے ان ہی مطالب کو طبری سے نقل کر کے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے لیکن حموی نے فتح نہاوند کی اس داستان کو''نہاوند''''وائے خرد!''اور''ماہان'' کی لفظوں کی تشریح کے ضمن میں پراگندہ حالت میں درج کیا ہے۔اس سلسلے میں وہ نہاوند کے بارے میں لکھتا ہے مسلمانوں نے نہاوند کی فتح کا نام''فتح الفتوح'' رکھا ہے اس مناسبت سے قعقاع بن عمرو نے یہ شعر کہے ہیں:

''جو بلا سبب کسی خاندان کی بدگوئی کرے خدا اسے ایسی بلا میں مبتلا کرے ،جس کے

الف)۔دیگر مورخین سے ہمارا مقصود خاص کر ابن اثیر، ابن کثیر اور ابن خلدون ہے ہم نے مناسب جگہوں پر ان کے عین متن ۔جو ان کے تمام مطالب کو طبری کی کتاب سے نقل کرنے کی دلیل ہے ۔ کو درج کیا ہے، ہم مصادر کتاب درج کرتے ہوئے ان کتابوں کے صفحات کا نمبر بھی الگ الگ درج کریں گے تا کہ خواہشمند حضرات اور محققین کے لئے ان کی طرف رجوع کرنا آسان ہو جائے۔

عذاب سے اس کے سر کے بال سفید ہو جائیں، پس تم بھی اپنی شماتت کی زبان مجھ سے دور رکھو، کہ میں دشمن کے مقابلے میں اپنی شرافت کا دفاع کرتا ہوں کیوں کہ جب ہم نہاوند کے پانی میں داخل ہوئے تو اس سے سیراب ہو کر نکلے جب کہ دشمن بے بسی کے عالم میں اپنی جگہ پر پیاسے ہی کھڑے تھے''

وہ مزید کہتا ہے:

''نہاوند سے پوچھ لو کہ ہمارے حملے کیسے تھے؟ جب ہم اس کے در و دیوار سے دشمنوں پر بلائیں اور مصیبتیں برسا رہے تھے!''

جب عجم پر منحوس ترین راتیں گزر رہی تھیں، ہم نے نہاوند کے تمام مقامات پر اپنے گھوڑے ٹھہرائے تھے اور تمام علاقوں میں پھیل گئے تھے، ہم ان کے لئے موت کا تلخ پیغام تھے۔ حقیقت میں نہاوند کا دن انتہائی سخت دنوں میں سے تھا جوان پر گزرا۔ ہم نے دہکتے آگ کے شعلوں والی خندق کو ان کے سوار اور پیدل سپاہیوں کی لاشوں سے بھر دیا اور پہاڑوں کی صاف اور کھلی گزرگاہوں نے بھی فراری فیروزان کے لئے راہ تنگ کر دی تھی اور اس کے لئے بھاگنے کی کوئی گنجائش باقی نہ رکھی تھی''

وہ لفظ ''وائے خردا!'' کے بارے میں لکھتا ہے:

نہاوند کے نزدیک ''وائے خرد'' نام کی ایک خندق ہے کہ ایرانی فوج شکست کھا کر اس میں گرتے ہوئے فریاد بلند کرتے تھے ''وائے خرد'' اور اسی سبب اس جگہ کا نام ''وائے خرد'' پڑا ہے اس مطلب کو کتاب ''فتوح'' کے مولف سیف بن عمر تمیمی نے لکھا ہے...اور قعقاع بن عمرو نے اس کے بارے میں یوں کہا ہے:

''جب ''وائے خردا!'' میں وہ سر کے بل گر گئے، تو صبح کے وقت گدھ اور لاش خوران کی ملاقات کے لئے آئے۔ ہم نے ان کے اتنے لوگوں کو قتل کیا کہ جس خندق میں

انھوں نے آگ سلگائی تھی، وہ لاشوں سے بھر گئی''

پھر چند دیگر اشعار کے ضمن میں اس طرح کہا ہے:

''میں نے نہاوند کی جنگ میں کسی خوف و ہراس کے بغیر شرکت کی۔ اس دن تمام عرب قبیلوں نے جنگ میں شجاعت کے جوہر دکھائے، شام کے وقت جب فیروزان ہماری ننگی تلواروں کی ہیبت سے اپنی جان بچانے کے لئے پہاڑ کی طرف بھاگ گیا تو ہمارے ایک شجاع اور جوان مرد جنگجو نے اس کا پیچھا کیا اور چوپایوں کے نزدیک اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ دشمنوں کی لاشیں ''وائے خرد'' میں پڑی ہیں تا کہ وحشی بھیڑیے ان کی ملاقات کے لئے آئیں اور ان کے مہمان بنیں''

وہ ماہان کے بارے میں لکھتا ہے:

عرب اسے لفظ جمع کی شکل میں ''وماہات'' کہتے ہیں...اور قعقاع بن عمرو نے ماہان کے بارے میں یوں کہا ہے:

''ہم نے ماہات میں اس وقت ایرانیوں کی ناک رگڑ کے رکھ دی جب ان کے فرزندوں کو ـــ جو شیر کے بچے کہلاتے تھے ـــ موت کے گھاٹ اتار دیا اور ان کے گھروں کو مسمار کر کے رکھ دیا، اسی روز جب میں ان سے لڑنے کے لئے نکلا تھا اور جو بھی میرے مقابلے میں آئے گا اس کا یہی انجام ہوگا''

یہ وہ مطالب ہیں جنھیں سیف نے درج کیا ہے اور ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے، کیوں کہ:

۱۔ بلاذری اور دینوری نے روایت کی ہے کہ ایرانی فوج کا سپہ سالار شاہ ذوالحاجب تھا نہ فیروزان۔

۲۔ دینوری نے ایرانیوں کو پناہ گاہ سے باہر لانے کا طریقہ یوں بیان کیا ہے:

''عمر بن معدیکرب نے اسلامی فوج کے سپہ سالار نعمان بن مقرن کی خدمت میں

تجویز پیش کی کہ خلیفہ عمرؓ کی وفات کا اعلان کریں اور اپنے پورے لشکر کے ساتھ عراق کی طرف پیچھے ہٹیں اور اس طرح ایرانیوں کو فریب دیں۔نعمان نے اس تجویز کو پسند کیا اور اس کو عملی جامہ پہنایا۔ایرانیوں نے جب فریب میں آکر اس خبر کو نوید کے طور پر ایک دوسرے تک پہنچایا اور وہ مسلمانوں کا پیچھا کرنے کے لئے باہر نکلے تو مسلمانوں نے اچانک مڑ کران پر حملہ کر دیا...''

۳۔طبری نے لکھا ہے کہ سیف ابن عمر نے نہاوند کی فتح کی تاریخ ۱۸ھ روایت کی ہے جب کہ دیگر مورخین اسے ۲۱ھ درج کیا ہے۔

۴۔بلاذری نے ایرانی سپہ سالار اعظم مردان شاہ کے قتل ہونے کے طریقہ کے بارے میں یوں لکھا ہے:

''وہ اس خچر سے نیچے گر گیا،جس پر سوار تھا اس کا پیٹ پھٹ گیا اور اسی کے سبب وہ مر گیا''

۵۔بلاذری نے کہا ہے کہ:

''ہمدان،جریر بجلی قحطانی کے ذریعہ فتح ہوا ہے نہ قعقاع بن عمرو تمیمی کے ہاتھوں''

۶۔اس موضوع ''خدا کے پاس شہد کی فوج بھی ہے'' کے بارے میں کتاب ''معجم البلدان'' میں بعلبک کی تشریح میں درج ہے کہ:مشہور یہ ہے کہ یہ جملہ معاویہ ابن ابوسفیان سے مربوط ہے ،جب اس نے مالک اشتر ہمدانی کو فریب سے شہد میں ملائے ہوئے زہر کے ذریعہ قتل کرایا۔

ابن کثیر بھی کہتا ہے کہ،معاویہ اور عمرو عاص دونوں نے یہ جملہ ــــ ''خدا کے پاس شہد کی فوج بھی ہے''ــــ اس وقت کہا جب مالک اشتر شہد میں ملائے ہوئے زہر کے سبب قتل ہوئے۔

طبری بھی کہتا ہے کہ،عمرو عاص نے شہد میں ملائے ہوئے زہر کے سبب مالک اشتر کے قتل ہونے کے بعد یہ جملہ کہا۔(الف)

الف)۔ملاحظہ ہو تاریخ ابن کثیر ج۸/ص۲۱۲،تاریخ طبری ۳۴۴۲/۱/

اس کے علاوہ جو کچھ سیف نے اس سلسلہ میں کہا ہے وہ جعلی ہے اور تنہا وہی اس کا راوی ہے دیگر راویوں نے اس قسم کی کوئی چیز ذکر نہیں کی ہے اور یہ سب دیگر مورخین کے نظریات اور نقل و روایت کے خلاف ہے۔

سند کی تحقیق:

سیف نے یہ داستان محمد اور مہلب سے نقل کی ہے کہ یہ دونوں اس کے جعلی راوی ہیں اور ہم اس سے پہلے ان کا ذکر کر چکے ہیں۔

اسی طرح عروہ ابن ولید اور ابو معبد العبسی کہ جنھوں نے اپنے رشتہ داروں سے روایت کی ہے، کو بھی اس داستان کے راویوں کے طور سے ذکر کیا ہے۔ ہم نے عروہ اور ابو معبد کا نام سیف کی حدیث کے علاوہ کہیں نہیں پایا، ان کے مجہول رشتہ داروں کا پتا لگانا تو دور کی بات ہے!!۔

پڑتال کا نتیجہ:

ہم نے مشاہدہ کیا کہ سیف بن عمر نے ایران کی فوج کے سپہ سالار اعظم کا نام بدل دیا ہے۔

ایرانیوں کو اپنی پناہ گاہ سے نکالنے کے طریقہ کار میں تحریف کی ہے فتح کے سال کو بھی بدل دیا ہے اور شاید ''گزرگاہ شہد'' کو اس لئے جعل کیا ہے تا کہ معاویہ ابن ابوسفیان مضری کی کارکردگی اور مالک اشتر کو شہد میں ملائے زہر سے قتل کرنے کی اس کی بات گول مول کردے۔

اس کے علاوہ ہم نے واضح طور پر مشاہدہ کیا کہ اس نے ہمدان کی فتح کو جریر بجلی قحطانی یمانی کے بجائے قعقاع بن عمرو تمیمی مضری کے کارناموں میں درج کر دیا ہے۔

اس داستان کے نتائج:

۱۔ ایرانیوں کو جنگی حیلہ اور فریب سے ان کی پناہ گاہ سے باہر لا کر خاندان تمیم کے ناقابل شکست پہلوان قعقاع بن عمرو کے لئے خاص فضیلت و ستائش تخلیق کرنا۔

۲۔ نہاوند میں ''وائے خرد!'' نام کی جگہ ایک لاکھ سے زائد ایرانیوں کا ان کے اپنی ہی آگ سے بھری خندق میں گر کر ہلاک ہو جانا۔

۳۔ نہاوند کی فتح میں ایک لاکھ انسان کے قتل ہونے اور ایک لاکھ کے جل کر ہلاک ہونے، یعنی مجموعی طور سے دو لاکھ انسانوں کی ہلاکت پر تاکید اور اصرار کرنا۔

۴۔ فیروزان نام کی ایک نمایاں ایرانی شخصیت کو ایرانی فوج کے سپہ سالار کی حیثیت سے جعل کرنا۔

۵۔ ''وائے خرد'' نام کی ایک خندق کی تخلیق کرنا تا کہ جغرافیہ کی کتابوں میں یہ نام درج ہو جائے۔

۶۔ ''گزرگاہ شہد'' کے نام سے ایک گزرگاہ تخلیق کرنا تا کہ دشمنان اسلام کے لئے رکاوٹ بن جائے۔ اور اس ـــ فیروزان ـــ کو قتل کر کے قعقاع کے افتخارات میں ایک اور فخر کا اضافہ کرنا۔

۷۔ ہمدان کی فتح کا سہرا قعقاع اور دیگر مضری سرداروں کو بخش کر ان کے افتخارات میں ایک اور فخر کا اضافہ کرنا۔

۸۔ ان جنگوں میں بے مثال پہلوان قعقاع بن عمرو کے رجز اور رزم ناموں پر مشتمل قصیدوں کو ادبیات عرب کی زینت بنانا۔

۹۔ ہمدان اور ماہان کے باشندوں کے ساتھ صلح وامان نامے جعل کرنا تا کہ تاریخ کی کتابوں میں ناقابل انکار تاریخی اسناد کے طور پر ثبت ہو جائیں اور ہمیشہ کے لئے باقی رہیں۔

بحث کا خلاصہ:

یہ ہے سیف کا افسانوی دلاور، پہلوان، عقلمند سیاست داں، نامور رزمی شاعر اور تمام معرکوں اور فتوحات میں ناقابل شکست سورما قعقاع، جس کی نیک نامیاں، بہادریاں، دوراندیشیاں، سنجیدگیاں اور قابل قدر خدمات کتابوں میں درج ہوئے ہیں اور اس کے نام کی شہرت دنیا میں پھیل

گئی ہے۔

طبری نے سیف سے نقل کرتے ہوئے ۳۴ھ و ۳۵ھ کے حوادث کے ضمن میں عثمانؓ کی خلافت کے زمانے میں قعقاع کی سرگرمیوں کا ایک اور باب کھول کر یوں ذکر کیا ہے۔

''خلیفہ عثمانؓ نے قعقاع بن عمرو کو کوفہ کی جنگ کا سپہ سالار مقرر کیا۔ اس زمانے میں کوفہ اسلامی ممالک کا مشرقی دارالخلافہ تھا اور عسکری نقطہ نظر سے بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ سیف کی اس روایت کے مطابق خلیفہ عثمانؓ نے قعقاع بن عمرو کو اسلامی ممالک کے مشرقی حصے کے کمانڈر انچیف کی حیثیت سے مقرر کیا ہے۔

سیف کی روایت کے مطابق اس کے بعد قعقاع بن عمرو کی سرگرمیاں ایک اور صورت اختیار کرتی ہیں اور اس کے لئے ایک خاص مقام و مرتبہ پر فائز ہوتا ہے۔ آخر اس جیسا افسانوی ''مرد مجاہد'' کیوں ہر لحاظ سے کامل نہ ہو!؟

قعقاع ابن عمرو کی سرگرمیوں کے اس نئے دور میں ہم دیکھتے ہیں کہ اس کو ایک خیر خواہ، صلح و صفائی کے ایلچی اور عثمانؓ اور حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کے دوران پیدا ہوئی بغاوتوں اور فتنوں کو دوستی و برادری سے حل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ انشاءاللہ ہم اس حصے کی تفصیل اگلی فصل میں پیش کریں گے۔

قعقاع، عثمانؓ کے زمانے میں

انی لکم ناصح و علیکم شفیق
میں آپ کا شجاع دوست اور خیر خواہ ہوں
(قعقاع ــــ افسانوی خیر خواہ)

قعقاع، عثمانؓ کے زمانے کی بغاوتوں میں

طبری نے سیف بن عمر سے روایت کی ہے:

''جب قعقاع سبائیوں کی عثمانؓ کے خلافت بغاوت کے سلسلے میں مسجد کوفہ میں منعقدہ میٹنگ سے آگاہ ہوا، تو فوراً وہاں پہنچ گیا اور انھیں ڈرادھمکا کے ان کی سرگرمیوں کے بارے میں سوال کیا۔ سبائیوں نے اپنے جلسہ کا مقصد اس سے چھپاتے ہوئے کہا: ہم کوفہ کے گورنر سعید کی برطرفی کے حامی ہیں قعقاع نے جواب میں کہا: کاش! تم لوگوں کی خواہش صرف یہی ہوتی! اس کے بعد ان کو منتشر کیا اور مسجد

میں رکنے نہیں دیا"

وہ مزید لکھتا ہے:

جب مالک اشتر سعید کو گورنر کی حیثیت سے کوفہ میں داخل ہونے سے روکنے کے لئے باغیوں کو اکسا رہا تھا، تو ڈپٹی گورنر عمرو بن حریث اس شورش کو روکنے اور نصیحت و رہنمائی کرنے کی غرض سے آگے بڑھا اور انھیں اس سلسلہ میں ہر قسم کی انتہا پسندی سے پرہیز کرنے کو کہا۔ اسی اثنا میں قعقاع بھی وہاں پہنچتا ہے اور ابن حریث سے کہتا ہے کیا تم سیلاب طوفانی لہروں کو نصیحت کی زبان سے پلٹنا چاہتے ہو!؟ کیا دریائے فرات کو مہربانی اور نرمی سے اپنے سرچشمہ کی طرف پلٹنا چاہتے ہو!؟ یہ ناممکن ہے!! خدا کی قسم اس بغاوت اور شورش کے شعلوں کو تلوار کی تیز دھار کے علاوہ کوئی چیز بجھا نہیں سکتی اب وہ وقت آگیا ہے کہ یہ تلوار میان سے باہر آئے۔ اس وقت ان کی چیخ پکار بلند ہوگی اور وہ اپنے گنوائے ہوئے وقت کی آرزو کریں گے کہ خدا کی قسم: اس وقت دیر ہو چکی ہوگی وہ ہرگز اپنے عزائم کو نہیں پہنچ پائیں گے، للہٰذا تم چپ رہو اور صبر سے کام لو۔

ابن حریث نے قعقاع کی نصیحت و راہنمائی قبول کی اور اپنے گھر چلا گیا۔ وہ مزید کہتا ہے:

جب یزید بن قیس مسجد کوفہ میں لوگوں کو سعید کے خلاف بھڑکا رہا تھا اور عثمانؓ کے بارے میں بدگوئی کر رہا تھا، تو قعقاع بن عمرو اٹھتا ہے اور اس کے سامنے کھڑا ہو کر کہتا ہے: کیا تم ہمارے ـــ عثمان کے مامور حکام کے ـــ استعفا دینے کے علاوہ کچھ اور چاہتے ہو؟ تو ہم تمھاری یہ خواہش پوری کر دیں گے!

اس نے مزید روایت کی ہے:

جب عثمانؓ کا محاصرہ کیا گیا تو خلیفہ نے مختلف اسلامی شہروں کو خط لکھا اور ان سے مدد

> چاہی ۔عثمانؓ کے جواب میں قعقاع بن عمرو،ساتھیوں کے ایک گروہ کے ہمراہ کوفہ سے مدینہ کی طرف عثمان کی مدد کے لئے روانہ ہوا۔ادھر عثمانؓ کا محاصرہ کرنے والے باغیوں کو یہ اطلاع ملی کہ مختلف شہروں سے لوگ عثمان کی مدد کے لئے آرہے ہیں اور ان کو یہ بھی پتا چلا کہ معاویہ شام سے اور قعقاع بن عمرو کوفہ سے اور......خلیفہ کو نجات دینے کے لئے مدینہ کے طرف آرہے ہیں،تو انھوں نے محاصرہ کا دائرہ تنگ تر کر کے عثمانؓ کا کام تمام کر دیا اور اسے قتل کر ڈالا۔جب عثمانؓ کے قتل کی خبر راستے میں ہی قعقاع کو ملی تو وہ اپنے ساتھیوں سمیت کوفہ پلٹ گیا۔

یہ تھی ،عثمان کے خلاف لوگوں کی بغاوت اور اس میں قعقاع کے رول کے بارے میں، سیف کی روایت ۔آئندہ فصل میں ہم امام علی علیہ السلام کے زمانے میں قعقاع کے رول کے بارے میں سیف کی روایت کا جائزہ لیں گے۔

قعقاع، امام علیؑ کے زمانے میں

نــادی علــی ان اعــقــرواالــجــمــل

علیؑ نے فریاد بلند کی ،اونٹ کوپے کرو!

(مؤرخین)

امــر قــعــقــاع بــالــجــمــل فعقــر

قعقاع نے حکم دیا اونٹ کوپے کرو اور اونٹ پے کیا گیا۔

(سیف بن عمر)

جنگ جمل کی داستان، سیف کی روایت کے مطابق:

طبری نے سیف سے یوں روایت کی ہے:

حضرت علی بن ابیطالب علیہ السلام کی خلافت کے زمانہ میں کوفہ کے باشندوں نے اس بات پر

اتفاق کیا کہ امام کی مدد کرتے ہوئے ان کے ساتھ بصرہ جائیں گے۔لیکن ابوموسیٰ اشعری ــــ جو عثمانؓ کے زمانے سے کوفہ کا گورنر تھا ــــ نے انھیں بصرہ جانے سے روکا۔اس کی وجہ سے زید بن صوحان ابوموسیٰ سے الجھ گیا اور ان دونوں کے درمیان تلخ کلامی ہوئی! آخر میں قعقاع اٹھا اور بولا:

میں آپ سبوں کا دوست اور ناصح ہوں، میں چاہتا ہوں کہ آپ لوگ ذرا عقل سے کام لیں اور میری بات مان لیں، کیونکہ میری بات عین حقیقت ہے۔جو کچھ گورنر ابوموسیٰ اشعری نے کہا، وہ حق بات ہے لیکن قابل اعتماد نہیں ہے۔جہاں تک زید کی بات کا تعلق ہے، چونکہ اس بغاوت میں خود اس کا ہاتھ ہے، اس لئے اسے ہرگز قبول نہ کرنا۔(الف)۔حق وحقیقت یہ ہے کہ بے شک لوگوں کو حکومت اور خلیفہ کی ضرورت ہے تاکہ وہ پوری طاقت کے ساتھ معاشرے کی اصلاح کا اقدام کرے اور سماج میں نظم وضبط برقرار کرے۔ظالموں کو قرار واقعی سزا دے اور مظلوموں کی دادرسی کرے امام علی علیہ السلام لوگوں کے حاکم مقرر ہوئے ہیں۔انھوں نے خیر خواہانہ طور پر لوگوں کو اپنی حمایت کی دعوت دی ہے۔وہ لوگوں کو اصلاح کی طرف بلا رہے ہیں۔لہٰذا ان کا ساتھ دو اور ان کی اطاعت کرو۔

صلح کا سفیر

طبری نے مزید روایت کی ہے:

قعقاع بن عمرو کوفہ کے کمانڈروں میں وہ پہلا کمانڈر تھا، جس نے علیؑ کا ساتھ دیا۔اور جب ذی قار کے مقام پر علیؑ کی خدمت میں پہنچا، تو حضرت نے اسے اپنے پاس بلا کر اسے بصرہ کے لوگوں کی جانب اپنا سفیر اور ایلچی بنا کر روانہ کیا اور فرمایا:

اے ابن حنظلیہ! ان دو مردوں (طلحہ وزبیر) سے ملاقات کرو (سیف کا کہنا ہے کہ قعقاع

الف۔سیف نے اس افسانہ میں زید بن صوحان کو ــــ اس کے مقام ومنزلت کے پیش نظر ــــ خاص طور پر رسوائی جتلا کر قعقاع کی زبانی اس کی اس طرح تصویر کشی کی ہے۔

رسول خداؐ کا صحابی تھا) اور انھیں اسلامی معاشرے میں اتحاد ویکجہتی قائم کرنے کی دعوت دو اور معاشرے میں اختلاف وافتراق سے انھیں خبردار کرو! اس کے بعد فرمایا: ان کا جواب سننے کے بعد اگر کسی خاص امر میں تمھارے پاس میرا حکم موجود نہ ہوتو تم کیا کروگے؟ قعقاع نے جواب میں کہا: آپؑ کے حکم کے مطابق ان دونوں سے ملوں گا۔ اگر کوئی ایسا امر پیش آیا جس کا حکم آپؑ نے نہ دیا ہوتو میں اپنی رائے اور اجتہاد سے اس کا تدارک کروں گا۔ ان کے ساتھ جو بھی سزاوار ہو، مشاہدہ کے مطابق اسی پر عمل کروں گا۔

امام علی علیہ السلام نے جواب میں کہا: تم اس کام کے لائق ہو، جاؤ!

اس کے بعد قعقاع اپنی ماموریت پر روانہ ہوا۔ جب ان (عائشہ، طلحہ وزبیر) کے پاس پہنچا، تو ان سے گفتگو کی۔ ام المومنین عائشہ نے اس کی بات مان لی اور طلحہ وزبیر نے بھی توافق کیا اور کہا: شاباش ہو! سچ کہتے ہو اور حق یہی ہے۔ اس طرح انھوں نے دو گروہوں کے درمیان صلح وآشتی قائم کرنے پر اتفاق کیا۔

جب قعقاع صلح وآشتی کی نوید لے کر امام علی علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا تو علی علیہ السلام اٹھ کر منبر پر تشریف لے گئے اور تقریر کرتے ہوئے بولے:

تم لوگ یہ جان لو کہ میں کل روانہ ہو رہا ہوں۔ تم لوگ بھی تیار رہنا۔ لیکن جس نے عثمانؓ کے خلاف کوئی اقدام کیا ہو وہ ہمارے ساتھ نہ آئے۔ ہم احمقوں کی حمایت سے بے نیاز ہیں۔

سبائیوں کی میٹنگ:

سبائیوں نے جب دو سپاہیوں کے درمیان صلح کی خبر سنی تو بڑی تیزی کے ساتھ آپس میں جلسہ منعقد کرکے صلاح ومشورہ کرنے لگے۔ کافی گفتگو کے بعد عبداللہ بن سبا نے یہ تجویز پیش کی کہ: ”دونوں سپاہوں کے قائدین کی بے خبری میں ہم راتوں رات جنگ کے شعلے بھڑکا دیں گے اور انھیں

آپس میں ٹکرا دیں گے'' اس تجویز پر تمام سبائیوں نے موافقت کی اور قول و قرار کے بعد متفرق ہو گئے۔

دوسری طرف دونوں فوجیں ایک دوسرے کے سامنے صف آرا ہوئیں۔ حضرت علی علیہ السلام، طلحہ اور زبیر نے اپنی فوج کے مختلف دستوں کے کمانڈروں کو بلا کر انھیں مطلع کیا کہ دونوں گروہوں کے درمیان صلح کا معاہدہ طے ہونے والا ہے اور جنگ نہیں ہوگی۔ نتیجہ کے طور پر دو طرف کے سپاہیوں نے صلح و آشتی کی امید میں وہ دن آرام سے گزارا۔ لیکن اسی رات تاریکی میں سبائیوں نے عبداللہ ابن سبا کی سرکردگی میں جنگ کے شعلے بھڑکا دئے اور دونوں فوجوں کو ایک دوسرے سے ٹکرا دیا۔

قعقاع کی جنگ

جنگ چھڑ گئی اسی گرما گرمی کی حالت میں قعقاع اپنے ساتھیوں کے ہمراہ طلحہ کے نزدیک سے گزر رہا تھا کہ اس نے طلحہ کو یہ کہتے ہوئے سنا: ''اے خدا کے بندو! میری جانب آجاؤ، صبر کرو! صبر کرو! قعقاع نے طلحہ سے کہا: تم زخمی ہو چکے ہو اور اپنی طاقت کھو بیٹھے ہو، اپنے گھر چلے جاؤ۔

طبری سیف سے مزید روایت کرتا ہے:

قعقاع نے جنگ کی اس حالت میں مالک اشتر کی شماتت کرتے ہوئے کہا: کیا تم جنگ کی طرف نہیں بڑھو گے؟! چوں کہ مالک اشتر نے اس کا کوئی جواب نہ دیا اس لئے قعقاع اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے بولا: ہم ـ مضری ـ جنگ میں اپنے مدمقابل سے لڑنے میں دیگر لوگوں سے زیادہ ماہر ہیں۔ اس کے بعد وہ جنگ کو جاری رکھتے حسب ذیل رجز خوانی کرنے لگا:

> ''جب ہم کسی پانی پینے کی جگہ پر وارد ہوتے ہیں تو اسے پاک و صاف کر کے رکھتے ہیں اور جس پانی پر ہم قبضہ کر لیتے ہیں تو کسی کی مجال نہیں کہ اس کی طرف دست درازی کرے''

طبری نے مزید روایت کی ہے:

''زفر بن حارث آخری شخص تھا جس نے میدان کارزار میں جا کر جنگ کی قعقاع نے جا کر اس کا مقابلہ کیا۔

عائشہ کے اونٹ کے اطراف میں جنگ شدت اختیار کر گئی تھی ،اس اونٹ کے اطراف میں قبیلہ بنی عامر کے مردوں میں سے ایک بھی زندہ نہ بچا، اس وقت قعقاع نے حکم دیا کہ عائشہ کے اونٹ کو پے کر دیں۔ عائشہ کے اونٹ کے مارے جانے کے بعد قعقاع نے ہی عام معافی کا اعلان کیا اور اپنے اطراف میں موجود سپاہیوں سے کہا:''تم امان میں ہو!!'' اس کے بعد اس نے اور زفر بن حارث نے اونٹ کے پالان کی پٹیاں کاٹ دیں اور عائشہ کے محمل کو اس سے جدا کر کے آہستہ سے زمین پر رکھ دیا اور اس کے اطراف میں حفاظت کا انتظام کیا۔

جب عائشہ کا اونٹ قتل ہوا تو لوگ (جنگ جمل کے حامی) بھاگ گئے اور جنگ کے شعلے فوراً بجھ گئے۔ یہ کامیابی قعقاع بن عمرو تمیمی مضری کے وجود کی برکت سے نصیب ہوئی۔ جنگ کا عفریت فرار کر گیا اور خطرات ٹل گئے۔

جنگ جمل کا فخر بھی ابتداء سے آخر تک خاندان تمیم کو ہی نصیب ہوا۔ کیوں کہ قعقاع بن عمرو تمیمی کے ذریعہ ہی قوم کے قائدین کے درمیان دوستی و آشتی کا باب کھلتا ہے۔ سبائیوں کے عبداللہ بن سبا کی سرکردگی میں جنگ کے شعلے بھڑکانے اور قعقاع کی صلح کی کوششوں پر پانی پھیرتے ہوئے برادر کشی کا بازار گرم کر کے مسلمانوں کے درمیان اختلاف و تفرقہ ڈالنے کے بعد بھی قعقاع بن عمرو تمیمی ہی ہمت و حوصلہ سے میدان کارزار میں اتر کر، عرب قوم کو نابود کرنے والی جنگ کے ان شعلوں کو اپنی تدبیر و حکمت عملی سے بجھاتا ہے اور عائشہ کے اونٹ کو قتل کرنے کے بعد جنگ کا خاتمہ کرتا ہے۔

عام معافی کا اعلان کرنے والا بھی قعقاع بن عمرو تمیمی ہی تھا۔

حضرت علی علیہ السلام اور عائشہ کی پشیمانی

طبری سیف بن عمر سے نقل کرتے ہوئے عائشہ اور قعقاع بن عمرو کے درمیان گفتگو کی حسب ذیل روایت بیان کرتا ہے:

عائشہ نے قعقاع بن عمرو تمیمی سے کہا:

''خدا کی قسم! تمنا کرتی ہوں کاش اب سے بیس سال پہلے مر چکی ہوتی''

امام علی علیہ السلام نے بھی قعقاع سے یہی کہا۔علیؑ اور عائشہ کے جملے یکساں تھے۔

طبری مزید روایت کرتا ہے:

حضرت علی علیہ السلام ابن ابی طالبؑ نے قعقاع بن عمرو کو مامور کیا کہ ان افراد کا سر تن سے جدا کر دے، جنھوں نے عائشہ کے بارے میں شعر کہہ کر اس کی بے احترامی کی تھی۔

ان میں سے ایک شعر یہ کہا گیا تھا:

''اے ماں! تیرا جرم نافرمانی ہے''

اور دوسرے نے کہا تھا:

''اے ماں! توبہ کر کیوں کہ تو نے خطا کی ہے''

حضرت علی علیہ السلام نے یہ حکم جاری کرنے کے بعد قعقاع سے کہا: میں انھیں سخت سزا دوں گا۔ اس کے بعد حکم دیا کہ ان دونوں کے کپڑے اتار دئے جائیں ہر ایک کو سو سو کوڑے مارے۔

مورخین نے سیف کی روایت طبری سے نقل کی ہے

یہ تھا اس داستان کا خلاصہ جس کی طبری نے سیف بن عمر سے، جنگ جمل، اس کے وقوع

کے اسباب اور افسانوی سورما قعقاع بن عمرو تمیمی کے نمایاں خدمات اور قابل ذکر سرگرمیوں کے بارے میں روایت کی ہے۔اور ان ہی مطالب کو ابن کثیر اور ابن اثیر نے طبری سے نقل کر کے اپنی تاریخ کی کتابوں میں درج کیا ہے۔

ابن کثیر اپنے بیان کے آغاز میں کہتا ہے: سیف بن عمر نے اس طرح کہا ہے ....اور اس کے آخر میں لکھتا ہے: یہ اس کا خلاصہ ہے جسے ابوجعفر طبری......

ابن خلدون نے بھی جمل کے بارے میں درج کی گئی اپنی داستان کے آخر میں لکھا ہے: ابو جعفر طبری کی روایت کے مطابق جنگ جمل کا یہ ایک خلاصہ ہے۔

دوسرے مورخین نے بھی سیف کے افسانے کو طبری سے اقتباس کیا ہے منجملہ میر خواند بھی ہے کہ جس نے ''روضۃ الصفا'' میں جنگ جمل کے بارے میں طبری کے نقل کئے ہوئے مطالب درج کئے ہیں۔

ان مردود اور باطل مطالب کی وقعت معلوم کرنے کے لئے ایک تفصیلی تجزیہ اور تشریح کی ضرورت ہے کہ یہاں پر اس کی گنجائش نہیں ہے۔ہم نے اس کے ایک بڑے حصے کی ''اسلامی تاریخ میں عائشہ کا کردار'' نام کی اپنی کتاب کی فصل ''عائشہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامادوں کے دوران'' میں تشریح کی ہے اور یہاں پر اس کے ایک حصے کو خلاصہ کے طور پر پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں تا کہ واضح ہو جائے کہ دوسری صدی ہجری کے اس افسانہ ساز ،سیف بن عمر نے کس طرح حقائق میں تحریف کی ہے اور کس طرح اسلام اور تاریخ اسلام کا مضحکہ اڑاتے ہوئے اپنے زندیقی اور مانوی پن کے ناپاک عزائم کو عملی جامہ پہنانے کے لئے دوستی کے لباس میں اسلام کو نابود کرنے کے درپے رہا ہے۔اس کے علاوہ یہ بھی واضح ہوتا ہے امام المورخین ابوجعفر جریر طبری جیسے نام کا عالمی شہرت یافتہ شخص اور مورخ کس طرح اور کیوں اس دروغ گو اور عیار افسانہ ساز کا آلۂ کار بن گیا!!

جنگ جمل کی داستان، سیف کے علاوہ دیگر راویوں کے مطابق

طبری نے جنگ جمل میں شرکت کرنے کے لئے کوفیوں کی رضا کارانہ آمادگی کے بارے میں اس طرح روایت کی ہے:

''امیر المومنین علی علیہ السلام نے ہاشم بن عتبہ کو ایک خط دے کر ابوموسیٰ اشعری ــ جو عثمان کے زمانے سے کوفہ کا حاکم تھا ــ کے پاس کوفہ بھیجا۔ اس خط میں ابوموسیٰ کو حکم دیا تھا کہ کوفیوں کی ایک فوج کمک کے طور پر جنگ کے لئے اس کے ساتھ بصرہ بھیج دے۔ چوں کہ ابوموسیٰ اشعری نے امامؑ کے حکم کی نافرمانی کی اور کوفیوں کو امامؑ کی مدد کے لئے بھیجنے کے لئے کوئی قدم نہیں اٹھایا اس لئے حضرتؑ نے اپنے بیٹے حسنؑ اور عمار یاسر کو کوفہ کی طرف روانہ کیا اور ابوموسیٰ کو کوفہ کی حکومت سے معزول کر دیا۔

حسنؑ ابن علیؑ اور عمار یاسر کوفہ میں داخل ہوئے اور مسجد میں تقریر و ہدایت کرنے لگے ان دونوں کی تقریروں کا یہ نتیجہ نکلا کہ کوفہ کے باشندوں نے بصرہ کی جنگ میں شرکت کی آمادگی کا اعلان کیا اور تقریباً بارہ ہزار جنگجو کوفی حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ ملحق ہو گئے۔

نیز طبری بصرہ میں حضرت علی علیہ السلام کی موجودگی کے بارے میں روایت کرتا ہے:

''تین دن تک دونوں متخاصم فوجوں کے درمیان جو ایک دوسرے کے آمنے سامنے تھیں کوئی جنگ نہ ہوئی۔ بلکہ حضرت علی علیہ السلام بعض افراد کو ایلچیوں کے طور پر ان کے (طلحہ، زبیر و عائشہ) پاس بھیجتے رہے اور پیغام دیتے رہے کہ اس نافرمانی، اختلاف اور دشمنی سے باز آجائیں۔

طبری نے ان تین دنوں کے دوران دو طرفہ خط و کتابت اور گفتگو کے بارے میں کچھ نہیں

لکھا ہے۔لیکن اس کے ایک حصہ کو ابن قتیبہ، ابن اعثم اور سید رضی نے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔

منجملہ درج ذیل خط یہ ہے جو امامؑ نے طلحہ و زبیر کے پاس لکھ کر بھیجا تھا:

''خدا کی حمد و ثنا اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام کے بعد، دونوں بخوبی جانتے ہو اور دل سے اقرار بھی کرتے ہو اگر چہ زبان پر نہیں لاتے اور اعتراف نہیں کرتے ہو، کہ میں نے کسی کو لوگوں کے پاس نہیں بھیجا تھا اور ان سے یہ نہیں چاہا تھا کہ میری بیعت کریں بلکہ یہ لوگ ہی تھے جنھوں نے مجھے حکومت اور بیعت قبول کرنے پر مجبور کیا اور تب تک ارام سے نہ بیٹھے جب تک میرے ہاتھ پر خلافت کے لئے بیعت نہ کر لی۔

تم دونوں بھی ان کے ساتھ تھے بارہا میرے پاس آئے ہو اور مجھ سے اصرار کرتے رہے ہو کہ میں حکومت قبول کر لوں۔تملوگ میری خلافت کے لئے میرے ہاتھ پر بیعت کرنے تک آرام سے نہ بیٹھے۔جن لوگوں نے میری خلافت کو قبول کرتے ہوئے میری بیعت کی انھوں نے یہ کام اس لئے نہیں کیا ہے کہ اس کے بدلے میں انھیں کوئی مال وثروت ملے اور نہ زور و زبردستی، دھمکی اور خوف و ہراس سے میری بیعت کی ہے۔

بہرحال اگر تم دونوں نے اپنی مرضی اور اختیار سے میرے ساتھ عہد و پیمان کر کے میری خلافت کی بیعت کی ہے تو، یہ راہ جو تم نے اختیار کی ہے (بغاوت، مخالفت اور مسلمانوں کے درمیان اختلاف اندازی) سے جتنا جلد ممکن ہو سکے ہاتھ کھینچ لو اور دل سے خدا کے حضور توبہ کرو اور اگر اپنی مرضی کے برخلاف میری بیعت کی ہے تو تمھارے لئے کوئی عذر و بہانہ نہیں ہے بلکہ یہ میرا حق بنتا ہے کہ تم سے یہ پوچھوں کہ اس ظاہرداری اور دو رخی کا سبب کیا تھا؟ تم لوگوں نے کیوں ظاہری طور پر میرے

ہاتھ پر بیعت کی (اور میری حکومت کے مقاصد کے سلسلے میں جانثاری کا اعلان کیا؟) اور باطن میں میرے ساتھ مخالفت اور امت اسلامیہ میں اختلاف وافتراق کے بیج بوئے؟ اپنی جان کی قسم! تم دونوں دیگر مہاجرین سے کچھ کم فضیلت نہیں رکھتے تھے، تم بے بس و کمزور نہیں تھے کہ ظاہرداری اور تقیہ سے اپنے دل کی خواہشات چھپاتے۔ تم دونوں کے لئے (میری بیعت کرنے کے بعد اس سے منہ موڑ کر رسوائی مول لینے سے) بہت آسان یہ تھا کہ اسی دن میری بیعت نہ کرتے اور میری خلافت کو قبول نہ کرتے۔ تم لوگوں نے اپنی مخالفت اور بغاوت کے سلسلے میں عثمانؓ کے خون کا بہانہ بنایا ہے اور یہ افواہ پھیلائی ہے کہ میں نے عثمان کو قتل کیا ہے۔ میرے اور تمھارے درمیان مدینہ کے وہ لوگ حَکَم ہوں جو نہ تمھارے طرفدار ہیں اور نہ میرے بلکہ غیر جانبدار ہیں، تا کہ معلوم ہو جائے کہ عثمانؓ کے قاتل کون ہیں۔ اس وقت جو اس سلسلے میں جتنا مجرم قرار پائے اسی قدر سزا کا مستحق ہوگا۔

پس اے دو بوڑھو! ان (بے بنیاد و بیہودہ) افکار کو اپنے دماغ سے نکال باہر کرو اور اس احمقانہ اقدام سے پرہیز کرو، اگر چہ یہ تمھاری نظر میں بہت ننگ و عار ہے، لیکن قیامت کے دن اس سے بڑے ننگ یعنی آتش جہنم سے دوچار نہ ہو گے۔ والسلام

اس کے بعد عبداللہ بن عباس کو مامور کیا کہ زبیر سے تنہائی میں ملاقات کرے اور اس سے یوں تاکید کی:

''طلحہ کے پیچھے نہ جانا، کیوں کہ اگر اسے دیکھو گے تو اس بیل کے مانند پاؤ گے جو اپنا سر نیچے کئے ہوئے اپنے سینگوں سے دشمن پر حملہ کرنے کے لئے آمادہ ہے وہ ایک متکبر، خود غرض اور تند خو آدمی ہے، وہ مشکل، سخت اور بڑا کام شروع کرتا ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ بہت آسان ہے۔

لیکن اس کے برعکس زبیر سے ملنا۔ وہ نرم مزاج، درگزر کرنے والا اور بات سننے والا ہے۔

اس سے کہنا کہ تیرا ماموں زاد بھائی کہتا ہے: تم حجاز میں (اس کی جائے پیدائش میں) میرے آشنا اور حامی تھے، اب کیا ہوا کہ عراق میں (بے وطنی میں) نا آشنا، میری مخالفت اور دشمنی پر تلے ہوئے ہو؟ (حضرتؑ اس زیبا اور دلچسپ بیان میں فرماتے ہیں: **عرفتني بالحجاز وانكرتني بالعراق فما عدا ممابدا؟**)

ابن عباس کہتے ہیں: میں نے امامؑ کے پیغام کو کسی کمی بیشی کے بغیر زبیر تک پہنچا دیا۔ زبیر چند لمحات کے لئے غور فکر میں پڑا، پھر جواب کے طور پر صرف اتنا کہا: ان سے کہنا: اس راہ میں تمام موجودہ مشکلات اور خوف وہراس کے باوجود ہم امیدوار ہیں۔

عبداللہ ابن زبیر نے بھی مجھ سے مخاطب ہو کر کہا: (الف) ان سے کہنا: ہمارے درمیان خون عثمانؓ کا مسئلہ درپیش ہے اور خلیفہ کے انتخاب کا مسئلہ اس شوریٰ کو واگزار کرنا ہے جس کی تشکیل عمرؓ نے کی تھی۔ اس صورت میں تمھیں جاننا چاہئے کہ ان میں سے دو افراد یعنی طلحہ وزبیر ایک طرف ہوں گے اور ام المومنین عائشہؓ بھی ان کی حمایت سے ہاتھ نہیں کھینچیں گی۔ جو اثر ورسوخ عائشہؓ عوام میں رکھتی ہیں، اس کے پیش نظر یہ دونوں بھی انھیں نہیں چھوڑیں گے اور اگر مسئلہ لوگوں کے انتخاب پر منحصر ہوا تو اکثریت عائشہ اور ان کے طرفداروں کی ہوگی۔ اس صورت میں تم اکیلے رہ جاؤ گے۔

ابن عباس کہتے ہیں: میں ابن زبیر کی ان باتوں سے سمجھ گیا کہ اس کی گفتگو کے پیچھے صرف جنگ حکم فرما ہے۔ میں علی علیہ السلام کے پاس آیا اور انھیں حالات سے آگاہ کیا۔

امامؑ نے ابن عباس کو ایک بار پھر عائشہ کے پاس درج ذیل پیغام دے کر بھیجا:

''خدائے تعالیٰ نے تمھیں حکم دیا ہے کہ تم اپنے گھر میں رہو اور کسی صورت میں گھر سے باہر

الف)۔وقال لي ابنه عبدالله : قل له بيننا و بينک دم خليفة و وصية خليفة ،واجتماع اثنين و انفراد واحد ، وأم مبرورة و مشاورة العامة : قال ابن عباس فعلمت انه ليس وراء هذا الكلام الا الحرب

نہ نکلو اور تم خود اسے بخوبی جانتی ہو۔ مسئلہ حقیقت میں یہ ہے کہ کچھ لوگوں نے تمھیں اکسایا ہے اور تمھاری کمزوریوں کا ناجائز فائدہ اٹھا کر آسانی کے ساتھ اپنے حق میں اور تمھارے نقصان میں اقدام کیا ہے اور تمھیں اپنے گھر، رسول خداؐ کے گھر سے باہر نکلنے پر مجبور کیا ہے۔ یہ عہد و پیمان جو تم نے ان کے ساتھ باندھا ہے اور ان کے ساتھ ہم فکری اور تعاون کر رہی ہو، اس سے تم نے لوگوں کو مصیبت و نابودی سے دوچار کر کے رکھدیا ہے اور مسلمانوں کے درمیان اختلاف و افتراق کے شعلے بھڑکائے ہیں۔

اس کے باوجود تمہارے لئے اسی میں بھلائی ہے کہ اپنے گھر چلی جاؤ اور کسی بھی صورت دشمنی، جنگ اور برادرکشی کی مرتکب نہ ہو!۔

اگر تم اس نصیحت کو قبول کر کے اپنے گھر نہ لوٹیں اور اس فتنہ کی آگ کو، کہ جسے تم نے خود بھڑکایا ہے، نہ بجھایا تو بلاشک ایک خونیں جنگ رونما ہوگی اور یہ جنگ انسانوں کی ایک بڑی تعداد کو نابود کر کے رکھ دے گی اور اس کی ذمہ داری کسی شک وشبہ کے بغیر اس جنگ کی آگ کو ہوا دینے والوں کے ذمہ ہوگی۔

لہٰذا، اے عائشہ! خدا سے ڈرو، اس اختیار کی گئی راہ سے پیچھے ہٹ کر توبہ کرو، خدائے تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور خطاؤں کو معاف کرنے والا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ابن زبیر اور طلحہ سے تمھاری رشتہ داری تمھیں اس جگہ پر کھینچ لے جائے، جس کا انجام جہنم کی آگ ہے!!

امامؑ کے ایلچی عائشہ کے پاس پہنچے اور پیغام پہنچا دیا۔ اس نے امامؑ کے جواب میں صرف اتنا کہا:

میں فرزند ابوطالبؑ کے جواب میں کچھ نہیں کہہ سکتی، کیونکہ فصاحت اور استدلال کی قدرت میں اس کی ہم پلہ نہیں ہوں۔

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ طلحہ نے بلند آواز میں اپنے دوستوں سے مخاطب ہو کر کہا:

ان لوگوں سے جنگ کے لئے اٹھو! تمھارے پاس فرزند ابوطالبؑ کے استدلال کے مقابلے میں استدلال کی کوئی طاقت نہیں ہے۔

عبداللہ بن زبیر نے بھی اس روز ایک تقریر کی اور اس کے ضمن میں بولا

اے لوگو! علی بن ابیطالبؑ نے خلیفہ برحق عثمانؓ بن عفان کو قتل کیا ہے۔ اب ایک بڑے لشکر کے ہمراہ تمھاری طرف آیا ہے تاکہ تمہاری سرزمین کو تسخیر کرے اور تمھیں اپنی اطاعت پر مجبور کرے۔ اب تمہاری باری ہے کہ مردانہ وار اٹھ کھڑے ہو جاؤ اور اپنے خلیفہ کے قتل کے انتقام میں اپنی عزت و آبرو کا تحفظ کرو اور اپنی شرافت، عفت، اولاد و اموال بالاخر اپنی شخصیت کا خیال رکھو اور جان کی بازی لگا کر ان کا تحفظ کرو۔ کیا تم جیسے دلاوروں، ناموس کے شدید محافظوں اور عثمانؓ و عائشہ کی راہ میں جانثاری کرنے والوں کے ہوتے ہوئے روا ہے کہ کوئی تمھارے شہر و وطن پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کریں؟!

انھوں نے تم پر حملہ کیا ہے، تمھاری شخصیت کی بے حرمتی کی ہے، تمھارے جذبات کو مجروح کیا ہے۔ اس وقت موقع ہے کہ جوش میں آجاؤ اور ہر قسم کی مروت کو بالائے طاق رکھ دو۔ ان کے اسلحہ کا جواب اسلحہ سے دو اور ان سے جنگ کرو۔ علیؑ سے جنگ کرنے میں کسی قسم کی پریشانی اور وسواس سے دوچار نہ ہو، کیونکہ وہ اپنے علاوہ کسی کو خلافت و حکومت کے لائق و سزاوار نہیں سمجھتا۔ خدا کی قسم اگر اس نے تم لوگوں پر تسلط جمانے میں کامیابی پائی تو تمھارے دین و دنیا دونوں کو نابود کر دے گا اور تمھیں ذلیل و خوار کر کے رکھ دے گا..... اور اسی طرح کی بہت سی باتیں کہیں۔

ابن زبیر کی اس تقریر کی رپورٹ علیؑ کو پہنچا دی گئی۔ امام علیہ السلام نے اپنے بیٹے حسن علیہ السلام سے مخاطب ہو کر فرمایا: بیٹے! کھڑے ہو کر ابن زبیر کا جواب دو!۔

علی علیہ السلام کا بیٹا کھڑا ہوا اور بارگاہ الٰہی میں حمد و ثناء اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام کے بعد بولا:

لوگو! ہم نے اپنے باپ کے بارے میں ابن زبیر کی باتیں سن لیں کہ وہ کہتا ہے: عثمانؓ کو انھوں نے قتل کیا ہے، کتنی بڑی تہمت ہے!۔ اے مہاجر وانصار! اے مسلمانو! تم بہتر جانتے ہو کہ زبیر عثمانؓ کے بارے میں کیا کہتا تھا اور اس کا کیا نام رکھا تھا اور اسے کس نام سے لوگوں میں مشہور کرتا تھا، اور آخر میں اس نے ان کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا اور کیسے ظلم وستم عثمان پر ڈھائے!

اور طلحہ! یہ وہی طلحہ ہے کہ ابھی عثمانؓ زندہ تھے کہ اس نے ان کے خلاف مخالفت اور بغاوت کا پرچم بلند کیا، اس پرچم کو بیت المال پر نصب کیا اور حق وانصاف کو پائمال کرتے ہوئے بیت المال پر ڈالا، جب کہ عثمانؓ ابھی زندہ اور خلیفہ تھے!

عثمانؓ کی خلافت کی پوری مدت کے دوران ان دو افراد کے اس کے ساتھ برتاؤ (اس کے ساتھ اتنی بے وفائی اور ظلم کرنے کے بعد بالاخر انھیں خاک وخون میں غلطاں کیا) کے پیش نظر ان کے لئے یہ سزاوار نہ تھا کہ ہمارے باپ پر عثمانؓ کے قتل کی تہمت لگائیں اور ان کے خلاف بدگوئی کریں! اگر ہم چاہیں تو ضرورت کے مطابق ان کے بارے میں بہت کچھ کہہ سکتے ہیں۔

لیکن، یہ جو کہتے ہیں کہ علیؑ زبردستی قدرت حاصل کر کے لوگوں پر حکومت کر رہے ہیں اور اس سلسلہ میں ابن زبیر، جو سب سے بڑی دلیل پیش کرتا ہے وہ یہ ہے کہ اس کے باپ نے علیؑ کی دل سے بیعت نہیں کی ہے بلکہ ہاتھ سے بیعت کی ہے۔ یہ بات کہہ کر اس نے خود بیعت کا اعتراف واقرار کیا ہے اور اس کے بعد بہانہ تراشیاں کرتا ہے۔ اگر وہ سچ کہتا ہے تو اس سلسلے میں دلیل وبرہان پیش کرے، لیکن وہ ہرگز ایسا نہیں کرسکتا۔

اور، ابن زبیر کا اس پر تعجب کرنا کہ کوفیوں نے بصرہ کے لوگوں پر حملہ کیا ہے، تو یہ تعجب بے جا ہے۔ آخر یہ کون سی حیرت کی بات ہے کہ حق وحقیقت کے حامی گمراہوں اور بدکاروں پر حملہ کریں؟ اما، عثمانؓ کے دوست اور ان کی مدد کرنے والے، ہمیں ان کے ساتھ کوئی جنگ واختلاف نہیں ہے، بلکہ ہماری جنگ اونٹ سوار اس خاتون اور اس کے حامی باغیوں اور تخریب کاروں سے ←

نہ کہ عثمانؓ کے طرفداروں اور حامیوں کے ساتھ! (الف)

جب امامؑ کے ایلچی، عائشہ، طلحہ وزبیر سے مل کر واپس آئے اور ان کے پیغام کو جس میں ـــ خون اور اعلان جنگ کی بوتھی ـــ امام علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا دیا، تو علی علیہ السلام اٹھے اور خدا کی حمد وثنا اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام بھیجنے کے بعد فرمایا:

اے لوگو! میں ان سے مہربانی اور نرمی سے پیش آیا تا کہ وہ شرم وحیا کریں اور دوسرے لوگوں کے اکسانے پر مسلمانوں میں تفرقہ واختلاف پیدا کرنے سے باز آئیں۔

میں نے عہد شکنی اور بیعت توڑنے پر ان کی تنبیہ کی اور ان کی بغاوت اور گمراہی کو واضح کر کے انھیں دکھا کر گوش زد کر دیا اور حق وحقیقت کا راستہ دکھانے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی تا کہ وہ ہوش میں آ کر باطل کے مقابلے میں حق کی پیروی کریں۔ لیکن انھوں نے ایک نہ مانی اور نفسانی خواہشات کی پیروی کو حقیقت پر ترجیح دی اور میری دعوت قبول نہ کی۔ اس کے برعکس مجھے ہی دھمکی دینے لگے اور مجھے پیغام بھیجا کہ ان کی تلواروں اور نیزوں کے حملوں کے لئے خود کو آمادہ کروں۔ حقیقت میں وہ طولانی آرزوؤں کی خوش فہمیوں میں مبتلا ہو کر غرور وغلط فہمیوں کے شکار ہو گئے ہیں۔

سوگ منانے والے ان کے سوگ میں نالہ وفریاد بلند کریں۔ آخر وہ میرے بارے میں کیا

الف) علیؑ تواضع اور مہربانی سے پیش آتے تھے تا کہ شاید کوئی بات بن جائے اور جنگ نہ چھڑے، بے گناہوں کا خون نہ بہے اور اس سے زیادہ مسلمانوں میں اختلاف وافتراق پیدا نہ ہو۔ اس لئے مسلسل پیغام دیتے رہے، خط لکھتے رہے، صبر وشکیبائی سے کام لیتے رہے، نصیحت وہدایت فرماتے رہے، حقائق کی وضاحت فرماتے رہے تا کہ جمل کے خیرخواہوں کی طرف سے بھڑکائی گئی فتنہ وبغاوت کی آگ کو تدبیر وتلاش سے بجھا سکیں۔ شاید وہ اس کی ناکام کوشش کر رہے تھے تا کہ درخشاں وتاباں ماضی اور صدر اسلام میں جانثاریوں کے مالک اصحاب جیسے، طلحہ وزبیر کو منحوس اور بدترین حوادث کی زد میں آنے سے بچالیں۔ کیونکہ ان کو اقتدار اور حکومت کی ہوس نے اس حد تک اندھا بنا دیا تھا کہ انھوں نے دین خدا، حقیقت اسلام حتیٰ پیغمبر اسلامؐ کی تمام نصیحتوں کو بھی پس پشت ڈال دیا تھا۔ کیا حقیقت میں ان کے اس اقدام کو ـــ جس کے نتیجہ میں اتنے انسانوں کا خون بہایا گیا ـــ خدا اور پیغمبرؐ کی نافرمانی کے علاوہ کسی اور چیز سے تعبیر کیا جاسکتا ہے؟ اور قیامت کے دن خدا کے سامنے وہ کیا جواب دیں گے؟!

سوچتے ہیں؟ اور مجھے کس قسم کا آدمی سمجھتے ہیں؟ جب کہ انھوں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے اور اپنے پورے وجود سے محسوس کیا ہے کہ میں وہ مرد نہیں ہوں جو دشمن کی جنگ کی دھمکیوں سے خوف زدہ ہو جاؤں گا یا تلواروں کی جھنکار اور میدان کارزار کے شور و غل سے وحشت کروں گا۔ ولقد انصف القارہ من راماھا۔ (الف)

(حقیقت میں انھوں نے اپنے برپا کئے ہوئے فتنہ و بغاوت کے سلسلے میں بھیجے گئے میرے ایلچیوں کے جواب میں مجھے میدان جنگ کی دعوت دی ہے اور مجھے جنگ کی دھمکیاں دی ہیں اور جنگ و پیکار کے بارے میں میرے ساتھ حق و انصاف پر مبنی برتاؤ کیا ہے)

چھوڑو انھیں گرجنے دو، وہ ذرا رجز خوانی کر لیں اور جنگ کا بازار گرم کر لیں، تب وہ جان لیں گے کہ ہم خودنمائی کے محتاج نہیں ہیں۔ انھوں نے ہمیں بہت پہلے جنگ کے میدان میں دیکھا ہے اور کارزاروں میں میرے ہاتھ کی کاری ضربوں کا مشاہدہ کر چکے ہیں۔

اس وقت وہ مجھے کیسا پاتے ہیں؟ میں وہی علیؑ اور وہی ابوالحسن ہوں جو کل مشرکین کی گنجان صفوں کو چیرتے ہوئے آگے بڑھتا تھا اور ان کی طاقت کو چور چور کر کے رکھ دیتا تھا اور آج بھی اس قدرت اور اطمینان کے ساتھ دشمنوں کا مقابلہ کروں گا اور کسی قسم کا خوف و ہراس نہیں کروں گا۔ مجھے اس وعدۂ الٰہی پر ایمان ہے جو اس نے مجھے دیا ہے اور اس راہ میں اپنی حقانیت پر یقین رکھتا ہوں اور اس مستحکم ایمان میں کسی قسم کے تذبذب سے دوچار نہیں ہوں....... یہاں تک کہ فرمایا:

خداوندا! تو جانتا ہے کہ طلحہ نے میری بیعت توڑ دی ہے اور یہ وہی تھا جس نے عثمانؓ کے

الف)۔ "وقد انصف القارہ من راماھا" عربی زبان میں ایک ضرب المثل ہے اور اس کا موضوع یہ ہے کہ قبیلہ قارہ کے افراد تیراندازی اور کمان چلانے میں کافی ماہر اور صاحب شہرت تھے۔ اس فن میں کوئی ان کا ہم پلہ نہ تھا۔ لہٰذا جب طلحہ و زبیر نے امامؑ کو جنگ کی دعوت دی، تو گویا یہ ایسا ہے کہ قبیلۂ قارہ کے تیراندازوں کو تیراندازی کی دعوت دی ہے اور انھیں دھمکی دے رہے ہیں۔ اسی بناء پر امامؑ نے اس مثل کو اپنے کلام میں بیان کیا ہے۔

خلاف بغاوت کی اور سرانجام اسے قتل کیا، اسکے بعد بے قصور مجھ پر اسے قتل کرنے کی تہمت لگائی۔ خداوندا! اسے خودنمائی کی فرصت نہ دے!

خداوندا! زبیر نے ہماری رشتہ داری سے چشم پوشی کی اور میرے ساتھ قطع رحم کیا اور بیعت توڑ دی اور میرے دشمنوں کو میرے خلاف جنگ کرنے پر اکسایا۔ خداوندا! جس طرح مناسب ہو آج مجھے اس کے شر سے نجات دے! اس کے بعد آپ علیہ السلام منبر سے نیچے تشریف لائے۔

جنگ سے پہلے امام کی سفارشیں

حاکم، ذہبی اور متقی لکھتے ہیں:

علی علیہ السلام نے جنگ جمل کے دن بلند آواز سے اپنے سپاہیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

اس سے پہلے کہ وہ جنگ شروع کریں تم کو حق نہیں ہے کہ کسی پر تیر یا نیزہ برساؤ یا تلوار سے حملہ کر کے جنگ میں پہل کرو۔ بلکہ جنگ شروع ہونے سے پہلے ان سے مہربانی اور ملائمت سے پیش آؤ اور ان کے ساتھ نرمی سے بات کرو اور دوستانہ گفتگو کرو۔ کیونکہ جو یہاں پر ــــ امامؑ کی اطاعت کر کے ــــ کامیاب ہوا، وہ قیامت کے دن بھی کامیاب ہوگا۔

راوی کہتا ہے:

دونوں فوجیں ایک دوسرے کے آمنے سامنے صف آرا ہوئیں۔ ظہر تک دونوں طرف سے کسی قسم کا اقدام نہ ہوا۔ صرف ''جمل'' کے خیرخواہ بیچ بیچ میں فریاد بلند کرتے تھے: (یالثارات عثمان) ''عثمانؓ کے خون کا انتقام لینے میں جلدی کرو۔ امیرالمومنینؑ نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کرتے ہوئے فرمایا:

خداوندا! عثمانؓ کے قاتلوں کو آج نابود کر دے!

دوسرے راویوں اور مؤلفین نے بھی بیان کیا ہے:

جب دونوں فوجیں ایک دوسرے کے آمنے سامنے صف آرا ہوئیں ،امام نے اپنے سپاہیوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

خدا کا شکر ہے کہ تم ،میرے پیرو،حق پر ہو۔اس لئے خودداری ،مہربانی اور جوانمردی سے پیش آنا تا کہ انھیں کوئی بہانہ ہاتھ نہ آئے ۔ان کے لئے جنگ شروع کرنے کا کوئی موقع وفرصت فراہم نہ کرنا تا کہ وہ خود جنگ شروع کریں اور یہ تمھاری حقانیت کی ایک دلیل ہوگی۔

جب جنگ شروع ہوگی،تو زخمیوں پر رحم کرنا اور انھیں قتل نہ کرنا۔جب دشمن شکست کھا کر بھاگنے لگےتو فراریوں کا پیچھا نہ کرنا۔میدان جنگ میں مقتولین کو برہنہ نہ کرنا۔ان کے کان اور ناک نہ کاٹنا اور انھیں مثلہ نہ کرنا۔

جب ان کے شہروطن پر قابض ہوجاؤ تو ان کی عصمتیں نہ لوٹنا،حکم کے بغیر کسی گھر میں داخل نہ ہونا اور ان کے مال وثروت پر ڈاکا نہ ڈالنا۔

مسعودی نے اس کے بعد امام علیہ السلام کے بیانات کو یوں نقل کیا ہے:

.....ان کا مال وثروت تم لوگوں پر حرام ہے،مگر وہ چیزیں جو دشمن کے فوجی کیمپ میں جنگی اسلحہ مویشی،غلام اور کنیز کی صورت میں تمھارے ہاتھ آئیں۔اس کے علاوہ ان کا باقی تمام مال وثروت اسلامی قوانین اور قرآن مجید کے مطابق ان کی میراث ہے اور ان کے وارثوں سے متعلق ہے۔

کسی کو کسی عورت کے ساتھ تندکلامی کرنے اور اسے اذیت پہنچانے کا حق نہیں ہے، چاہے وہ تمھیں برا بھلا بھی کہے اور تمھاری بے احترامی بھی کرے،حتیٰ تمھارے مقدسات اور کمانڈروں کو گالیاں بھی دے۔کیونکہ وہ عقل ونفسیات کے لحاظ سے کمزور ہیں اور قابل رحم ہیں ۔جس زمانہ میں ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ کفار سے جنگ کررہے تھے ہمیں حکم ملا تھا کہ ان (عورتوں) سے درگزر کریں باوجود اس کے کہ وہ مشرک وکافر تھیں۔زمانہ قدیم میں اگر کوئی مرد اپنے عصا یا لاٹھی سے کسی

عورت کو اذیت پہنچاتا تھا، تو اس مرد کے مرنے کے بعد اس کے وارثوں کو بھی اس ناشائستہ کام کی وجہ سے ملامت و مذمت کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔

جمل کے خیر خواہوں کی طرف سے جنگ کا آغاز

حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے کہ زبیر نے اپنے حامیوں سے کہا:

حضرت علی علیہ السلام کے سپاہیوں پر تیروں کی بارش کرو! گویا زبیر اس طرح جنگ شروع کرنے کا اعلان کرنا چاہتا تھا۔

ابن اعثم اور دیگر لوگ روایت کرتے ہیں کہ عائشہ نے کہا:

مجھے مٹھی بھر کنکریاں دے دو! اس کے بعد مٹھی بھر کنکریاں حضرت علی علیہ السلام کی سپاہ کی طرف پھینکنے کے بعد پوری طاقت کے ساتھ فریاد بلند کی: چہرے سیاہ ہو جائیں!۔

عائشہ کا یہ عمل، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جنگ حنین میں مشرکین کے ساتھ کئے گئے عمل کی تقلید تھا عائشہ کے اس کام کا رد عمل یہ ہوا کہ حضرت علی علیہ السلام کی سپاہ میں ایک مرد عائشہ سے مخاطب ہو کر بولا: یہ تم نہیں تھیں جس نے کنکریاں پھینکیں بلکہ یہ شیطان تھا جس نے کنکریاں پھینکیں۔ (الف)

طبری اور دیگر مورخین نے روایت کی ہے:

حضرت علی علیہ السلام نے جمل کے دن قرآن مجید کو ہاتھ میں لیا اور اپنے سپاہیوں میں گھوماتے ہوئے فرمایا:

"ہے کوئی جو اس قرآن مجید کو دشمن کے پاس لے جائے اور انھیں اس پر عمل کرنے کی

الف)۔ عائشہ کی بات "شاهت الوجوه" تھی اور اس مرد کا جواب: وما رميت اذرميت ولكن الشيطان رمی تھا۔ داستان اس طرح ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ حنین میں مٹھی بھر کنکریاں مشرکین کی طرف پھینکیں اور فرمایا: "شاهت الوجوه" (روسیاہ ہو جاؤ) اور آیہ نازل ہوئی: وما رميت اذرميت ولكن الله رمى (اے پیغمبرؐ! یہ تم نہیں تھے جس نے کنکریاں پھینکیں بلکہ یہ خدا نے کنکریاں پھینکی ہیں۔

دعوت دے چاہے قتل بھی ہو جائے؟ کوفیوں سے ایک نوجوان سفید قبا پہنے ہوئے آگے بڑھا اور بولا "میں" ہوں امامؑ نے اس پر ایک نگاہ ڈالی اور اس کی کمسنی کو دیکھ کر اس سے منہ موڑ کر اپنی بات کو پھر سے دہرانے لگے۔ دوبارہ اسی نوجوان نے اس جاں نثاری کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا پھر حضرت علی علیہ السلام نے قرآن مجید کو اس کے ہاتھ میں دے دیا۔

نوجوان، جمل کے خیر خواہ سپاہیوں کی طرف بڑھا اور امامؑ کی فرمائش کے مطابق انھیں قرآن مجید پر عمل کرنے اور اس کے احکام کی پیروی کرنے کی دعوت دی بصرہ کے جنگ افروزوں نے علیؑ کے اس اقدام پر ایک لمحہ کے لئے بھی فکر کرنے کی اپنے آپ کو تکلیف نہیں دی اور بزدلانہ طور پر اس نوجوان پر حملہ کر کے تلوار سے اس کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا۔ جوان نے قرآن مجید کو اپنے بائیں ہاتھ میں اٹھالیا اور اپنی تبلیغ جاری رکھی۔ اس کا بایاں ہاتھ بھی کاٹ دیا گیا۔ نوجوان نے ہاتھ کٹے دونوں بازؤں سے قرآن مجید اپنے سینے پر رکھ کر بلند کیا جب کہ اس کے کٹے ہوئے دونوں ہاتھوں سے خون کا فوارہ جاری تھا اور یہ خون قرآن مجید اور اس کی سفید قبا پر بہہ رہا تھا، پھر بھی وہ اپنی تبلیغ میں مصروف تھا کہ سرانجام اسے قتل کر دیا گیا۔

طبری نے اسی داستان کو ایک اور روایت کے مطابق حسب ذیل بیان کیا ہے:

"حضرت علی علیہ السلام نے اپنے حامیوں سے مخاطب ہو کر کہا: تم میں سے کون شخص آمادہ ہے جو اس قرآن مجید کو ان کے پاس لے جا کر انھیں اس کے احکام پر عمل کرنے کی دعوت دے، اگر چہ اس کا ہاتھ بھی کاٹا جائے وہ قرآن مجید کو دوسرے ہاتھ سے بلند کرے اور اگر وہ ہاتھ بھی کاٹا جائے تو قرآن مجید کو اپنے دانتوں سے پکڑ لے؟! ایک کمسن نوجوان نے اٹھ کر کہا: میں ہوں حضرت علی علیہ السلام بار بار اپنی بات دہراتے ہوئے

اپنے حامیوں میں جستجو کرتے تھے، لیکن اس نوجوان کے علاوہ کسی نے علیؑ کی بات کا مثبت جواب نہیں دیا۔ حضرت علی علیہ السلام نے قرآن مجید اس کے ہاتھ میں دیتے ہوئے فرمایا: یہ قرآن مجید انھیں پیش کرنا اور کہنا، خدا کی کتاب اول سے آخر تک ہمارے اور تمھارے درمیان حَکَم و منصف ہے۔ ایک دوسرے کا خون بہانے کے سلسلے میں خدا کو مدنظر رکھیں اور بلاسبب ایک دوسرے کا خون نہ بہائیں۔

نوجوان قرآن مجید کو ہاتھ میں لئے دشمن کی سپاہ کی طرف بڑھا اور ماموریت کے مطابق تبلیغ کرنے لگا۔ جیسے کہ بیان ہوا، اس کے ہاتھ کاٹے گئے یہاں تک کہ اس نے قرآن مجید کو دانتوں سے پکڑ لیا اور سرانجام اسے قتل کر دیا گیا۔

اس واقعہ کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے کہا: چوں کہ انھوں نے قرآن مجید کا احترام نہیں کیا، لہٰذا ان کے ساتھ جنگ کرنا واجب ہے۔

اس نوجوان کی ماں اپنے بیٹے کے سوگ میں اس طرح شیون کرتی تھی:

''خداوندا! (میرا بیٹا مسلم) ان سے نہ ڈرا اور انھیں کتاب خدا کی طرف دعوت دی ان کی ماں (عائشہ) کھڑی دیکھ رہی تھی کہ کس طرح وہ سرکشی اور گمراہی میں ایک دوسرے کا ساتھ دے رہے ہیں اور وہ انھیں اس سے منع نہیں کرتی تھی جب کہ ان کی داڑھی خون سے خضاب ہو رہی تھی''

ابومخنف نے لکھا ہے:

اس نوجوان پر ماتم کرنے والی خاتون کا نام ام ذریح عبدیہ تھا۔

ابن اعثم لکھتا ہے:

وہ نوجوان خاندان مجاشع سے تھا اور جس نے اس کے ہاتھ تلوار سے کاٹے وہ عائشہ کے غلاموں میں سے ایک تھا۔

مسعودی نے لکھا ہے:

عمار یاسر دو فوجوں کے درمیان کھڑے ہو کر بولے: اے لوگو! تم نے اپنے پیغمبرؐ سے انصاف نہیں کیا ہے، کیوں کہ اپنی عورتوں کو اپنے گھروں میں رکھ کر ان کی زوجہ (عائشہ) کو میدان کارزار میں کھینچ لائے ہو اور انھیں جنگجوؤں کی تلواروں اور نیزوں کے درمیان لئے ہوئے ہو!!

مسعودی مزید روایت کرتا ہے:

عائشہ تختوں سے بنی ایک محمل میں بیٹھی تھیں۔ اس محمل کو ٹاٹ اور گائے کی کھال سے ڈھانپا گیا تھا اسے نمدہ کے فرش سے مضبوط کیا گیا تھا۔ جنگی ہتھیاروں اور تلواروں کی ضربوں سے محفوظ رکھنے کے لئے اس کے اوپر لوہے کی زرہ ڈالی گئی تھی۔ اس طرح یہ محمل ایک مضبوط آہنی قلعہ کے مانند اونٹ پر رکھی گئی تھی۔ عمار جب ان لوگوں سے خطاب کرنے کے لئے آگے بڑھے تو عائشہ کی محمل کے پاس جا کر ان سے یوں سوال کیا:

تم ہمیں کس چیز کی دعوت دیتی ہو اور ہم سے کیا چاہتی ہو؟

عائشہ نے جواب دیا: عثمان کے خون کا انتقام!

عمار نے کہا: خدا سرکش کو نابود کرے اور اسے بھی نابود کرے جو ناحق کسی چیز کا طالب ہو!

اس گفتگو کے بعد عمار نے پھر لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا: اے لوگو! تم بہتر جانتے ہو کہ ہم میں سے کن کے ہاتھ عثمان کے خون سے رنگین ہیں؟

یہاں پر جمل کے خیر خواہوں نے عمار پر تیروں کی بوچھار کردی اسی حالت میں عمار نے عائشہ سے مخاطب ہو کر فی البدیہہ یہ شعر پڑھے:

''فتنہ کی بنیاد تم نے ڈالی اور پہلی بار تم نے ہی عثمان پر شیون وزاری بھی کی لہٰذا طوفان

وہوا تم سے تھے اور بارش بھی تم ہی سے تھی۔تم نے ہی عثمان کو قتل کرنے کا حکم دیا ہم اسی کو عثمان کا قاتل جانتے ہیں جس نے اس کے قتل کا حکم جاری کیا ہے''

چوں کہ عمار کی طرف تیر برس رہے تھے۔وہ مجبور ہو کر اپنے گھوڑے کو موڑ کر امام کے لشکر کی طرف لوٹے اور حضرت علی علیہ السلام سے مخاطب ہو کر بولے: اے امیرالمومنین! آپ کو کس چیز کا انتظار ہے؟ ان لوگوں کے دماغ میں جنگ وخوں ریزی کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں ہے۔

حضرت علیؑ کی طرف سے جوابی حملہ کا حکم

ابومخنف اور دوسروں نے لکھا ہے کہ:

جمل کے خیرخواہوں نے حضرت علی علیہ السلام کے لشکر پر شدید تیراندازی کی، اس حد تک کہ علیؑ کے سپاہی تنگ آ کر کہنے لگے، اے امیرالمومنینؑ! کوئی حکم دیجئے، دشمنوں کے تیر ہمیں نابود کر رہے ہیں۔

امامؑ ایک چھوٹے خیمہ میں تھے۔ایک لاش ان کے پاس لائی گئی اور کہا گیا: یہ فلاں ہے جسے قتل کیا گیا۔امام نے فرمایا: خداوندا! گواہ رہنا! اور فرمایا: صبر کا مظاہرہ کرو تا کہ ان کے لئے کوئی عذر و بہانہ باقی نہ رہے۔

اسی دوران عبداللہ بدیل اپنے بھائی عبدالرحمان بدیل ۔جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابیوں میں سے تھے اور جمل کے خیرخواہوں کے تیروں سے قتل ہوئے تھے ۔ کی لاش کو اپنے کندھے پر اٹھا کے لائے اور اس بے جان لاش کو علیؑ کے سامنے رکھ کر بولے: اے امیرالمومنینؑ! یہ میرا بھائی ہے، جو شہید ہوا۔

علی علیہ السلام نے کہا: ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' تب حکم دیا کہ ''ذات الفضول'' نامی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زرہ لائی جائے، اسے زیب تن کیا اور چونکہ وہ آپ کے شکم تک

لٹک رہی تھی لہٰذا اپنے اعزّہ میں سے ایک کو حکم دیا کہ اسے دستار کے ذریعہ درمیان سے باندھ دے۔ اس کے بعد ذوالفقار کو حمائل کیا اور ''عقاب'' نام کے پیغمبر اسلامؐ کے سیاہ پرچم کو اپنے بیٹے محمد حنفیہ کے ہاتھ میں دیا اور اپنے دو بیٹوں حسنؑ و حسینؑ سے مخاطب ہو کر فرمایا: میں نے پرچم کو اس لئے تمھارے بھائی کے ہاتھ میں دیا ہے اور تم دونوں کو اس سلسلے میں نظر انداز کیا ہے، کیوں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تمھاری قرابت کی وجہ سے تمھاری حیثیت قابل قدر و معزز ہے۔ (الف)

ابومخنف لکھتا ہے:

امیر المومنین علیہ السلام اس آیۂ شریفہ ''ام حسبتم ان تدخلوا الجنّة و لما یا تکم مثل الذین خلوا من قبلکم مستهم الباساء والضراء وزلزلوا.... '' (ب) کی تلاوت کرتے ہوئے اپنے سپاہیوں میں گھوم رہے تھے اور اس کے بعد فرمایا:

خدائے تعالیٰ ہمیں صبر و تحمل عطا فرمائے، ہمیں کامیابی عنایت کر کے سربلند فرمائے اور ہمارے ہر کام میں ہمارا یاور و مددگار رہو:

ہم نے امام کی سپاہ اور جمل کے خیر خواہوں کے درمیان جنگ چھڑنے کے اسباب سے متعلق عین مطالب کو بیان کرنے میں اسی مقدار پر اکتفا کی اور باقی مطالب، جیسے جنگ شروع ہونے

الف)۔ کیوں کہ جنگوں میں دشمن کی فوج کی پوری کوشش یہ ہوتی ہے کہ علمدار کو مغلوب کیا جائے، امامؑ چاہتے تھے کہ پیغمبرؐ کے نواسوں کو اس خطرہ سے دور رکھیں؛

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ جنگ کے بعد حضرتؑ نے محمد حنفیہ کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا: بیٹے تم میرے لئے دست و بازو کی حیثیت رکھتے ہو اور وہ دونوں میری آنکھیں ہیں انسان آنکھوں کا تحفظ کرتا ہے۔

ب)۔ کیا تمھارا خیال ہے کہ تم آسانی سے جنت میں داخل ہو جاؤ گے جب کہ ابھی تمھارے سامنے سابق امتوں کی مثال پیش نہیں آئی جنھیں جنگ و فقر و فاقہ اور پریشانیوں نے گھیر لیا اور جھٹکے دئے۔

سے پہلے حضرت علی علیہ السلام اور زبیر کا آمنا سامنا کہ جس کے سبب زبیر کا امامؑ سے دشمنی ترک کر کے میدان سے بھاگنا یا جنگ کے دوران مروان کے ہاتھوں طلحہ کا قتل ہونا وغیرہ سے صرف نظر کیا ہے اور اب صرف جنگ جمل کے خاتمے پر روشنی ڈالتے ہیں تا کہ جمل کے بارے میں سیف ابن عمر کی احادیث اور دوسرے راویوں کی روایتوں کے درمیان موازنہ کر کے حق وحقیقت کی جانچ کی جا سکے۔

جب اونٹ مارا گیا تب جنگ ختم ہوئی

ابومخنف لکھتا ہے:

''جب امامؑ نے دیکھا کہ عائشہ کے اونٹ کی لگام کے اطراف میں جمل کے خیر خواہوں پر موت کے بادل منڈلا رہے ہیں اور جوں ہی کوئی ہاتھ اونٹ کی لگام تھامتا ہے فوراً کٹ جاتا ہے اور اس کے اطراف میں بہت سی جانیں جا رہی ہیں تو فرمایا: اشتر اور عمار کو بلاؤ؛ جب یہ دونوں حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو امامؑ نے ان سے فرمایا: آگے بڑھ کر اس اونٹ کا کام تمام کرو جب تک یہ اونٹ زندہ ہے جنگ کی آگ نہیں بجھے گی، کیوں کہ جمل کے خیر خواہوں نے عائشہ کے اونٹ کو اپنا قبلہ بنا رکھا ہے۔

طبری لکھتا ہے:

علی علیہ السلام نے فریاد بلند کی! اونٹ کا کام تمام کرو کیوں کہ اگر اونٹ مارا جائے گا تو جنگ ختم ہو جائے گی اور جمل کے خیر خواہ منتشر ہو جائیں گے۔

ابومخنف کی ایک دوسری روایت میں آیا ہے:

''حضرت علی علیہ السلام نے جب عائشہ کے اونٹ کے اطراف میں جنگجوؤں کو موت کے گھاٹ اترتے ہوئے دیکھا تو سمجھ گئے کہ جب تک اونٹ زندہ ہے جنگ کے شعلے

نہیں بجھیں گے آپؑ اپنی ننگی تلوار کو اٹھا کے اونٹ کی طرف بڑھے اور حکم دیا کہ آپ کے حامی بھی ایسا ہی کریں اس طرح وہ جمل کے خیر خواہوں اور اونٹ کی لگام پکڑنے والوں کی طرف بڑھے۔

اس وقت عائشہ کے اونٹ کی لگام خاندان بنی ضبہ کے افراد کے ہاتھوں میں دست بدست منتقل ہو رہی تھی۔ جو بھی ان میں زمین پر گرتا تھا فوراً دوسرا آدمی اونٹ کی لگام کو پکڑ لیتا تھا یہاں تک کہ قتل ہو جاتا تھا۔ عائشہ کے اونٹ کے اطراف میں جنگ شدت اختیار کرتی جا رہی تھی اور اونٹ کی لگام پکڑنے والے خاندان بنی ضبہ کے افراد بڑی تیزی سے یکے بعد دیگرے خاک و خون میں غلطاں ہو رہے تھے اور ان کی ایک بڑی تعداد قتل ہو چکی تھی۔ حضرت علی علیہ السلام اور ان کے حامیوں نے ان کی دفاعی لائن (اونٹ کے محاصرہ) کو تہس نہس کر کے رکھ دیا اور ان کی جگہ پر خود عائشہ کے اونٹ کے قریب پہنچ گئے۔ اسی حالت میں امامؑ نے خاندان نخع کے بجیر نامی ایک شخص سے کہا: اے بجیر! اس اونٹ کا کام تمام کر دو! بجیر نے پوری طاقت سے اونٹ کے حلق پر تلوار ماری جس کے سبب اونٹ پہلو کے بل دھڑام سے گر گیا۔ اس کا سینہ زور سے زمین پر لگا اور اونٹ نے ایسی زوردار چیخ ماری کہ اس روز تک ایسی چیخ نہ سنی گئی تھی۔

جب عائشہ کا اونٹ گر کے مر گیا تو جمل کے خیر خواہ اس کے اطراف سے فرار کر گئے اور جنگ ختم ہو گئی۔ امامؑ نے پکار کر کہا: محمل کی رسیاں کاٹ دو! حضرت علیؑ کے حامیوں نے فوری طور پر اونٹ کی پیٹھ پر مضبوطی کے ساتھ باندھی ہوئی محمل کی رسیاں کاٹ دیں اور عائشہ کی محمل کو ہاتھوں پر اٹھا کر زمین پر رکھ دیا۔

امامؑ کی طرف سے عام معافی

جنگ ختم ہوئی تو حضرت علی علیہ السلام کے ترجمان نے امامؑ کے حکم سے حسب ذیل اعلان کیا:

''زخمیوں کو صدمہ نہ پہنچاؤ، فراریوں کا پیچھا نہ کرو اور انھیں زخمی نہ کرو دشمن کی فوج میں جو بھی ہتھیار زمین پر رکھ دے وہ امان میں ہے۔ جو اپنے گھر میں رہ کر گھر کا دروازہ بند کرلے وہ بھی امان میں ہے۔ اس کے بعد امامؑ نے سب کو امان دے دی۔

اس طرح عام معافی کا اعلان ہوگیا اور سبوں کو امامؑ کی حمایت نصیب ہوئی۔

حضرت علی علیہ السلام کے حکم سے، عائشہ کا بھائی محمد بن ابوبکر، عائشہ کو ان کے کجاوے کے ساتھ ایک طرف لے گیا اور وہاں پر ان کے لئے خصوصی خیمہ نصب کیا۔ اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام عائشہ کے خیمہ کے پیچھے آکے رُکے اور بہت سی باتوں کے ضمن میں عائشہ سے کہا: تم نے لوگوں کو میرے خلاف بغاوت پر اکسایا، انھیں ایک دوسرے کے خون کا پیاسا بنایا یہاں تک کہ انھوں نے ایک دوسرے کو خاک وخون میں غلطاں کیا۔

طبری نے امامؑ کی اس مفصل تقریر کو درج نہیں کیا ہے حتیٰ اتنا بھی نہیں لکھا ہے کہ اس میں کیا کیا باتیں بیان ہوئیں۔ (الف)

مسعودی اپنی کتاب مروج الذہب میں لکھتا ہے:

حضرت علی علیہ السلام نے عائشہ سے فرمایا: کیا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمھیں اسی چیز کا حکم دیا تھا؟ کیا انھوں نے تمھیں آرام سے اپنے گھر میں بیٹھنے اور گھر سے باہر قدم نہ رکھنے کو نہیں کہا تھا؟ خدا کی قسم جنھوں نے تمھیں میدان جنگ میں کھینچا اور اپنی عورتوں کو

الف)۔ جب کہ یہی طبری جھوٹے سیف کے عجیب وغریب افسانے درج کرتے وقت ان میں سے ایک حرف بھی کم نہیں کرتا۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ اس کا راز کیا ہے؟

پردے میں اپنے گھروں میں محفوظ رکھا، انھوں نے تم پر ظلم وستم کیا ہے!

طبری نے لکھا ہے کہ

عائشہ نے امام کے جواب میں کہا:

اے فرزند ابو طالب علیہ السلام! اب جب کہ جنگ کا خاتمہ آپ کے حق میں ہو گیا ہے اور آپ فتح پا چکے ہیں تو اب ماضی سے درگزر کریں۔ آج آپ نے اپنی قوم کے ساتھ کیا اچھا برتاؤ کیا!

طبری نے مزید روایت کی ہے:

جب جنگ ختم ہوئی تو عمار یاسر نے عائشہ سے مخاطب ہو کر کہا:

اے ام المومنین! تمھارا کردار تمھیں کی گئی وصیت سے کتنا فاصلہ رکھتا ہے؟

عائشہ نے عمار یاسر کی بات ان سنی کرتے ہوئے سوال کیا: کیا تم ابو الیقظان ہو؟

عمار نے جواب دیا جی ہاں،

عائشہ نے کہا: خدا کی قسم تم ہر وقت حق بات کہتے ہو۔

عمار نے جواب میں کہا: شکر ہو اس خدا کا جس نے تمھاری زبان پر میرے حق میں یہ بات جاری کی!

جنگ جمل کے بارے میں روایات سیف کی سند کی جانچ:

جہاں پر سیف ''فتنہ'' (الف) کی داستان کے بارے میں بات کرتا ہے وہاں اس کے راوی محمد اور مستنیر ہیں اور گزشتہ بحثوں میں معلوم ہو چکا ہے کہ یہ دونوں راوی سیف کے ذہن کی تخلیق اور جعلی ہیں اور ان کا حقیقت میں کوئی وجود نہیں ہے۔

مورخین نے عثمان کے قتل اور جنگ جمل کی داستان کو فتنہ کے نام سے یاد کیا ہے۔

اس کے دیگر راوی عبارت ہیں: قیس بن یزید نخعی، اس سے تین روایت، جریر بن اشرس، اس سے دو روایت، صعصعہ یا صعصعۂ مزنی اور مخلد بن کثیر، ان دونوں سے ایک ایک روایت تاریخ طبری میں درج ہیں۔ ہم نے ان چاروں راویوں کے نام سیف کی احادیث کے علاوہ کہیں نہیں پائے اس لئے وہ بھی سیف کے جعلی راوی محسوب ہوتے ہیں۔

اس کے علاوہ قبیلہ بنی ضبہ سے ''ایک بوڑھا'' کے نام سے ایک راوی اور بنی اسد سے ''ایک مرد'' نام سے ایک اور راوی کا ذکر کرتا ہے کہ ہمیں معلوم نہ ہوسکا کہ قبیلہ ضبہ اور بنی اسد کے ان دو افراد کا اس نے کیا نام تصور کیا ہے تا کہ ہم راویوں کی فہرست طبقات میں ان کو بھی ڈھونڈتے۔

سیف کی باتوں کا دوسروں سے موازنہ:

سیف بن عمر تمیمی کی روایتیں ۔ اپنے افسانوی سورما قعقاع بن عمرو تمیمی کے بارے میں اتنے معجزہ نما افسانے، کارنامے اور ماموریتیں ـــ عثمان کے زمانے کی بغاوتوں کے بعد تک مورخین کے اقوال کے خلاف ہیں۔

سیف کہتا ہے کہ کوفہ کے لوگوں کے حضرت علی علیہ السلام کی حمایت اور مدد کے لئے بصرہ کی طرف روانہ ہونے کا سبب قعقاع بنا جب کہ دوسرے مورخین معتقد ہیں کہ کوفی جنگجوؤں کی روانگی حسنؑ ابن علیؑ، عمار یاسر اور مالک اشتر کے ذریعہ انجام پائی ہے۔

سیف کہتا ہے کہ صلح وآشتی کے منصوبہ کے سلسلے میں امامؑ نے قعقاع کو اپنے ایلچی کے طور پر جمل کے خیر خواہوں کے پاس بھیجا جب کہ یہ ماموریت ابن عباس اور ابن صوحان نے انجام دی ہے

سیف کا دعویٰ ہے کہ جمل کے خیر خواہوں نے صلح وآشتی کی تجویز کو قبول کیا، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ جمل کے سرداروں اور خیر خواہوں نے امامؑ کے صلح کے پیغام اور نصیحتوں کو پوری طاقت کے ساتھ ٹھکرا دیا اور امامؑ سے جنگ کرنے پر مصر رہے اور انھیں جنگ کی دھمکی دیتے رہے۔

سیف تنہا راوی ہے جو یہ کہتا ہے کہ جنگ جمل کی شب عبداللہ ابن سبا کی صدارت میں

سبائیوں کے سرداروں کی ایک میٹنگ منعقد ہوئی اور ابن سبا نے ایک دور اندیش قائد کی حیثیت سے ضروری ہدایت حاضرین کو دیں اور یاد دہانی کرائی کہ ان کا شیطانی منصوبہ نقش بر آب ہو گیا ہے اور جو دو فوجین جنگ و پیکار کے لئے صف آرا ہو چکی تھیں، صبح ہوتے ہی ایک دوسرے سے صلح و آشتی کا ہاتھ ملانے والی ہیں۔ابن سبا اپنے جیسے شیطان صفت یمانی سرداروں سے اس کا کوئی حل تلاش کرنے کو کہتا ہے سرانجام اپنی شیطانی تجویز کو سامنے رکھتا ہے کہ سبائیوں کو چاہئے کہ اس سے قبل کہ دونوں فوجوں کے سردار آگاہ ہوں، دونوں سپاہوں کی صفوں میں نفوذ کر کے جنگ کے شعلے بھڑکا دیں۔جلسہ کے حاضرین اس نظریہ کو پسند کر کے اس کو عملی جامہ پہنانے کے لئے منتشر ہو جاتے ہیں۔

سیف نے اپنی چالاکی سے سبائیوں کے اس اجلاس کو اسی صورت میں منعقد کیا ہے جیسا کفار قریش نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کے سلسلے میں ''دارالندوہ'' میں اجلاس منعقد کیا تھا۔اس اجلاس میں بھی شیخ نجدی (جس کے روپ میں شیطان آیا تھا) ''دارالندوہ'' کے ہر ایک رکن کے نظریات سننے کے بعد انھیں مسترد کر کے حاضرین پر اپنا نظریہ مسلط کرتا ہے۔

مذکورہ دو اجلاس کے درمیان ــ جو دو مختلف زمانوں میں واقع ہوئے ــ جو فرق نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ شیخ نجدی کی قیادت میں ''دارالندوہ'' کا اجلاس ناکامی سے دوچار ہوتا ہے اور رسول خداؐ کی جان بچ جاتی ہے، جب کہ عبداللہ ابن سبا کی قیادت میں منعقد ہوئے اس جلسہ کے منصوبہ کو عملی جامہ پہنایا جاتا ہے اور دو مضری سپاہ کے قائدین جیسے، امیر المومنین علیہ السلام، عائشہ، طلحہ و زبیر کی بے خبری اور ان کی مرضی کے خلاف رات کی تاریکی میں دو لشکروں کو آپس میں ٹکرا کر اسلامی معاشرے میں برادرکشی اور اختلاف و افتراق پیدا کرنے والی جنگ کے شعلے بھڑکا دئے جاتے ہیں!

اس داستان کو بڑی مہارت سے زمان و مکان کے اقتضا کے مطابق مرتب کئے جانے کے اس منصوبہ کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس تباہ کن اور رونگٹے کھڑے کر دینے والی جنگ کے تمام گناہ اور ذمہ داریاں یمانی سبائیوں کے قائد عبداللہ ابن سبا کی گردن پر ڈال دی جاتی ہیں اور حقیقت میں اس جنگ

کے تباہ کن شعلے بھڑکانے والے اصلی مجرم'' مضری سردار عائشہ طلحہ وزبیر کے دامن کو اس الزام سے پاک کردیا جاتا ہے تاکہ قحطانی یمانی قبائل کے چہروں پر تباہی مچانے والی اس بدترین رسوائی کا داغ رہتی دنیا تک باقی رہے۔ یہ سب سے پہلا اور واضح ترین نتیجہ ہے جو سیف کو اس قسم کا افسانہ گڑھنے سے حاصل ہوتا ہے اوراس طرح وہ خاندانی تعصّبات کی پیاس کو اپنی مرضی کے مطابق بجھاتا ہے۔

دوسری جانب ایسے افسانوں کی اس زمانے میں مکمل حمایت اور تائید کے نتیجہ میں سیف حقائق میں تحریف کرکے تاریخ اسلام کو اپنے ہم عقیدہ مانویوں کے ذوق کے مطابق بدل دیتا ہے اور اسلامی معاشرہ میں نظریات اور عقاید کے اختلافات ایجاد کرکے مسلمانوں کو ایک دوسرے کے خون کے پیاسا بنادیتا ہے اور زندیقیوں کی آرزو کے مطابق اسلام کی بنیاد پر کاری ضرب لگا کر اس کو کمزور کرنے کے مواقع فراہم کرتا ہے۔

جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ سیف کے بیان کے مطابق جمل کے خیرخواہوں کی صلح وآشتی کے لئے موافقت کے برعکس امامؑ مسلم مجاشعی نام کے ایک نوجوان کے ہاتھ میں قرآن مجید دے کر جمل کے خیرخواہوں کی طرف بھیجتے ہیں تاکہ انھیں قرآن اور اس کے احکام پر عمل کرنے کی دعوت دے لیکن جمل کے خیرخواہ جواب میں اس نوجوان کے دونوں ہاتھ کاٹ کر اسے قتل کرڈالتے ہیں۔

اور جو کچھ سیف نے مالک اشترنخعی یمانی کے جنگ سے دوری اختیار کرنے کے بارے میں لکھا ہے تو مالک اشتر کی شہرۂ آفاق شجاعت ودلاوری کے پیش نظر اس کا جواب دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

سیف نے لکھا ہے کہ حقیقت میں قعقاع بن عمرو نے عائشہ کے اونٹ کو مار ڈالنے کا حکم جاری کرکے جنگ کا خاتمہ کیا جب کہ یہ حکم امامؑ کی طرف سے جاری ہوا ہے اور اس سلسلے میں انھوں نے اپنے حامیوں کے ہمراہ خود اقدام کیا ہے۔

سیف لکھتا ہے کہ جنگ ختم ہونے سے پہلے قعقاع بن عمرو نے عام معافی کا اعلان کیا اور کہا

''تم سب امان میں ہو'' جب کہ دیکھتے ہیں کہ یہ اعلان امامؑ کے ترجمان کے ذریعہ امامؑ کے حکم سے انجام پایا ہے۔فرض کریں اگر قعقاع نام کا کوئی آدمی موجود بھی ہوتا تو امامؑ کے مقابلے میں اس کی کیا حیثیت ومجال تھی کہ خود ایسا حکم جاری کرتا؟!

اس کے علاوہ سیف مدعی ہے کہ جنگ کے خاتمے پر قعقاع اور چند دیگر افراد نے عائشہ کے کجاوے کو اونٹ کی پیٹھ سے جدا کر کے ایک گوشے میں رکھا، جب کہ امامؑ کے حکم سے عائشہ کے بھائی محمد ابن ابوبکر نے یہ کام انجام دیا ہے۔

آخر میں سیف نے امامؑ اور اسی طرح عائشہ سے منسوب کچھ بیانات ذکر کئے ہیں کہ یہ سب باتیں ان حقائق ومطالب کے برعکس ہیں جنھیں تمام مورخین نے مختلف طریقوں سے درج کیا ہے۔

داستان جمل کے نتائج

سیف کی روایات میں،عثمان کے زمانے کے بعد رونما ہوئی بغاوتوں اور شورشوں کے شعلے بجھانے میں نمایاں اور قابل تحسین کام انجام دینے کا سہرا افسانوی سورما قعقاع بن عمرو تمیمی کے سر ہی باندھا گیا ہے اور کسی کو اس میں شریک نہیں کیا گیا ہے۔

کیوں کہ سیف کی روایتوں کے مطابق:

یہ قعقاع ہے جو سبائی شورشیوں کو مسجد کوفہ میں جمع ہونے سے منع کرتا ہے اور اس روز ان کے اور کوفہ کے گورنر کے درمیان بھڑکنے والے فتنہ کے شعلوں کو بجھاتا ہے۔

یہ وہی شخص ہے جو ایک فوج کو اپنی قیادت میں لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوتا ہے تاکہ محاصرہ میں پھنسے خلیفہ عثمان بن عفان کو باغیوں اور تخریب کاروں سے نجات دلائے ،لیکن جب راستے میں عثمان کے قتل ہونے کی خبر سنتا ہے تو کوفہ واپس لوٹنے پر مجبور ہوتا ہے۔

یہ قعقاع ہی تھا جو لوگوں اور کوفہ کے گورنر کے درمیان حکمیت کا رول ادا کرتا ہے اور حکمیت

میں اس کی بات مؤثر ثابت ہوتی ہے، وہ حکم دیتا ہے کہ امامؑ کی مدد کے لئے لوگ ان کے فوجی کیمپ کی طرف روانہ ہو جائیں اور لوگ بھی اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔

اور یہی قعقاع ہے کہ امامؑ اس پر اعتماد کرتے ہوئے اسے حکم دیتے ہیں کہ امامؑ کے ایلچی کی حیثیت سے جمل کے خیر خواہوں اور امام کے درمیان صلح و آشتی کی کوشش کرے اور اس کی سرگرمیاں مطلوبہ نتیجہ تک پہنچتی ہیں اور دونوں گروہوں کے درمیان صلح کے مقدمات طے پاتے ہیں کہ اچانک عبد اللہ ابن سبا یمانی کی شیطنتوں اور دخل اندازی سے تمام کوششیں نقش بر آب ہو جاتی ہیں اور قعقاع کی فہم و فراست سے خاموش ہونے والی جنگ کی آگ سبائیوں کی شازشوں کے نتیجہ میں انتہائی تباہ کن صورت میں بھڑک اٹھتی ہے اور انسانوں کی ایک بڑی تعداد لقمۂ اجل بنا دیتی ہے۔

یہ وہی قعقاع تھا جس نے اونٹ کو مار ڈالنے کا حکم جاری کر کے جنگ کو خاتمہ بخشا۔

یہ وہی قعقاع تھا جس نے جنگ کے آخر میں ''تم سب امان میں ہو'' کا حکم جاری کر کے جمل کے سپاہیوں کے لئے عام معافی کا اعلان کیا اور جمل کے پریشان حال جنگجوؤں کو بدترین حالات و نتائج سے نجات دلائی۔

آخر میں یہ قعقاع ہی ہے جو عائشہ کی محمل کو اٹھا کر اسے زمین پر رکھتا ہے۔

جی ہاں! ان سب افتخارات اور سر بلندیوں کا مالک وہی ہے، یعنی قعقاع بن عمرو، نا قابل شکست پہلوان، امت کا محبّ، مسلمانوں کا ہمدرد، ایک قابل اطاعت سپہ سالار اور خاندان تمیم کا با اثر قائد جو خاندان تمیم اور مضر کے تاج میں ستارے کی طرح چمکتا ہے اور ان تمام فخر و مباہات کا مالک ہے۔

اس کے مقابلے میں جو تمام برائیاں، شورشیں، فتنے، تخریب کاریاں، مصیبت و بلائیں اور بدبختیاں اسلامی معاشرے کو درپیش آئی ہیں وہ سب کی سب عبد اللہ ابن سبا یہودی یمانی کے پیرو سبائیوں کی وجہ سے تھیں۔ اس لئے تمام نفرین و ملامت کے مستحق سبائی اور یمانی ہیں۔

سیف ابن عمر تمیمی نے اس تمہید سازی، عجیب و غریب افسانے گڑھ کر، تاریخ کے سنوں

میں تبدیلی کر کے، حکام کے خطوط میں تغیر دے کر، جنگیں اور میدان جنگ جعل کر کے اور خاص کر سبائیوں اور ابن سبا کے افسانے کے منصوبے کے ذریعہ اپنا شیطانی مقصد حاصل کرنا چاہا ہے اور سیف کی خوش قسمتی سے امام المورخین ابوجعفر جریر طبری کی مہربانی اور خصوصی توجہ سے جو اہمیت سیف کے افسانوں کو ملی ہے اس سے سیف اپنے ناپاک عزائم میں اچھی طرح کامیاب ہوا ہے، کیونکہ بارہ صدیوں سے تاریخ اسلام کے حقائق سیف کے ان تخیلاتی افسانوں کے بادلوں کے پیچھے کھو گئے ہیں۔

آخر میں کیا یہ کہنا بہتر نہیں کہ سیف خاندانی تعصب کا بہانہ بنا کر اس کی آڑ میں خود اپنے دینی اعتقادات کے تحت اسلام کو کمزور کر کے اسے نابود کرنے کے درپے تھا۔ کیا سیف کو زندیق اور مانوی مذہب کا پیرو ذکر نہیں کیا گیا ہے؟

قعقاع کے کام کا خاتمہ

یہاں تک، سیف بن عمر کی طرف سے اس کے ناقابل شکست افسانوی سورما قعقاع بن عمرو کے سلسلے میں اس کی شجاعتوں، رجز خوانیوں، رزمیہ اشعار اور تعجب خیز کارناموں کے بارے میں ہمیں جو کچھ ملا ہے، وہ اختتام کو پہنچتا ہے۔

جنگ جمل کے بعد سے اس وقت تک قعقاع کا کہیں نام نہیں لیا جاتا ہے، یہاں تک کہ طبری دوبارہ سیف سے نقل کرتے ہوئے جنگ صفین کی جنگ جمل سے شباہت کے بارے میں قعقاع ابن عمرو سے یوں روایت کرتا ہے:

> میں نے دنیا میں کسی چیز کو صفین اور جمل کی دو جنگوں جیسا شبیہ نہیں دیکھا۔ کیونکہ اس جنگ میں دو فوجیں اس قدر ایک دوسرے کی نزدیک آچکی تھیں کہ ہم نے مجبور ہو کر اپنے نیزوں کے ساتھ ٹیک لگائی اور اپنے دانتوں سے ایک دوسرے سے جنگ کی

اس طرح روبرو ہونا اور نیزوں کا زمین میں نصب ہونا اس قدر گنجان اور نزدیک تھا کہ اگر لوگ نیزوں پر قدم رکھ کر چلنا چاہتے تو یہ ممکن تھا!!

سیف نے صفین کے بارے میں یہ عجیب وغریب توصیف کر کے اپنے افسانوی سورما قعقاع کو اس میں شریک قرار دیا ہے کیونکہ یہ قعقاع ہے جس نے جنگ کو نزدیک سے دیکھا ہے اور اس میں شرکت کی ہے۔

اس روایت کے علاوہ کوئی اور روایت سیف سے نقل نہیں ہوئی ہے جو اس بات کی دلیل ہو کہ قعقاع نے صفین یا صفین کے بعد کسی جنگ میں شرکت کی ہو۔

قعقاع کے بارے میں سیف کے ذریعہ جو آخری روایت ہم تک پہنچی ہے وہ ایک ایسی روایت ہے جسے طبری نے ۴۱ھ کے حوادث کے ضمن میں بیان کیا ہے اور وہ حسب ذیل ہے:

معاویہ نے (**عام الجماعة**) سال "اتحاد و یکجہتی" ـــ جس سال امام حسن علیہ السلام اور معاویہ نے صلح کی ـــ کے بعد علیؑ کے دوستوں اور طرفداروں کو ایک ایک کر کے کوفہ سے جلاوطن کیا اور ان کی جگہوں پر اپنے دوستوں اور طرفداروں کو آباد کیا۔ انھیں مختلف شہروں میں "جلاوطن" ہونے والوں کے نام سے یاد کیا جاتا ہے. کوفہ سے جلاوطن ہونے والوں میں سے ایک قعقاع بن عمرو بھی تھا کہ اسے فلسطین کے شہر ایلیا جلاوطن کیا گیا اور اس کی جگہ پر خاندان تغلب کے افراد من جملہ سجاح نامی ایک شخص کو لا کر قعقاع اور بنی عقفان سے مربوط اس کے دیگر رشتہ داروں کے محلے میں آباد کیا گیا۔

اسلامی اسناد میں قعقاع کا نام

جو کچھ ہم نے یہاں تک قعقاع بن عمرو کے بارے میں بیان کیا، ان سب نے مل جل کر

نوبت یہاں تک پہنچائی ہے کہ ابوجعفر محمد بن حسن ملقب بہ شیخ طوسی (وفات ۴۶۰ھ) بھی علم رجال کی اپنی کتاب میں دو جگہوں پر قعقاع کو امیر المؤمنینؑ کے صحابی کے طور پر درج کرنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ایک جگہ وہ لکھتے ہیں:''اس کا نام قعقاع تھا''۔اور دوسری جگہ پر لکھتے ہیں:''قعقاع بن عمیر تیمی''۔ان دو جملوں کے علاوہ اس سلسلے میں کسی قسم کی تشریح وتفسیر نہیں لکھی ہے۔

شیخ طوسی کے بعد جن علماء نے ان سے اس بات کو نقل کر کے اپنی کتابوں م میں درج کیا ہے،حسب ذیل ہیں:

اردبیلی (وفات ۱۱۰۱ھ) نے کتاب ''جامع الرواۃ'' میں،قہپائی نے ''مجمع الرجال'' میں جس کی تألیف ۱۰۱۶ھ میں مکمل ہوئی ہے اور مامقانی نے کتاب ''تنقیح المقال'' میں شیخ طوسی کی کتاب رجال کا حوالہ دیکر قعقاع کا نام لیا ہے۔

مامقانی لکھتے ہیں:

> قعقاع ...شیخ (رض) نے اپنی رجال کی کتاب میں ''اصحاب علیؑ'' کے باب میں دو جگہوں پر اس کا نام لیا ہے۔ایک جگہ پر صرف اس کا نام لیا ہے اور دوسری جگہ پر اس کے باپ اور خاندان کا نام بھی ذکر کیا ہے۔لیکن اس کے حالات کے بارے میں کوئی اشارہ نہیں کیا ہے۔شیخ نے قعقاع کے باپ کا نام عمیر لکھا ہے جبکہ عبدالبر اور ابن اثیر نے اس کا نام عمر لکھا ہے۔بعید نہیں ہے کہ یہ پیغام صحیح تر ہو۔اسی طرح ''اسد الغابہ'' میں جنگِ قادسیہ میں ایرانیوں کے خلاف پیکار کے دوران قعقاع کی شجاعتوں اور نمایاں کارناموں کے پیش نظر اسے روئے زمین کا شجاع ترین اور بے مثال پہلوان بتایا گیا ہے۔اس کے علاوہ اس میں آیا ہے کہ قعقاع نے جنگ جمل اور دیگر جنگوں میں علیؑ کے ہمراہ شرکت کی۔طلحہ وزبیر کے ساتھ اس نے اتنی بہتر گفتگو کی کہ اس کے سبب لوگ آپس میں صلح وآشتی کرنے پر آمادہ ہو گئے۔اور یہ وہی شخص ہے جس کے

بارے میں ابوبکر نے کہا ہے: ''لشکر میں قعقاع کی آواز ایک ہزار مردوں کی آواز سے بڑھکر ہے۔''!

لفظ''قعقاع'' کی تشریح میں صاحب''قاموس الرجال'' نے مامقانی کی اس سلسلے میں درج کی گئی تمام باتوں کوذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

ظاہراً شیخ طوسی کا اپنی کتاب رجال میں مقصود پہلا قعقاع، یعنی قعقاع بن ثور ہے کہ ابن ابی الحدید نے اس کے بارے میں کہا ہے: علی علیہ السلام نے اسے ''لشکر'' کی سرداری تفویض کی .اس نے ایک عورت کو ایک لاکھ درہم مہر دیدی اور علیؑ کی بازپرسی کے ڈر سے معاویہ سے جاملا۔

تاریخ میں خاندان توحید

قرآن کریم میں ایک ہی خاندان توحید کا تذکرہ ہوا ہے

اس خاندان کے رائد (چلانے والے) اور پدر ابراہیم خلیل الرحمن علیہ السلام تھے خدا فرماتا ہے:

﴿هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْداً عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ﴾(۱)

''... اس نے تم کو منتخب کیا ہے اور دین میں کوئی زحمت نہیں قرار دی ہے۔ یہی تمہارے بابا ابراہیم کا دین ہے اس نے تمہارا نام پہلے بھی اور اس قرآن میں بھی مسلم اور اطاعت گذار رکھا ہے تاکہ رسول تمہارے اوپر گواہ رہے اور تم لوگوں کے اعمال کے گواہ رہو...''

اس خاندان کی آخری کڑی حضرت رسول اللہ خاتم الانبیاء تھے، آپ ہی پر رسالت کا خاتمہ ہوا، یہی خاندان شجرہ طیبہ ہے، اسکی شاخیں پھیلی ہوئی ہیں۔ اسکی شاخیں مبارک، پھل پاک و پاکیزہ ہیں تاریخ میں مستمر ہیں اور قرآن کریم کے بیان کے مطابق ایک ہیں:

---

(۱) سورۂ حج آیت/۷۸۔

گزشتہ فصلوں کا خلاصہ

تخیل سیف القعقاع بن عمرو تمیماً

سیف نے اپنے خیالی سورما قعقاع کو عمرو کا بیٹا اور اپنے خاندان تمیم سے قرار دیا ہے۔

(مولف)

قعقاع کا شجرۂ نسب اور منصب

سیف نے اپنے خیال میں قعقاع کو عمرو کا بیٹا، مالک تصویر کا نواسہ اور اپنے قبیلہ تمیم سے تعلق رکھنے والا بتایا ہے اور کہتا ہے کہ اس کی ماں حنظلیہ تھی، اس کے ماموں خاندان بارق سے تھے۔ اس کی بیوی ہنیدہ خاندان ہلال نخع سے تھی۔

سیف کہتا ہے کہ قعقاع رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے تھا اور اس نے آنحضرتؐ سے احادیث روایت کی ہیں۔ وہ سقیفہ بنی ساعدہ میں موجود تھا اور اس نے وہاں پر گزرے حالات کی اطلاع دی ہے۔

ملاحظہ ہو اس کی جنگی سرگرمیاں:

ابوبکرؓ کے زمانے میں قعقاع کی شجاعتیں

قعقاع، قبیلہ ہوران کے خلاف حملہ میں ابوبکرؓ کے حکم سے منظم کئے گئے ایک لشکر میں شرکت کرتا ہے کہ قبیلہ کا سردار علقمہ اس کے چنگل سے فرار ہونے میں کامیاب ہوتا ہے اور قعقاع علقمہ کے اہل خانہ کو اسیر بنالیتا ہے۔

فتوح کی جنگوں میں ابوبکرؓ، قعقاع کو سپہ سالار اعظم خالد بن ولید کی مدد طلب کرنے پر عراق کے علاقوں میں جنگ میں شرکت کرنے کے لئے مامور کرتے ہیں، جب ابوبکرؓ پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ خالد نے آپ سے ایک لشکر کی مدد چاہی تھی اور آپ صرف ایک آدمی کو اس کی مدد کے لئے بھیج رہے ہیں؟! تو ابوبکرؓ جواب میں کہتے ہیں: جس سپاہ میں اس جیسا پہلوان موجود ہو وہ ہرگز شکست سے دوچار نہیں ہوگی!۔

قعقاع جنگ ابلہ میں شرکت کرتا ہے۔ جب اسے معلوم ہوتا ہے کہ دشمن کی سپاہ کا کمانڈر، خالد سے مقابلہ کرنے کے لئے میدان میں آیا ہے اور خالد کو فریب دینے کا نقشہ کھینچ رہا ہے تو قعقاع تن تنہا دشمن کی فوج پر حملہ کرکے دشمن کی ریشہ دوانیوں کو نقش برآب کر کے رکھ دیتا ہے۔

اس کے بعد قعقاع خالد بن ولید کے ساتھ المذار، الثنی، الولجہ اور الیس کی جنگوں میں شرکت کرتا ہے۔

جنگ الیس میں خالد بن ولید اپنی قسم پوری کرنے کے لئے تین دن رات جنگی اسیروں کے سرتن سے جدا کرتا ہے تا کہ ان کے خون سے ایک بہتا ہوا دریا وجود میں لائے! لیکن خون زمین پر جاری نہیں ہوتا تب قعقاع اور اس کے ہم خیال خالد کی مدد کرنے کے لئے آگے بڑھتے ہیں اور اسے مشورہ دیتے ہیں کہ خون پر پانی جاری کردے۔ اس طرح خالد کی قسم پوری ہوتی ہے اور تین دن رات تک خون کا دریا بہتا ہے جس کے نتیجہ میں اس دریا پر موجود پن چکیاں چلتی ہیں اور خالد کی فوج کے

لئے آٹا مہیا ہوتا ہے۔

حیرہ کے فتح کے بعد خالد بن ولید، قعقاع کو سرحدی علاقوں کی کمانڈ اور حکومت سونپتا ہے اور قعقاع، خالد کی طرف سے خراج ادا کرنے والوں کو دی جانے والی رسید پر دستخط کرتا ہے جب خالد عیاض کی مدد کے لئے حیرہ سے باہر جاتا ہے تو قعقاع کو اپنی جگہ پر جانشین مقرر کر کے حیرہ کی حکومت اسے سونپتا ہے۔

قعقاع حصید کی جنگ میں سپہ سالار کی حیثیت سے عہدہ سنبھالتا ہے اور ایرانی فوج کے سپہ سالار روز مہر کو موت کے گھاٹ اتارتا ہے اور فوج کے دوسرے سرداروں کے ہمراہ مصیخ بنی البرشاء اور فراض کی جنگوں میں شرکت کرتا ہے۔اسی آخری جنگ کے خاتمہ پر خالد بن ولید حکم دیتا ہے کہ فراری دشمنوں کو تہہ تیغ کیا جائے۔اس طرح میدان جنگ میں قتل کئے گئے اور فراری مقتولین کی کل تعداد ایک لاکھ تک پہنچ جاتی ہے۔

اس کے بعد خلیفہ ابو بکرؓ خالد بن ولید کو حکم دیتا ہے کہ عراق کی جنگ کو نا تمام چھوڑ کر شام کی طرف روانہ ہو جائے۔خالد گمان کرتا ہے کہ عمرؓ نے اس کے ساتھ حسد کے پیش نظر ابو بکرؓ کو ایسا کرنے پر مجبور کیا ہوگا۔قعقاع فوراً خالد کو نصیحت کرتا ہے اور عمرؓ کے بارے میں اس کی بدظنی کو حسن ظن میں تبدیل کر دیتا ہے۔

قعقاع خالد کی سپاہ کے ساتھ عراق سے شام کی طرف روانہ ہوتا ہے اور اس کے ہمراہ مصیخ بہراء، مرج الصفر اور شام کے ابتدائی شہر قنات ۔ عراقی فوجیوں کے ہاتھوں فتح ہونے والا پہلا شہر۔ کی جنگوں میں شرکت کرتا ہے اور اس کے بعد واقوصہ کی جنگ میں شرکت کرتا ہے۔

قعقاع ان تمام جنگوں کی مناسبت سے شعر، رزم نامے اور رجز کے ذریعہ ادبیات عرب کے خزانوں کو پُر کرتا ہے۔

یرموک کی جنگ میں خالد اسے عراقی سپاہ کی کمانڈ سونپتا ہے اور اسے حملہ کرنے کا حکم دیتا ہے

قعقاع حکم کی تعمیل کرتا ہے اور چند اشعار بھی کہتا ہے۔ جنگ کے خاتمے پر جنگ واقوصہ میں رومیوں کے مقتولین کی تعداد ایک لاکھ تک پہنچتی ہے۔

دمشق کی جنگ میں قعقاع اور ایک دوسرا پہلوان قلعۂ دمشق کے برج پر کمندیں ڈال کر دیوار پر چڑھتے ہیں اور دوسروں کی کمندوں کو برج کے ساتھ مضبوطی سے باندھتے ہیں اور اس طرح قلعہ کی دیوار سے اوپر چڑھ کر قلعہ کے محافظوں سے نبرد آزما ہونے کے بعد قلعہ کا دروازہ اسلامی فوج کے لئے کھولنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور شہر پر قبضہ کر لیتے ہیں۔ قعقاع نے اس مناسبت سے بھی چند اشعار کہے ہیں۔

عمرؓ کے زمانے میں قعقاع کی شجاعتیں

اس کے بعد قعقاع جنگ فحل میں شرکت کرتا ہے، جس میں اسّی ہزار رومی مارے جاتے ہیں۔ وہ اس سلسلے میں دولا فانی رزم نامے کہتا ہے اس کے بعد ایک لشکر کی قیادت کرتے ہوئے شام سے عراق کی طرف روانہ ہوتا ہے تا کہ اسلامی فوج کے سپہ سالار سعد وقاص کی مدد کرے اور جنگ قادسیہ میں شرکت کرے۔

قعقاع ایک ہزار سپاہیوں کو اپنی کمانڈ میں لئے ہوئے بڑی تیزی کے ساتھ یکے بعد دیگرے منازل کو طے کرتے ہوئے اغواث کے دن اپنی وعدہ گاہ، یعنی قادسیہ کے میدان جنگ میں پہنچ جاتا ہے۔ وہ اپنے سپاہیوں کو دس دس افراد کی ٹولیوں میں تقسیم کرتا ہے اور انھیں حکم دیتا ہے کہ وہ ایک دوسرے سے ایک خاص فاصلہ کی رعایت کرتے ہوئے ایک عظیم طاقت کی صورت میں میدان جنگ میں داخل ہوں تا کہ فوجیوں کی ٹولیوں کی کثرت اسلامی فوج کی ہمت افزائی کا سبب بنیں اور خود پہلی ٹولی کے آگے آگے قدم بڑھاتا ہے اور اسلامی فوج کو امداد پہنچنے کی نوید دیکر حوصلہ افزائی کرتا ہے اوران سے کہتا ہے، جو کام میں کروں تم بھی اسی کو انجام دینا۔ اس کے بعد تن تنہا میدان جنگ میں جاتا

ہے اور اپنے ہم پلہ مد مقابل کا مطالبہ کرتا ہے اور ۔ مثنی کے قاتل ۔ دشمن کے سپہ سالار ذوالحاجب کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد دشمن کے ایک اور سردار اور پہلوان بیرزان پارسی کو قتل کر ڈالتا ہے۔ اس کی شجاعت کو دیکھ کر اسلامی فوج کے سپاہی ایک دوسرے کو اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: یہ وہی پہلوان ہے جس کے بارے میں ابوبکرؓ نے کہا ہے: ''جس سپاہ میں یہ پہلوان موجود ہو وہ سپاہ ہرگز شکست نہیں کھائے گی''۔ قعقاع کے سپاہی اس کے حکم کے مطابق اس دن شام ہونے تک وقفے وقفے سے ٹولیوں کی صورت میں آکر اسلامی فوج کے ساتھ ملحق ہوتے ہیں اور ہر ٹولی کے پہنچنے پر قعقاع نعرۂ تکبیر بلند کرتا ہے اور مسلمان بھی اس کے جواب میں نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہیں۔ اس طرح دوستوں کے دل قوی ہوتے ہیں اور دشمن متزلزل اور پریشان ہوجاتے ہیں۔

اسی فرضی اغواث کے دن سعد وقاص ان گھوڑوں میں سے ایک گھوڑا قعقاع کو انعام کے طور پر دیتا ہے، جو خلیفہ عمرؓ نے جنگ قادسیہ کے بہترین پہلوانوں کے لئے بھیجے تھے۔ قعقاع اس روز تین بہترین رزم نامے کہتا ہے۔

اسی جنگ میں قعقاع اپنے ماتحت افراد کو حکم دیتا ہے کہ وہ اپنے اونٹوں کو کپڑے سے اس طرح ڈھانپیں تا کہ وہ ہاتھی جیسے نظر آئیں پھر ان کو دس دس کی ٹولیوں میں ایرانی فوج کے گھوڑسواروں کی طرف روانہ کریں تا کہ وہ وحشت سے اپنے ہی لشکر کی صفوں کو چیرتے ہوئے بھگدڑ مچائیں، پھر خاندان تمیم کے چابک سوار بھی ان کی مدد کے لئے آگے بڑھیں۔

عماس کی شب کو قعقاع اپنے ماتحت افراد کو دوست و دشمنوں کی نظروں سے چھپاتے ہوئے اسی جگہ پر لے جاتا ہے جہاں پر اغواث کے دن انھیں جمع کر چکا تھا، اور حکم دیتا ہے کہ اس کے افراد اغواث کے دن کی طرح لیکن اس دفعہ سَو سَو افراد کی ٹولیوں میں میدان جنگ کی طرف بڑھیں اور جب سو افراد کی پہلی ٹولی نظروں سے اوجھل ہوجائے تو دوسری ٹولی آگے بڑھے اور اسی ترتیب سے دیگر ٹولیاں آگے بڑھیں۔ اس جنگی حکمت عملی کی وجہ سے مسلمان فوج کا حوصلہ اس روز بھی اغواث

کے دن کی طرح مددگار فوج کی آمد کی امید میں بلند ہو جاتا ہے۔

جب سعد وقاص مشاہدہ کرتا ہے کہ ایرانی فوج کا ہاتھی سوار دستہ اسلامی فوج کی صفوں کو تتر بتر کرتے ہوئے آگے بڑھ رہا ہے تو وہ قعقاع اور اس کے بھائی کو حکم دیتا ہے کہ ان کے راہنما اور آگے آگے چلنے والے سفید ہاتھی کا کام تمام کر دیں۔قعقاع اور اس کا بھائی سفید ہاتھی کی دونوں آنکھیں نکال کر اسے اندھا بنا دیتے ہیں اور قعقاع تلوار کے ایک وار سے اس کی سونڈ کو کاٹ کر جدا کر دیتا ہے اور بالآخر اسے مار ڈالنے کے بعد ایک لافانی رزم نامہ لکھتا ہے۔

جنگ ''لیلة الهریر''میں قعقاع میدان جنگ کی طرف دوڑنے میں دیگر لوگوں کے مقابلے میں پہل کرتا ہے اور ایک شعلہ بیان تقریر کر کے اپنے سپاہیوں کو دشمن سے لڑنے کے لئے جوش دلاتا ہے اور دوسرے پہلوانوں اور دلاوروں کی مدد سے دشمن کے سپہ سالار اعظم رستم کو موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے اور مشرکین کی فوج کو تہس نہس کر کے رکھ دیتا ہے۔اس طرح ایرانی فوج کے تیس سے زائد دستوں کے دلاوروں کے مقابلے میں اسی تعداد میں اسلامی فوج کے دلاور بھی مقابلے کے لئے آگے بڑھتے ہیں ان میں قعقاع اپنے ہم پلہ پہلوان قارن کو خاک وخون میں غلطاں کر دیتا ہے اور باقی ایرانی فوجی یا مارے جاتے ہیں یا فرار کر جاتے ہیں۔اور سعد وقاص حکم جاری کرتا ہے کہ فراریوں کا پیچھا کیا جائے آخر میں سعد وقاص قعقاع کے حق میں ایک قصیدہ بڑھ کر اس کی تمجید و تجلیل کرتا ہے۔

قادسیہ کی جنگ کی وجہ سے ایک ہزار سات سو قحطانی عورتیں اپنے شوہروں کے مارے جانے کی وجہ سے بیوہ ہو جاتی ہیں اور قبیلہ مضر کے مہاجرین سے شادیاں کرتی ہیں ان میں قعقاع کی بیوی کی بہن ہنیدہ بھی تھی وہ اپنی بہن کے ذریعہ اپنے لئے شوہر کے انتخاب کے سلسلے میں قعقاع کا نظریہ معلوم کرتی ہے اور قعقاع چند اشعار کے ذریعہ اس کی راہنمائی کرتا ہے اور فتح بہرسیر کے بارے میں شعر کہتا ہے۔

اسلامی فوج کے دریائے دجلہ کو عبور کرتے ہوئے غرقدہ نامی قبیلۂ بارق کا ایک شخص گھوڑے سے گر کر دریا میں ڈوب جاتا ہے، قعقاع اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے ساحل تک کھینچ لے آتا ہے اور اسے غرق ہونے سے بچالیتا ہے۔ غرقدہ ایک قوی پہلوان تھا۔ وہ قعقاع کی ستائش کرتے ہوئے کہتا ہے ''عورتیں تجھ جیسا فرزند ہرگز جنم نہیں دے سکتیں''

قعقاع کا فوجی دستہ ''اہوال'' کے نام سے مشہور تھا، پہلا فوجی دستہ تھا جس نے مدائن میں قدم رکھا۔

قعقاع ایرانی شکست خوردہ فراری سپاہیوں کا تعاقب کرتا ہے اور اس کی ایک فراری شخص کے ساتھ مڈبھیڑ ہوتی ہے، قعقاع اسے قتل کر ڈالتا ہے اور دو چوپایوں پر بار کئے ہوئے اس کے اثاثہ پر غنیمت کے طور پر قبضہ کر لیتا ہے۔ جب ان گٹھریوں کو کھول کے دیکھتا ہے تو ان میں ایران، روم، ترک اور عرب بادشاہوں کا فوجی ساز و سامان پاتا ہے۔ اسلامی فوج کا کمانڈر انچیف سعد وقاص قعقاع کے حاصل کئے ہوئے اس مال غنیمت میں سے روم کے بادشاہ ہرکلیوس کی تلوار اور بہرام کی زرہ قعقاع کو بخش دیتا ہے اور باقی مال خلیفہ عمرؓ کی خدمت میں مدینہ بھیج دیتا ہے۔

جلولا کی جنگ:

جلولاء کی جنگ میں خلیفہ، سعد وقاص کو حکم دیتا ہے کہ قعقاع کو ایک فوجی دستے کی کمانڈ دے کر فتح جلولاء کے لئے ہراول دستے کے طور پر ماموریت دے اور جلولاء کو فتح کرنے کے بعد شام تک پھیلے ہوئے ایران کے مغربی علاقوں کی حکومت اس کو سونپے۔ قعقاع جلولاء کی طرف روانہ ہوتا ہے اور پناہ گاہوں میں مورچہ بندی کئے ہوئے ایرانیوں کو اپنے محاصرہ میں لے لیتا ہے۔ لیکن ایرانی اپنی پناہ گاہ کے چاروں طرف لوہے کے تیز دھار والے ٹکڑے پھیلا کر اسلامی فوج کے لئے پناہ گاہ تک پہنچنے میں رکاوٹیں کھڑی کرتے ہیں اور صرف اپنے لئے رفت و آمد کا ایک خاص اور محفوظ راستہ بناتے ہیں اور ضرورت کے علاوہ پناہ گاہ سے باہر نہیں نکلتے یہ حالت اسّی روز تک جاری

رہتی ہے۔

قعقاع اس مدت میں ایک مناسب فرصت کی انتظار میں رہتا ہے اور اچانک حملہ کر کے رفت و آمد کے تنہا راستہ پر قبضہ جما لیتا ہے اور جنگی حکمت عملی سے مسلمان فوج کو حملہ کے لئے جوش دلاتا ہے اور یہی امر دشمن کو شکست دینے کا سبب بن جاتا ہے، اس معرکہ میں مشرکین کے ایک لاکھ فوجی کام آتے ہیں اور باقی فرار کرتے ہیں اور مسلمان، فراریوں کا خانقین تک پیچھا کرتے ہیں۔ فراریوں میں سے بعض مارے جاتے ہیں اور بعض اسیر کئے جاتے ہیں ایرانی فوج کا کمانڈر رمہران بھی مارا جاتا ہے۔

قعقاع اپنی پیش قدمی کو قصر شیریں تک جاری رکھتا ہے، حلوان کے سرحد بانوں کو قتل کرتا ہے فوجی کیمپ اور شہر پر قبضہ کر کے سعد وقاص کے واپس کوفہ پہنچنے تک وہیں پر پڑاؤ ڈالتا ہے۔ قعقاع نے جلولاء کے بارے میں بھی شعر کہے ہیں۔

شام سے ابوعبیدہ خلیفہ عمرؓ سے مدد طلب کرتا ہے خلیفہ سعد کو حکم دیتا ہے کہ قعقاع کو ایک سپاہ کی کمانڈ میں ابوعبیدہ کی مدد کے لئے شام روانہ کرے۔ قعقاع چار ہزار جنگجوؤں کو لے کر شام کی طرف روانہ ہوتا ہے جب مشرکین کو قعقاع اور اس کے سپاہیوں کے آنے کی خبر ملتی ہے تو ابوعبیدہ پر سے محاصرہ اٹھا لیتے ہیں منتشر ہو جاتے ہیں اور ابوعبیدہ، قعقاع کی مدد کے پہنچنے سے پہلے ہی حمص کو دوبارہ اپنے قبضے میں لے لیتا ہے۔ عمرؓ حکم دیتا ہے کہ قعقاع اور اس کے سپاہیوں کو بھی مال غنیمت کی تقسیم میں شریک قرار دیا جائے۔ قعقاع اس مناسبت سے بھی چند شعر کہتا ہے۔

نہاوند کی جنگ:

نہاوند میں ایرانی، قلعہ میں پناہ لیتے ہیں اور ضرورت کے علاوہ اس سے باہر نہیں نکلتے ہیں۔ قلعۂ نہاوند پر مسلمانوں کے محاصرہ کا کام طول پکڑتا ہے۔ آخر قعقاع ایک تدبیر سوچتا ہے اور جنگ

شروع کرتا ہے، اچانک حملہ کرتا ہے، جب مشرکین دفاع کرنے لگتے ہیں تو مسلمان پیچھے ہٹتے ہیں، ایرانی ان کا پیچھا کرتے ہیں اور مسلمان پیچھے ہٹتے جاتے ہیں، اس طرح دشمن کو قلعہ سے باہر کھینچ لاتے ہیں۔ وہ اس حد تک باہر آتے ہیں کہ قلعہ میں قلعہ کے محافظوں کے علاوہ کوئی باقی نہیں رہتا۔ اچانک مسلمان مڑ کر تلواروں سے ان پر وار کر دیتے ہیں اور ان کے کشتوں کے پشتے لگا دیتے ہیں، زمین ان کے خون سے بھر جاتی ہے اور ایسی پھسلنی بن جاتی ہے کہ سوار اور پیدل فوجی اس پر پھسل جاتے ہیں جب دن گزر کر رات پہنچ جاتی ہے تو ایرانی شکست کھا کر فرار کرنے لگتے ہیں۔ وہ راہ اور چاہ میں تمیز نہیں کر سکتے اور اپنی کھودی ہوئی خندق اور اس میں جلائی گئی آگ میں ایک ایک کر کے گرتے جاتے ہیں اور جل جاتے ہیں وہ اس آگ سے بھری خندق میں گرتے ہوئے فارسی زبان میں فریاد بلند کرتے ہیں ''وائے خرد'' آخر کار ایک لاکھ انسان اس آگ میں جل کر راکھ ہو جاتے ہیں یہ تعداد ان مقتولین کے علاوہ ہے جو اس جنگ کے میدان کارزار میں کام آئے تھے!

نہاوند کی جنگ میں ایرانی فوج کا سپہ سالار فیروزان بھاگنے میں کامیاب ہوتا ہے اور ہمدان کی طرف فرار کرتا ہے، قعقاع اس کا پیچھا کرتا ہے اور ہمدان کی گزرگاہ پر اس کے قریب پہنچتا ہے۔ لیکن گزرگاہ میں موجود شہد کا بار لے جانے والے مویشیوں کی کثرت کی وجہ سے فیروزان گزرگاہ کو عبور نہیں کر سکتا ہے۔ گھوڑے سے اتر کر پہاڑ کی طرف بھاگتا ہے اسی اثناء میں قعقاع پہنچ کر اسے وہیں پر قتل کر ڈالتا ہے۔ شہد کا بار لئے ہوئے مویشیوں کے سبب راستہ بند ہونے کے موضوع کی وجہ سے یہ جملہ عام ہو جاتا ہے کہ ''خدا کے پاس شہد کی ایک فوج بھی ہے''

فیروزان کے قتل ہونے کے بعد ہمدان اور ماہان کے باشندے قعقاع سے امان کی درخواست کرتے ہیں۔ امان نامہ لکھا جاتا ہے اور قعقاع اس کی تائید و گواہی میں اس پر دستخط کرتا ہے۔ وہ اس مناسبت سے بھی اشعار کہتا ہے۔

قعقاع، عثمانؓ کے زمانہ میں

خلیفہ عثمانؓ ۳۴ھ اور ۳۵ھ میں قعقاع کو کوفہ کے علاقوں کے سپہ سالار اعظم کی حیثیت سے مقرر کرتا ہے۔

کوفہ میں شورش وفتنہ برپا ہونے پر قعقاع دیکھتا ہے کہ سبائی مسجد کوفہ میں اجتماع کر کے خلیفہ عثمانؓ کی معزولی و برطرفی کا مطالبہ کرتے ہیں۔قعقاع انھیں دھمکاتا ہے، سبائی ڈر کے مارے اپنے مطالبات کو چھپاتے ہیں اور اظہار کرتے ہیں کہ وہ کوفہ کے گورنر کی برطرفی کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ قعقاع ان سے کہتا ہے: تمھارا مطالبہ پورا ہوگا! اس کے بعد انھیں حکم دیتا ہے کہ متفرق ہو جائیں اور اب مسجد میں اجتماع نہ کریں۔

جب مالک اشتر کوفہ کے گونر کو شہر میں داخل ہونے سے روکنے کے لئے شورشیوں اور باغیوں کو اکساتا ہے تو کوفہ کا ڈپٹی گورنر ان کو نصیحت کرتے ہوئے بغاوت کو روکتا ہے۔قعقاع ڈپٹی گورنر کو صبر کا مظاہرہ کرنے کا حکم دیتا ہے وہ بھی اس کی بات کو مانتے ہوئے اپنے گھر چلا جاتا ہے۔

جب سبائی دوبارہ مسجد کوفہ میں اجتماع کرتے ہیں اور عثمانؓ کے خلاف بدگوئی کرتے ہیں تو قعقاع سبائیوں کو نصیحت کر کے ٹھنڈا کرتا ہے اور وعدہ دیتا ہے کہ عثمانؓ کے مقرر کردہ تمام عہدہ داروں کو برطرف کر دے گا اور ان کے مطالبات قبول کئے جائیں گے۔

جب عثمان نے مختلف شہروں کے باشندوں سے مدد طلب کی کہ اسے محاصرہ سے نجات دلائیں تو قعقاع کوفہ سے اور دوسرے لوگ دیگر شہروں سے عثمانؓ کی مدد کے لئے مدینہ کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ جب عثمانؓ کو محاصرہ کرنے والے سبائی اس خبر سے مطلع ہوتے ہیں کہ عثمانؓ کے حامی ان کی مدد کے لئے مدینہ کی طرف آرہے ہیں تو فوراً عثمان کا کام تمام کر دیتے ہیں عثمانؓ کے قتل کی خبر سنتے ہی قعقاع راستے ہی سے کوفہ کی طرف واپس لوٹ جاتا ہے۔

قعقاع، حضرت علیؑ کے زمانہ میں

جب حضرت علی علیہ السلام نے بصرہ میں جنگ جمل کے لئے کوفیوں سے مدد طلب کی اور ابوموسیٰ اشعری نے اس امر میں امامؑ کی نافرمانی کی اور ان کے اور کوفہ کے باشندوں سے اختلافات پیدا ہوئے، تو قعقاع مصلح کی حیثیت سے آگے بڑھتا ہے اور لوگوں کو نصیحت کرتا ہے اور انھیں اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ معاشرے کی اصلاح کے لئے امامؑ کی دعوت قبول کریں۔ لوگ اس کی نصیحت قبول کر کے امامؑ کی فوج سے ملحق ہوتے ہیں اور خود قعقاع بھی پانچ ہزار سپاہیوں کے ہمراہ امامؑ کی خدمت میں پہنچ جاتا ہے۔ (الف)

امامؑ حکم دیتے ہیں کہ قعقاع ان کے ایلچی کی حیثیت سے صلح و آشتی برقرار کرنے کے لئے طلحہ، زبیر اور عائشہ کے پاس جائے۔ قعقاع کی سرگرمیوں اور حسن نیت کی وجہ سے اختلاف و تفرقہ ختم ہونے والا تھا لیکن سبائی اس صلح و آشتی کا شیرازہ بکھیر کے رکھ دیتے ہیں اور طرفین کی بے خبری میں رات کی تاریکی میں دونوں فوجوں کے درمیان جنگ کے شعلے بھڑکا دیتے ہیں۔

قعقاع امامؑ کے ہمراہ جنگ میں شرکت کرتے ہوئے خود کو عائشہ کے اونٹ کے نزدیک پہنچاتا ہے اس کے بعد حکم دیتا ہے کہ اونٹ کا کام تمام کر دو اور جنگ کے خاتمہ پر جمل کے خیر خواہوں کے لئے عام معافی کا اعلان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ: ''تم امان میں ہو''

ام المومنین عائشہ رونما ہوئے ان حالات پر پشیمان ہوتی ہیں، امامؑ بھی پشیمانی کا اظہار کرتے ہیں اور دونوں تمنا کرتے ہیں کہ کاش اس واقعہ سے بیس سال پہلے مر چکے ہوتے!

امامؑ قعقاع کو حکم دیتے ہیں کہ ام المومنین کی بے احترامی کرنے والے دو افراد کو سو سو کوڑے مارے۔

الف)۔ تاریخ طبری طبع یورپ ۲۱۶/۱/۱

آخر میں سیف نے ایک ایسی روایت بھی نقل کی ہے جو اس امر کی دلیل ہے کہ قعقاع نے صفین کی جنگ میں بھی شرکت کی ہے۔

آخر کار معاویہ ''عام الجماعۃ'' کے بعد حضرت علی علیہ السلام کے حامیوں اور طرفداروں کو جلاوطن کرتا ہے۔ اور قعقاع کو بھی اسی الزام میں فلسطین کے ایلیا نام کے علاقہ میں جلاوطن کرتا ہے اور ان کی جگہ پر اپنے حامیوں اور رشتہ داروں کو کوفہ میں آباد کرتا ہے، سیف نے ان جلاوطن ہونے والوں کے نام بھی رکھے اور انھیں ''منتقل ہونے والے'' کہا ہے۔

احادیث سیف کے راویوں کا سلسلہ

لم نجد لهم ذكرا في غير احاديث سیف ہم نے ان راویوں کے نام، سیف کی روایت کے علاوہ روایتوں کی کسی بھی کتاب میں نہیں پائے۔

(مولف)

ہم نے گزشتہ فصلوں میں قعقاع کے بارے میں سیف کی روایات پر بحث و تحقیق کی۔ اب ہم اس فصل میں پہلے ان راویوں کے بارے میں بحث کریں گے جن سے سیف نے روایات نقل کی ہیں اور اس کے بعد ان کتابوں کا جائزہ لیں گے جن میں سیف سے روایتیں نقل کی گئی ہیں۔

۱۔ وہ راوی جن سے سیف نے روایتیں نقل کی ہیں

قعقاع بن عمر تمیمی کا افسانہ سیف کی ۶۸ روایات میں ذکر ہوا ہے۔ امام المورخین طبری نے ان میں سے اکثر کو اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے۔ جب ہم ان روایات کی سند کی طرف رجوع کرتے ہیں

تو معلوم ہوتا ہے:

(۱) اس کی ۳۸ روایات میں محمد کا نام راوی کی حیثیت سے ذکر ہوا ہے۔ سیف اس محمد کو ابن عبد اللہ بن سواد بن نویرہ بتاتا ہے اور اختصار کے طور پر اسے محمد نویرہ یا محمد بن عبد اللہ اور اکثر صرف محمد کے نام سے ذکر کرتا ہے۔

(۲) اس کا ایک راوی مہلب بن عتبہ اسدی ہے جس سے اس نے اپنی پندرہ روایات نقل کی ہیں طبری اسے اختصار کے طور پر مہلب ذکر کرتا ہے۔

(۳) یزید بن اسید غسانی، اس کا ایک اور راوی ہے۔ اس کا نام اس نے اپنی دس روایات کی سند میں ذکر کیا ہے اور اس کی کنیت ابوعثمان بیان کی ہے۔

(۴) سیف کی آٹھ احادیث کا راوی زیاد بن سرجس احمری ہے۔ سیف اختصار کے طور پر اسے زیاد یا زیاد بن سرجس کے نام سے یاد کرتا ہے۔

(۵) الغصن بن قاسم کنانی ۔

(۶) عبداللہ بن سعید بن ثابت جذع، اختصار کے طور پر سیف اسے عبداللہ بن سعید یا عبداللہ کے نام سے ذکر کرتا ہے۔

(۷) ظفر بن دہی، یہ سیف کے ان اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے ہے جنھیں اس نے خود جعل کیا ہے اور اس کی احادیث کا راوی بھی ہے۔

(۸) قعقاع بن عمرو تمیمی، ظفر کے مانند یہ بھی اس کا ایک جعلی صحابی ہے اور اس کی احادیث کا راوی بھی ہے،

(۹) صعب بن عطیہ بن بلال یہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے، جب کہ باپ بیٹے دونوں ایک دوسرے سے روایت کرتے ہیں اور ایک ہی انداز کی روایت کرتے ہیں۔

(۱۰) نضر بن سری الضبی، بعض اوقات اس کا نام سیف کی احادیث میں اختصار کے طور پر نضر

ذکر ہوا ہے۔

(۱۱) ابن رفیل، اپنے باپ سے روایت کرتا ہے، رفیل کے باپ کو سیف بن عمر، رفیل بن میسور کے نام سے یاد کرتا ہے۔

(۱۲) عبدالرحمٰن بن سیاہ احمری، سیف اس کا نام لقب کے بغیر ذکر کرتا ہے۔

(۱۳) مستنیر بن یزید، اس نام سے سیف کا مقصود مستنیر بن یزید نخعی ہے۔

(۱۴) قیس، سیف اسے مستنیر کا بھائی بتاتا ہے۔

(۱۵) سہل، سیف نے اسے سہل بن یوسف سلمی خیال کیا ہے۔

(۱۶) بطان بشر

(۱۷) ابن ابومکنف

(۱۸) طلحہ بن عبدالرحمان، اس کی کنیت ابوسفیان بتائی ہے۔

(۱۹) حمید بن ابی شجار

(۲۰) المقطع بن هیثم بکائی

(۲۱) عبداللہ بن محفز بن ثعلبہ، وہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے، باپ بیٹے دونوں سیف کی صرف ایک حدیث کے راوی ہیں۔

(۲۲) حنظلۃ بن زیاد بن حنظلۃ تمیمی.

(۲۳) عروۃ بن ولید

(۲۴) ابومعبد عبسی

(۲۵) جریر بن اشرس

(۲۶) صعصعۃ المزنی

(۲۷) مخلد بن کثیر

(۲۸) عصمۃ الوائلی

(۲۹) عمرو بن ریان

۲۔ وہ علماء جنھوں نے سیف سے روایتیں نقل کی ہے

ا۔ تمام وہ افسانے جنھیں اب تک ہم نے قعقاع کے بارے میں ذکر کیا، انہیں پہلی بار سیف بن عمر تمیمی (وفات تقریباً ۱۷۰ ھ) نے ''فتوح'' اور ''جمل'' نامی اپنی دو کتابوں میں ثبت و ضبط کیا ہے۔

مندرجہ ذیل علماء نے ان کتابوں سے قعقاع کے بارے میں سیف کی روایتوں کو اپنی کتابوں میں درج کیا ہے:

۲۔ طبری (وفات ۳۱۰ھ) نے اپنی کتاب ''تاریخ کبیر'' میں۔

۳۔ الرّازی (وفات ۳۲۷ھ) نے کتاب ''جرح وتعدیل'' میں۔

۴۔ ابن السکن (وفات ۳۵۳ھ) نے کتاب ''حروف الصحابہ'' میں۔

۵۔ ابن عساکر (وفات ۵۷۱ھ) نے کتاب ''تاریخ مدینہ ودمشق'' میں۔

ان سے بھی درج ذیل مؤلفین نے اپنی ادبی کتابوں میں سیف کے مطالب کو نقل کیا ہے:

۶۔ الاصبھانی (وفات ۳۵۶ھ) نے کتاب ''اغانی'' میں، طبری سے نقل کیا ہے۔

۷۔ ابن بدرون (وفات ۵۶۰ھ) نے ابن عبدون کے قصیدہ کی شرح میں طبری سے نقل کیا ہے۔

۸۔ ابن عبد البر (وفات ۴۶۳ھ) نے کتاب ''الاستیعاب'' میں، سیف کے مطالب کو رازی سے نقل کیا ہے۔

۹۔ ابن اثیر (وفات ۶۳۰ھ) نے کتاب ''اسد الغابہ'' میں، سیف کے مطالب کو ابن

عبدالبر سے نقل کیا ہے۔

۱۰۔ذہبی (وفات ۷۴۸ھ) نے کتاب ''التجرید'' میں ابن اثیر سے نقل کیا ہے۔

۱۱۔ابن حجر (وفات ۸۵۲ھ) نے کتاب ''الاصابہ'' میں ان مطالب کو خود سیف بن عمر، طبری، رازی، ابن سکن اور ابن عساکر سے نقل کیا ہے۔

سیف کے افسانے تاریخ کی مندرجہ ذیل عمومی کتابوں میں بھی نقل ہوئے ہیں:

۱۲۔ابن اثیر (وفات ۶۳۰ھ) نے کتاب ''تاریخ کامل'' میں طبری سے نقل کیا ہے۔

۱۳۔ابن کثیر (وفات ۷۷۰ھ) نے کتاب ''تاریخ البدایہ'' میں طبری سے نقل کیا ہے۔

جغرافیہ کی کتابوں میں بھی سیف کے افسانے درج کئے گئے ہیں:

۱۵۔الحموی (وفات ۶۲۶ھ) نے کتاب ''معجم البلدان'' میں براہ راست سیف بن عمر سے نقل کیا ہے۔

۱۶۔عبدالمؤمن (وفات ۷۳۰ھ) نے کتاب ''مراصدالاطلاع'' میں حموی سے نقل کیا ہے۔

۱۷۔الحمیری (وفات ۹۰۰ھ) نے کتاب ''روض المعطار'' میں براہ راست سیف سے نقل کیا ہے۔

قعقاع کے افسانوں کا ان کتابوں میں اشاعت پانا اس امر کا سبب بنا کہ قعقاع کا نام شیعوں کی رجال کی کتابوں میں بھی درج ہوجائے، جیسے:

۱۸۔شیخ طوسی (وفات ۴۶۰ھ) نے کتاب ''رجال'' میں۔

۱۹۔قہپائی (سال تألیف ۱۰۱۶ھ) نے کتاب ''مجمع الرجال'' میں شیخ کتاب ''رجال'' سے نقل کیا ہے۔

۲۰۔اردبیلی (وفات ۱۱۰۱ھ) نے کتاب ''جامع الرواۃ'' میں شیخ کی کتاب رجال سے

نقل کیا ہے۔

۲۱۔مامقانی (وفات ۱۳۵۰ھ) نے کتاب ''تنقیح المقال'' میں شیخ طوسی کی کتاب رجال سے نقل کیا ہے۔

۲۲۔شوشتری، معاصر نے مامقانی کی کتاب ''تنقیح المقال'' اور شیخ طوسی کی کتاب رجال سے نقل کیا ہے۔

قعقاع کے بارے میں سیف کی سڑسٹھ[٦٧] روایتوں کا خلاصہ

قعقاع کی خبر اور اس کے حیرت انگیز افسانوی شجاعتیں اور کارنامے، مذکورہ کتابوں کے علاوہ تاریخ اسلام کے دیگر معتبر مصادر و منابع میں وسیع پیمانے پر، شائع ہو چکے ہیں۔ اس سلسلے میں سبوں نے سیف بن عمر تمیمی سے روایت نقل کی ہے۔ کیونکہ سیف مدعی ہے اور وہی روایت کرتا ہے کہ بے مثال اور نا قابل شکست تمیمی پہلوان، قعقاع بن عمرو تمیمی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی رہ چکا ہے اور اس نے آنحضرتؐ سے روایتیں نقل کی ہیں، سقیفہ بنی ساعدہ کو دیکھا ہے اور اس کے بارے میں خبر بھی دی ہے، ارتداد اور فتوحات اسلامی کی اکتس جنگوں میں شرکت کی ہے۔ ان جنگوں میں سات لاکھ سے زائد انسان قتل عام ہوئے ہیں ان کے سرتن سے جدا کئے گئے ہیں یا جل کر راکھ ہوئے ہیں۔ قعقاع بن عمرو تمیمی ان جنگوں کا بے مثال پہلوان اور مرکزی کردار وشیر مرد تھا، اس نے ۳۱ رزم نامے لکھے ہیں۔

سیف نے ان تمام مطالب کو ٦٧، احادیث میں بیان کیا ہے اور ان میں سے ہر حدیث کو چند راویوں سے نقل کیا ہے کہ ان میں سے چالیس راوی صرف سیف کے ہاں پائے جاتے ہیں۔

اسی طرح سیف نے ایسی جنگوں کا نام لیا ہے جو ہرگز واقع نہیں ہوئی ہیں اور ایسی جگہوں کا نام لیا ہے جو بالکل وجود نہیں رکھتی تھیں اور وہ تنہا شخص ہے جس نے ایسی جنگوں اور جگہوں کا نام لے کر

ان کا تعارف کرایا ہے۔

سیف منفرد شخص ہے جو تاریخ اسلام کے چھبیس سال تک کے ایسے واقعات و حالات کی تشریح کرتا ہے جو ہرگز واقع نہیں ہوئے ہیں اور دیگر کسی بھی خبر بیان کرنے والے نے ایسی باتیں نہیں کہی ہیں، بلکہ سیف نے تن تنہا ان افسانوں کی ایجاد کر کے اپنے تصور میں تخلیق اور کتابوں میں ثبت کیا ہے۔

تحقیق کے منابع

ہم نے سیف کی احادیث کے راویوں کی تلاش کے سلسلے میں ان مختلف کتابوں کا مطالعہ کیا جن میں تاریخ و حدیث کے تمام راویوں کے حالات درج ہیں، مثال کے طور پر:

- ''علل و معرفة الرجال'' تالیف احمد بن حنبل (وفات ۲۴۱ھ)
- ''تاریخ بخاری'' تالیف بخاری (وفات ۲۵۶ھ)
- ''جرح و تعدیل'' تالیف رازی (وفات ۳۲۷)
- ''میزان الاعتدال''، ''والعبر'' اور'' تذکرۃ الحفاظ'' تألیف ذہبی (وفات ۷۴۸ھ)
- ''لسان المیزان'' ''تهذیب التهذیب'' ''تقریب التهیب' 'اور ''تبصیر المنتبه'' تالیف ابن حجر (وفات ۸۵۲ھ)
- ''خلاصة التهذیب'' تالیف صفی الدین، کتاب کی تالیف کی تاریخ ۹۲۳ھ ہے۔

اس کے علاوہ طبقات کی کتابوں میں، مثال کے طور پر:

- طبقات ابن سعد (وفات ۲۳۰ھ)
- طبقات حنیفۃ بن خیاط (وفات ۲۴۰ھ)

اسی طرح کتب انساب میں، جیسے:

- ''جمهرة انساب العرب'' تالیف ابن حزم (وفات ۴۵۴ھ)
- ''انساب'' سمعانی (وفات ۵۶۲ھ)
- ''اللباب'' ابن اثیر (وفات ۶۳۰)

تحقیق کا نتیجہ

ہم نے مذکورہ تمام کتابوں میں انتہائی تلاش وجستجو کی، صرف انہی کتابوں پر اکتفا نہیں کی بلکہ اپنے موضوع سے مربوط مزید دسیوں منابع ومصادر کا بھی مطالعہ کیا، حدیث کی کتابیں جیسے مسند احمد کا مکمل دورہ اور صحاح ستہ کی تمام جلدیں، ادبی کتابیں جیسے: ''عقد الفرید'' تالیف عبدالبر (وفات ۳۲۸ھ) اور ''اغانی'' تالیف اصفہانی (وفات ۳۵۶ھ) اور ان کے علاوہ بھی دسیوں کتابوں کی ورق گردانی کی تاکہ سیف ابن عمر کے ان راویوں میں سے کسی ایک کا پتا چل جائے، جن سے اس نے سیکڑوں احادیث روایت کی ہیں، لیکن ان راویوں کے ناموں کا ہمیں سیف کے علاوہ کہیں نشان نہ ملا! اس بناء ہم ان تمام راویوں کو بھی سیف کے جعلی راویوں میں شمار کرتے ہیں۔ انشاء اللہ جہاں ہم سیف کے جعلی راویوں کے بارے میں بحث کریں گے وہاں سیف کی زبانی ان کی زندگی کے حالات کی بھی تشریح کریں گے۔

مذکورہ راویوں کے علاوہ سیف نے قعقاع کی روایات میں چند منفرد نام بھی راویوں کے طور پر ذکر کئے ہیں، جیسے:

''خالد کو تین روایات میں، عبادہ کو دو روایات میں اور عطیہ ومغیرہ اور دیگر چند مجہول القاب و نام، جن کی شناسائی کرنا ممکن نہیں ہے۔ ان حالات کے پیش نظر کیسے ممکن ہے کہ سیف کے درج ذیل عنوان کے راویوں کی پہچان کی جاسکے:

''بنی کنانہ کا ایک مرد''، ''بنی ضبہ کا ایک مرد''، ''طی سے ایک مرد'' بنی ضبہ کا ایک بوڑھا''

''اس سے جس نے خود بکر بن وائل سے سنا ہے''، ان سے جنھوں نے اپنے رشتہ داروں سے سنا ہے''، ابن محراق نے اپنے باپ سے'' اور'' ان جیسے دیگر مجہول راوی جن سے سیف نے روایت کی ہے؟!

تقریباً یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ سیف ابن عمر تمیمی نے ایسے راویوں کا ذکر کرتے وقت سنجیدگی کو مدنظر نہیں رکھا بلکہ لوگوں کو بے وقوف بنایا ہے اور مسلمانوں کا مذاق اڑایا ہے۔

مذکورہ حالات کے پیش نظر قارئین کرام کے لئے یہ ایک لمحہ فکریہ ہے کہ جب سیف کی احادیث کے راویوں کی یہ حالت ہو تو خود سیف کی احادیث اور اس کی باتوں پر کس حد تک اعتبار اور بھروسہ کیا جا سکتا ہے؟!

چوتھا حصہ :

۲۔ عاصم بن عمرو تمیمی

- عراق کی جنگ میں۔
- ''دومۃ الجندل'' کی جنگ میں۔
- مثنی کی جنگ میں۔
- قادسیہ کی جنگ میں۔
- جراثیم کے دن۔
- سرزمین ایران میں۔
- عاصم کے فرزند اور خاندان۔
- عاصم کے بارے میں سیف کی احادیث کے راوی

عاصم، عراق کی جنگ میں

مـصـدر الـجـمـیـع فـی مـاذکـروا هـو
احادیث سیف
جو کچھ علماء نے عاصم کے بارے میں لکھا ہے وہ
سب سیف سے منقول ہے

(مولف)

عاصم کون ہے؟

سیف بن عمر نے عاصم کو اپنے خیال میں قعقاع کا بھائی اور عمرو تمیمی کا بیٹا جعل کیا ہے اور اس کے لئے عمرو نامی ایک بیٹا بھی خلق کیا ہے کہ انشاءاللہ ہم باپ کے بعد اس کے اس بیٹے کے بارے میں بھی بحث و تحقیق کریں گے۔

عاصم بن عمرو سیف کے افسانوی سورماؤں کی دوسری شخصیت ہے کہ شجاعت، دلاوری، فہم و فراست، سخن وری اور شعر و ادب وغیرہ کے لحاظ سے بھی سیف کے افسانوں میں اپنے بھائی قعقاع کے بعد دوسرے نمبر کا پہلوان ہے۔

ابن حجر نے اپنی کتاب ''الاصابہ'' میں عاصم بن عمرو کی یوں تعریف کی ہے:

''عاصم، خاندان بنی تمیم کا ایک دلاور اور اس خاندان کے نامور شاعروں میں سے ہے''

ابن عساکر بھی اپنی عظیم تاریخ میں عاصم کی یوں تعریف کرتا ہے:

''عاصم قبیلہ بنی تمیم کا ایک پہلوان اور اس خاندان کا ایک مشہور شاعر ہے۔''

''استیعاب'' اور تجرید'' جیسی کتابوں میں بھی اس کی تعریف کی گئی ہے۔ تاریخ طبری میں بھی اس کے بارے میں مفصل مطالب درج ہیں اور دوسروں نے بھی تاریخ طبری سے اقتباس کر کے عاصم بن عمرو کے بارے میں مطالب بیان کئے ہیں۔ طبری ہو یا دیگر مورخین، عاصم سے مربوط تمام روایتوں کا سرچشمہ سیف بن عمر تمیمی کی جعل احادیث اور روایتیں ہیں''

چونکہ طبری نے عاصم بن عمرو کے بارے میں روایات کو ۱۲ھ سے ۲۹ھ کے حوادث کے ضمن میں اپنی تاریخ کی کتاب میں مفصل اور واضح طور پر درج کیا ہے، اس لئے ہم بھی عاصم کے بارے میں اسی کی تالیف کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس کے بعد تحقیق کر کے حقائق کے پانے کے لئے ۱۲ھ سے ۲۹ھ تک کے حوادث سے مربوط دوسروں کے بیانات کا طبری سے موازنہ کر کے تحقیق کریں گے۔

عاصم، خالد کے ساتھ عراق میں

جریر طبری نے ۱۲ھ کے تاریخی حوادث وواقعات کے ضمن میں سیف سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

چونکہ خالد بن ولید یمامہ (الف) کے مرتدوں سے برسر پیکار تھا، اس لئے عاصم بن عمرو کو ہراولی دستہ کے طور پر عراق روانہ کیا۔

الف۔ یمامہ، شہر نجد سے بحرین تک ۱۰ دن کا فاصلہ ہے۔ معجم البلدان۔

عاصم نے خالد کی قیادت میں ایک سپاہ کے ہمراہ المذار کی جنگ میں شرکت کی اورانوش جان نامی ایرانی سپہ سالار کے تحت المذار میں جمع ایرانی فوج سے نبرد آزما ہوا۔المقر اوردہانہ فرات باذقلی کی جنگ اورفتح حیرہ کے بارے میں سیف سے نقل کرتے ہوئے طبری لکھتا ہے:

خالد، حیرہ کی طرف روانہ ہوا۔اپنے افراد اور اپنا ساز و سامان کشتی میں سوار کیا۔حیرہ کے سرحد بان نے اسلامی سپاہ کی پیش قدمی کو روکنے کے لئے اپنے بیٹے کو بند باندھنے کا حکم دیا تاکہ خالد کی کشتیاں کیچڑ میں دھنس جائیں، خالد،سرحد بان کے بیٹے کی فوج کے ساتھ نبرد آزما ہوااوران میں سے ایک گروہ کومقر کے مقام پر قتل کیا،سرحد بان کے بیٹے کو بھی فرات باذقلی کے مقام پر قتل کیا،سرحد بان کی فوج کوتہس نہس کر کے رکھ دیا سرحد بان بھاگنے میں کامیاب ہوگیا۔خالداپنی فوج کے ہمراہ حیرہ میں داخل ہوااوراس کے محلوں اورخزانوں پر قبضہ جمالیا۔

خالد نے جب حیرہ کو فتح کیا تو عاصم بن عمرو کو کربلا کی فوجی چھاونی اوراس کے جنگی سازوسامان کی کمانڈ پر منصوب کیا۔

یہ ان مطالب کا ایک خلاصہ تھا جنھیں عاصم اوراس کی جنگوں کے بارے میں طبری اورابن عساکر دونوں نے سیف سے نقل کر کے لکھا ہے.

حموی نے سیف کی روایتوں کے پیش نظران کی تشریح کی ہےاورمقر کے بارے میں اپنی کتاب میں لکھا ہے:

مقر،حیرہ کی سرزمینوں میں سے فرات باذقلی کے نزدیک ایک جگہ کا نام ہے۔ اس جگہ پر خلافت ابوبکرؓ کے زمانے میں مسلمانوں نے خالد بن ولید کی قیادت میں ایرانیوں سے جنگ کی ہےاورعاصم بن عمرو نے اس سلسلے میں یوں کہا ہے:

''سرزمین مقر میں ہم نے آشکارا طور پر اس کے جاری پانی اور وہاں کے باشندوں پر تسلط جمایا اور وہاں پر ان کو (اپنے دشمنوں کو) موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے بعد فرات کے دہانہ کی طرف حملہ کیا، جہاں پر انہوں نے پناہ لی تھی۔ یہ وہی جگہ تھی جہاں پر ہم ان ایرانی سواروں سے نبرد آزما ہوئے جو میدان جنگ سے بھاگنا نہیں چاہتے تھے۔''

حیرہ کی تشریح میں یوں کہتا ہے:

حیرہ نجف سے تین میل کی دوری پر ایک شہر ہے...

یہاں تک کہ کہتا ہے:

شہر حیرہ کو حیرۃ الروحاء کہتے ہیں، عاصم بن عمرو نے اس جگہ کے بارے میں یوں کہا ہے:

''ہم نے پیدل اور سوار فوجوں سے صبح سویرے حیرۂ روحا پر حملہ کیا اور اس کے اطراف میں موجود سفید محلوں کو اپنے محاصرہ میں لے لیا''۔

سیف کی روایت کا دوسروں سے موازنہ:

یہ وہ مطلب ہیں جو سیف نے کہے ہیں لیکن ہم نے سیف کے علاوہ کسی کو نہیں پایا جس نے مقر اور فرات باذقلی کے بارے میں کچھ لکھا ہو! لیکن، حیرہ کے سرحد بان کے بارے میں ۔ جیسا کہ قعقاع ابن عمرو تمیمی کی داستان میں بلاذری سے نقل کر کے ۔ بیان کیا گیا ہے: ''ابوبکرؓ کی خلافت کے زمانے میں مثنی نے المذار کے سرحد بان سے جنگ کی اور اسے شکست دی اور عمرؓ بن خطاب کی خلافت کے زمانے میں عتبہ بن غزوان فتح حیرہ کے لئے مأمور ہوا اور المذار کا سرحد بان اس کے مقابلہ کے لئے آیا اور ان دونوں کے درمیان جنگ ہوئی۔ ایرانیوں نے شکست کھائی اور وہ سب کے سب پانی میں ڈوب گئے۔ سرحد بان کا سر بھی تن سے جدا کیا گیا''۔

سند کی پڑتال:

سیف کی حدیث کی سند میں مھلب اسدی، عبدالرحمان بن سیاہ احمری اور زیاد بن سرجس احمری کا نام راویوں کے طور پر آیا ہے اور اس سے پہلے قعقاع کے افسانے کی تحقیق کے دوران معلوم ہو چکا کہ یہ سب جعلی اور سیف کے خیالی راوی ہیں۔

ان کے علاوہ ابوعثمان کا نام بھی راوی کے طور پر لیا گیا ہے کہ سیف کی احادیث میں یہ نام دو افراد سے مربوط ہے۔ ان میں ایک یزید بن اسید ہے۔ یہاں پر معلوم نہیں کہ سیف کا مقصود ان دو میں سے کون ہے؟

پڑتال کا نتیجہ:

المذار کے بارے میں سیف کی روایت دوسروں کی روایت سے ہماہنگ نہیں ہے۔ المقر اور فرات باذقلی کی جنگوں کا بیان کرنے والا سیف تنہا شخص ہے کیونکہ دوسروں نے ان دو جگہوں کا کہیں نام تک نہیں لیا ہے چہ جائیکہ سیف کے بقول وہاں پر واقع ہوئے حوادث اور واقعات کے ذکر کی بات!!

طبری نے ان اماکن کے بارے میں سیف کی احادیث کو اپنی تاریخ کی کتاب میں درج کیا ہے اور اپنی روش کے مطابق عاصم کی رجز خوانی اور رزمیہ اشعار کو حذف کیا ہے۔

حموی نے مقامات اور جگہوں کے نام کو افسانہ ساز سیف کی روایتوں سے نقل کیا ہے اور اس کے افسانوی سورماؤں کے اشعار و رزم ناموں سے بھی استناد کیا ہے، پھر مقر کی بھی اسی طریقے سے تعریف کی ہے۔ اس سلسلے میں عاصم بن عمرو کے اشعار میں ''حیرۃ الروحاء'' کا اشارہ کرتے ہوئے حیرہ کا ذکر کرتا ہے، جب کہ ہماری نظر میں ضرورت شعری کا تقاضا یہ تھا کہ سیف لفظ ''روحاء'' کو لفظ ''حیرہ'' کے بعد لائے نہ کہ [روحاء'' کو ''حیرہ'' کے لئے اسم اضافہ کے طور پر لائے جیسا کہ

حموی نے خیال کیا ہے

سیف کی روایات کا نتیجہ:

ا۔ ''مقر'' نام کی ایک جگہ کا نام جعل کر کے اسے جغرافیہ کی کتابوں میں درج کرانا۔

۲۔ ایرانیوں کے انوش جان نامی ایک سپہ سالار کی تخلیق۔

۳۔ فرضی اور خیالی جنگی ایام کی تخلیق جو تاریخ میں ثبت ہوئے ہیں۔

۴۔ ان اشعار کی تخلیق جو عربی ادبیات کی زینت بنے ہیں

۵۔ عراق میں خالد کی خیالی فتوحات میں ایک اور فتح کا اضافہ کرنا۔

۶۔ اور آخر میں سیف کے خاندان تمیم سے تعلق رکھنے والے افسانوی سورما عاصم بن عمرو تمیمی کے افتخارات کے طور پر اس کی شجاعتوں، اشعار اور کربلا کی فوجی چھاونی اور اسلحوں پر اس کی کمانڈ کا ذکر کرنا۔ [1]

عاصم، دومۃ الجندل کی جنگ میں

ترکنا هم صرعی لخیل تنوبهم
تنافسهم فیها سباع المرجب

ہم نے دشمن کے سپاہیوں کا اس قدر قتل عام کیا کہ
لاشیں گھوڑوں سے پامال ہوئیں اور درندوں کے
لئے گزرگاہ بن گئیں

(عاصم، افسانوی سورما)

دومۃ الجندل کی فتح

طبری نے ''دومۃ الجندل'' کے بارے میں سیف سے نقل کرتے ہوئے حسب ذیل روایت کی ہے:

مختلف عرب قبیلوں نے ـ جن میں ودیعہ کی سرپرستی میں قبیلہ کلب بھی موجود تھا ـ اپنے تمام سپاہیوں کو ایک جگہ پر جمع کیا۔ اس منسجم فوج کی قیادت کی ذمہ داری اکیدر بن عبدالملک اور جودی بن ربیعہ نامی دو افراد نے سنبھالی۔

اکیدر کا نظریہ تھا کہ خالد بن ولید سے صلح کر کے جنگ سے پرہیز کیا جائے جب اکیدر کی تجویز عوام کی طرف سے منظور نہیں ہوئی تو اس نے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ خالد بن ولید نے عاصم بن عمرو کو حکم دیا کہ اکیدر کو راستے سے پکڑ کر اس کے سامنے حاضر کرے خالد کے حکم سے اکیدر کو قتل کیا گیا. اس کے بعد خالد بن ولید نے دومۃ الجندل پر حملہ کیا۔

دوسری جانب مختلف عرب قبیلے، جنھوں نے خالد سے جنگ کرنے کے لئے آپس میں اتحاد و معاہدہ کیا تھا، قلعہ دومۃ الجندل کی طرف روانہ ہوئے۔ چوں کہ اس قلعہ میں ان تمام لوگوں کے لئے گنجائش نہیں تھی، اس لئے ان میں سے بیشتر افراد قلعہ سے باہر مورچے سنبھالنے پر مجبور ہوئے۔ خالد بن ولید نے ان سے جنگ کی سرانجام اس نے ان پر فتح پائی جودی بھی مارا گیا۔ قبیلہ کلب کے علاوہ تمام افراد مارے گئے۔ کیوں کہ عاصم بن عمرو نے دشمن پر فتح پانے کے بعد یہ اعلان کیا تھا کہ: اے قبیلہ تمیم کے لوگو! اپنے قدیمی ہم پیمان ساتھیوں کو اسیر کر کے انھیں پناہ دو کیوں کہ انھیں فائدہ پہنچانے کا اس سے بہتر موقع نہیں ملے گا۔ تمیمیوں نے ایسا ہی کیا۔ اس طرح قبیلہ کلب کے لوگ بچ گئے۔ خالد بن ولید عاصم کے اس عمل سے ناخوش ہوا اور اس کی سرزنش کی۔

ان مطالب کے بارے میں طبری نے سیف سے روایت کی ہے اور اپنی روش کے مطابق عاصم بن عمرو کی زبانی کہے گئے سیف کے اشعار کو ذکر نہیں کیا ہے۔

ابن عساکر نے اس داستان کے ایک حصہ کو اپنی تاریخ میں عاصم کے حالات سیف سے نقل کرتے ہوئے درج کیا ہے اور اس کے ضمن میں لکھا ہے:.....اور عاصم نے دومۃ الجندل کے بارے میں یوں کہا ہے:

> ''میں جنگوں میں کارزار کے انداز کو کنٹرول میں رکھتا ہوں، دوستوں کی حمایت کرتا ہوں، انھیں تنہا نہیں چھوڑتا ہوں۔ شام ہوتے ہی جب ودیعہ نے اپنے سپاہیوں کو مصیبتوں کے دریا میں ڈال دیا، میں نے جب دومۃ الجندل میں دیکھا

کہ وہ غم واندوہ میں ڈوبے خون جگر پی رہے ہیں تو میں نے ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیا، لیکن اپنے ہم پیمان، کلب کے افراد کا خیال رکھ کر اپنے قبیلہ کے لئے ایک بڑی نعمت فراہم کی"

یاقوت حموی نے بھی اس داستان کے ایک حصہ کو روضۃ السلہب اور دومۃ الجندل کے ناموں کی مناسبت سے اپنی کتاب معجم البلدان میں درج کیا ہے اور اس کے ضمن میں لکھتا ہے:

"روضۃ السلھب عراق کے دومۃ الجندل میں واقع ہے، اور عاصم بن عمرو نے اس سلسلے میں اشعار کہے ہیں جن کے ضمن میں خالد بن ولید کی دومۃ الجندل کی جنگ کا اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

"روضۃ السلھب کے دن دشمن خاک وخون میں غرق تھے، وہ ہمارے دلوں کے لئے شفا بخش منظر تھا کیوں کہ ان کے سردار کی ہوائے نفس نے انھیں فریب دیا تھا۔ اس دن ہم نے تلواروں کی ایک ضرب سے جودی کا کام تمام کیا اور اس کے سپاہیوں کو زہر قاتل پلایا۔ انھیں قتل عام کیا، ان کی لاشیں گھوڑوں سے پائمال ہوئیں اور درندوں کے لئے گزرگاہ بن گئیں"

سیف بن عمر اپنے افسانوی سورما، عاصم بن عمرو کے زبانی بیان کردہ اشعار کے ضمن میں پہلے مذکورہ قبائل کی جنگ بیان کرتا ہے اور اس میں قبیلہ کلب کے پیشوا "ودیعہ" کی نااہلی کی وجہ سے اپنے قبیلہ کو ہلاکت و نابودی اور مصیبت سے دوچار کرنے کی طرف اشارہ کرتا ہے اور ثابت کرتا ہے کہ عاصم نے قبیلہ کلب کے ساتھ اپنے قبیلہ کے عہد و پیمان کو فراموش نہیں کیا تھا۔ اور وہ اس معاہدہ پر اس کے خاندان کے لئے فضیلت وافتخار کا سبب باقی رہا۔ اس دن اس عہد نامہ کا پاس رکھتے ہوئے اس نے اپنے قبیلہ اور قبیلہ کلب پر احسان کیا اور اس طرح اس نے قبیلہ کلب کے افراد کو یقینی موت سے نجات دی ہے۔

عاصم کے اشعار کے دوسرے حصے میں تمام عرب قبیلوں کو شامل کیا گیا ہے اور ان میں ان کے احمقانہ اقدام کی وجہ سے بدترین انجام اور ان کے قائد جودی کی شکست کے بارے میں لکھا گیا ہے۔

''لسان'' اور ''ملطاط'' کی تشریح

حموی نے لفظ ''الملطاط'' کی حسب ذیل تشریح کی ہے:

عرب، کوفہ کے مشرقی علاقے ـــ جو کوفہ کے پیچھے واقع ہے ـــ کو ''لسان'' اور اس کے دریائے فرات کے قریب واقع مغربی علاقے کو ''ملطاط'' کہتے ہیں....عاصم بن عمرو تمیمی نے خالد بن ولید کے ساتھ کوفہ و بصرہ کے درمیان سرزمینوں کو فتح کر کے ''حیرہ'' کو اپنے قبضے میں لیتے وقت اس طرح کہا ہے:

''ہم نے سواری کے گھوڑوں اور تیز رفتار اونٹوں کو عراق کے وسیع آبادی والے علاقوں کی طرف روانہ کیا۔ ان حیوانوں نے اس دن تک ہم جیسے چابک سوار کبھی نہیں دیکھے تھے اور کسی نے اس دن تک ان جیسے بلند قامت حیوان بھی نہیں دیکھے تھے۔''

ہم نے فرات کے کنارے ''ملطاط'' کو اپنے ان سپاہیوں سے بھر دیا جو کبھی فرار نہیں کرتے۔ ہم نے ''ملطاط'' میں فصل کاٹنے کے موسم تک توقف کیا۔ اس کے بعد ہم ''انبار'' کی طرف بڑھے، جہاں پر ہمارے ساتھ لڑنے کے لئے دشمن کے جنگجو بڑی تعداد میں موجود تھے۔ ''بحیرہ'' میں جمع ہوئے سپاہیوں کے ساتھ ہماری سخت اور شدید جنگ ہوئی۔

جب ہم سیف کی معروف روایات کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہی ابیات اسی شرح کے ساتھ من وعن اس کی روایتوں میں ذکر ہوئے ہیں۔ مثلاً لفظ ''ملطاط'' سیف کی چار روایتوں میں طبری کی کتاب ''تاریخ طبری'' میں ذکر ہوا ہو، من جملہ ۱۷ھ میں سعد بن وقاص کے ذریعہ کوفہ

کے حدود کو معین کرتے ہوئے طبری لکھتا ہے:

عربوں کے امراء اور معروف شخصیتوں نے سعد وقاص کی توجہ ''لسان'' نامی کوفہ کے پیچھے واقع علاقہ کی طرف مبذول کرائی...

یہاں تک کہ وہ کہتا ہے:

وہ حصہ جو دریائے فرات کے نزدیک ہے، اسے ''ملطاط'' کہا جاتا ہے۔ اب رہے اس سے مربوط اشعار تو ہم ان سب کو تاریخ ابن عساکر میں عاصم بن عمرو کی تشریح میں پاتے ہیں، جہاں پر لکھتا ہے:

سیف بن عمرو کہتا ہے:...اور عاصم بن عمرو اور اس کے علاقہ ''سواد'' میں داخل ہونے (کوفہ اور بصرہ وموصل کے درمیان کے رہائشی علاقہ) اور وہاں پر ان کے ٹھہرنے کی مدت اور پیش آئے مراحل کو ان اشعار میں بیان کرتا ہے:...اس کے بعد اشعار کو آخر تک درج کرتا ہے۔

داستان کے متن کی جانچ:

''دومة الجندل'' کی فتح کے بارے میں یہ سیف کی روایتیں ہیں، جنھیں طبری نے سیف سے نقل کر کے تفصیل کے ساتھ اپنی تاریخ کی کتاب میں درج کیا ہے۔ طبری کے بعد ابن اثیر نے ان ہی روایتوں کو اختصار کے طور پر تاریخ طبری سے نقل کیا ہے اور اپنی تاریخ میں درج کیا ہے۔ لیکن ابن کثیر نے اس داستان کی روایتوں کی سند کی طرف اشارہ کئے بغیر اور اس کے مصدر کو معین کئے بغیر، پوری داستان کو اپنی تاریخ کی کتاب میں درج کیا ہے۔

حموی نے ''دومۃ'' و ''حیرہ'' کی تشریح میں سیف کے بعض اشعار اور روایات کا ذکر کیا ہے لیکن یہ نہیں کہا ہے کہ ان مطالب کو اس نے کہاں سے نقل کیا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ عراق میں ''دومة الجندل'' نام کی کوئی جگہ تھی ہی نہیں، بلکہ ''دومة الجندل'' مدینہ سے دمشق جاتے ہوئے ساتویں پڑاؤ پر شام میں ایک قلعہ تھا۔ اور عراق میں ''دوما''

یا ''دومہ'' کے نام پر ایک جگہ تھی، جسے ''دومۃ الحریر'' بھی کہتے تھے۔ وہاں پر واقع ہونے والی جنگ میں ''اکیدر'' مارا گیا ہے۔ اس کے بعد خالد نے شام کی طرف رخت سفر باندھا اور ''دومۃ الجندل'' پر حملہ کیا اور اسے فتح کرنے کے بعد جن افراد کو اسیر کیا ان میں جودی غسانی کی بیٹی لیلیٰ بھی تھی۔

لیکن ''ربیعہ'' و ''روضۃ سلھب'' نام کی ان دو جگہوں کو ہم نے کسی کتاب میں نہیں پایا اور یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ سیف نے ان مقامات کے ناموں کا ذکر کرنے میں ہرگز غفلت، فراموشی اور غلط فہمی سے کام نہیں لیا ہے کہ شام میں واقع ''دومۃ الجندل'' اور عراق میں ''دومۃ الجندل'' میں کوئی فرق نہ کر پائے اور ایک کو دوسرے کی جگہ تصور کر لے۔ بلکہ سیف سے دروغ بافی، افسانہ نگاری، اشخاص اور مقامات کے تخلیق کرنے کا جو ہم گزشتہ تجربہ رکھتے ہیں، اس کے پیش نظر اس نے عراق کے لئے بھی عمداً ''دومۃ الجندل'' نام کی ایک جگہ تخلیق کی ہے اور اس کے لئے ایک علیحدہ اور مخصوص میدان کارزار تخلیق کیا ہے تا کہ محققین کے اذہان کو بیشتر گمراہ کرے اور تاریخ اسلام کو مضمحل، سست و بے اعتبار بنائے۔

سند کی پڑتال:

سیف نے ''دومۃ الجندل'' کی داستان کے راوی کے طور پر محمد نویرہ، ابوسفیان طلحہ بن عبدالرحمان اور مھلب کا ذکر کیا ہے۔ ہم نے قعقاع سے مربوط افسانوی داستانوں میں ان کو راویوں کی حیثیت سے مکرر دیکھا ہے اور معلوم ہو چکا ہے کہ یہ تینوں افراد سیف کے ذہن کی تخلیق ہیں اور حقیقت میں کوئی وجود نہیں رکھتے۔

''ملطاط'' سے متعلق روایت میں نضر بن سری، ابن الرفیل اور زیاد کو راویوں کے عنوان سے ذکر کیا ہے کہ ان کے بارے میں بھی قعقاع کی داستانوں میں معلوم ہو چکا ہے کہ یہ سیف کے جعلی راویوں میں سے ہیں۔

تحقیق کا نتیجہ:

سیف اپنے افسانوں میں مختلف مناطق، خاص کر تاریخی اہمیت کے خطوں کے سلسلے میں، ''دومۃ'' جیسے ہم نام مقامات کی تخلیق کر کے محققین کو حیرت اور تعجب میں ڈالتا ہے۔اس کے باوجود طبری سیف سے نقل کرتے ہوئے عراق کے ''دومۃ الجندل'' کی جنگ کے افسانوں کی روایت کرتا ہے اور اپنی روش کے مطابق صرف عاصم کے رزم ناموں کو حذف کرتا ہے۔

ابن عساکر بھی ان اشعار کے ایک حصہ کی روایت کرتا ہے اور اس کی سند کی سند کے طور پر سیف ابن عمر تمیمی کا نام لیتا ہے۔اس کے ایک حصہ کو حموی بھی سند کی طرف اشارہ کئے بغیر اپنی کتاب میں درج کرتا ہے۔اسی طرح حموی ''ملطاط'' کی بھی تشریح کرتا ہے اور عاصم ابن عمرو کے اشعار کو شاہد کے طور پر درج کرتا ہے لیکن اس سلسلے میں اپنی روایت کی سند کا نام نہیں لیتا، جب کہ ''ملطاط'' کے بارے میں اسی تشریح کو ہم اول سے آخر تک تاریخ طبری میں سیف سے نقل شدہ دیکھتے ہیں، اور عاصم کے اشعار کو بھی ابن عساکر کی روایت کے مطابق، سیف بن عمر سے منقول تاریخ ابن عساکر میں مشاہدہ کرتے ہیں۔[۲]

اس داستان کے نتائج:

۱۔خالد مضری کے لئے عراق میں جنگوں اور فتوحات کی تخلیق کر کے عام طور پر اس کی تحسین اور بڑائی کا اظہار کرانا۔

۲۔ایک دوسرے سے دور دو علاقوں ــ عراق اور شام ــ میں ایک ہی نام کی دو جگہوں کو خلق کر کے جغرافیہ کی کتابوں، خاص کر حموی کی کتاب ''المشترک'' میں درج کرانا اور محققین کو حیرت و پریشانی سے دوچار کرنا۔

۳۔اشعار اور رزم ناموں سے ادبیات عرب کے خزانوں کو زینت دینا۔

۴۔ سرانجام ان تمام افسانوں کا ماحصل یہ ہے کہ عاصم بن عمرو تمیمی جیسے افسانوی سورما کی شجاعتوں، رجز خوانیوں اور خاندانی معاہدوں کی رعایت جیسے کارناموں کی اشاعت کر کے انھیں ہمیشہ کے لئے عام طور سے قبیلہ مضر اور خاص طور پر خاندان تمیم کے افتخارات میں شامل کیا جائے اور یہ باتیں امام المورخین محمد جریر طبری کی کتاب تاریخ میں درج ہوں تا کہ دوسرے مورخین کے لئے اس کے معتبر ہونے میں کسی قسم کا شک وشبہ باقی نہ رہے۔

عاصم وخالد کے باہمی تعاون کا خاتمہ

طبری اس سلسلے میں سیف سے نقل کرتے ہوئے روایت کرتا ہے:

''فراض'' کی جنگ کے بعد خالد بن ولید نے ارادہ کیا کہ سب سے چھپ کے خاموشی کے ساتھ حج کے لئے مکہ چلا جائے، تو اس نے عاصم بن عمرو کو اسلامی فوج کے ساتھ ''حیرۃ'' جانے کا حکم دیا۔

اس کے علاوہ طبری ۱۳ھ کے حوادث کے ضمن میں خالد بن ولید کے شام کی طرف روانگی کے سلسلے میں لکھتا ہے:

> شام میں مشرکین سے جنگ میں مشغول مسلمانوں نے خلیفہ ابوبکر سے مدد کی درخواست کی۔ ابوبکر نے خالد کو ایک خط لکھا اور اسے حکم دیا کہ اسلامی فوج کی مدد کے لئے شام کی طرف روانہ ہو جائے۔ اس غرض سے وہ عراق میں موجود فوج میں سے آدھے حصے کو اپنے ساتھ لیتا ہے اور باقی حصے کو المثنی بن حارثہ شیبانی کی قیادت میں عراق میں ہی رکھتا ہے۔ اس تقسیم میں خالد کسی ایسے پہلوان کو اپنے ساتھ لے جانے کے لئے انتخاب نہیں کرتا، مگر یہ کہ اس کے برابر کا ایک پہلوان مثنی کے لئے چھوڑ تا ہے۔

فوج کی اس تقسیم میں خالد، رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کا اپنے لئے انتخاب کرتا ہے اور غیر اصحاب کو مثنی کے پاس چھوڑتا ہے۔

مثنی نے اس تقسیم پر اعتراض کیا اور تقاضا کیا کہ رسول خدا ﷺ کے صحابیوں کو بھی دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصے کو خالد اپنے ساتھ لے جائے اور ایک حصہ کو مثنی کے پاس رکھے۔ خالد، مثنی کی اس تجویز کو منظور کرنے پر مجبور ہوتا ہے اور اس کے نتیجہ میں اصحاب رسول ﷺ میں سے قعقاع بن عمرو تمیمی کو اپنے ساتھ لے جانے کے لئے انتخاب کرتا ہے اور دوسرے صحابی رسول ﷺ عاصم بن عمرو تمیمی ۔ قعقاع کے بھائی ۔ کو مثنی کے پاس چھوڑ دیتا ہے۔

سیف کی روایت کا دوسروں سے موازنہ:

یہ تھا ان مطالب کا خلاصہ جنھیں سیف نے عاصم و خالد کے باہمی تعاون کے خاتمہ کے طور پر ذکر کیا تھا۔ لیکن اس سلسلے میں دوسرے مورخین کے حسب ذیل نظریات سے سیف ابن عمر تمیمی کے افسانے کا پول کھل جاتا ہے:

اس سلسلے میں ابن عساکر، ابن اسحاق سے نقل کر کے روایت کرتا ہے:

جس وقت خالد بن ولید ''حیرۃ'' میں تھا، خلیفہ ابوبکر نے اسے ایک خط لکھا اور حکم دیا کہ اپنے بہادر اور کار آمد سپاہیوں کے ساتھ اسلامی فوج کی مدد کے لئے شام روانہ ہو جائے۔ اور اپنے باقی بے کار اور سست و کمزور سپاہیوں کو ان ہی میں سے ایک کی قیادت میں وہیں پر چھوڑ دے۔

ابن عساکر نے ابوبکر کے خط کا متن یوں نقل کیا ہے:

''امابعد، عراق سے روانہ ہو جاؤ اور ان عراقیوں کو وہیں پر رکھو جو تمھارے وہاں پہنچنے پر وہیں موجود تھے اور اپنے طاقتور ساتھیوں ۔ جو یمامہ سے تمھارے ساتھ عراق

آئے ہیں یا حجاز سے آکر تمھارے ساتھ ملحق ہوئے ہیں ۔ کے ساتھ روانہ ہوجاؤ...''

سند کی پڑتال:

سیف کی اس افسانوی داستان کے راوی محمد مہلب اور ظفر بن دہی ہیں کہ قعقاع کی افسانوی داستان میں مکرران کی اصلیت معلوم ہوچکی ہے۔

اس کے علاوہ اس روایت کا ایک اور راوی طلحہ ہے ۔سیف کی روایت میں طلحہ کا نام دو راویوں میں مشترک ہے،ان میں سے ایک اصلی راوی ہے۔ یہاں پرمعلوم نہ ہوسکا کہ ان دو میں سے سیف کا مقصود کون سا طلحہ ہے؟!

اس کے علاوہ ''قبیلہ بنی سعد سے ایک مرد'' کے عنوان سے بھی ایک راوی کا ذکر ہے کہ ہمیں معلوم نہ ہوسکا کہ سیف نے اس کا نام کیا تصور کیا تھا تا کہ ہم اس کے بارے میں تحقیق کرتے ؟!

سیف کی روایت کا دوسروں سے موازنہ:

سیف کہتا ہے کہ خلیفہ ابوبکر نے خالد بن ولید کو حکم دیا کہ اپنی فوج میں سے ایک حصہ کو شام لے جانے کے لئے انتخاب کرے اور اس انتخاب میں کسی ایسے پہلوان کو اپنے لئے انتخاب نہ کرے، مگر یہ کہ اس کے برابر کا ایک پہلوان المثنی کے لئے وہاں پر رکھے۔ خالد نے تمام اصحاب رسول خداؐ کو اپنے لئے انتخاب کرنا چاہا،لیکن مثنی نے اس پر اعتراض کیا اور اسے مجبور کیا کہ آدھے اصحاب رسولؐ اس کے لئے وہاں چھوڑے۔

لیکن دوسرے مورخین کہتے ہیں کہ خلیفہ ابوبکر نے خالد بن ولید کو حکم دیا کہ فوج میں سے قوی اور کارآمد سپاہیوں کو اپنے ساتھ لے جانے کے لئے انتخاب کرے اور بے کار اور سست افراد کو وہیں پر چھوڑ دے اس کے علاوہ اپنے افراد کو ان لوگوں میں انتخاب کرے جو اس کے ساتھ عراق آئے تھے۔

یہ بات شام کے حالات اور جنگ کی پوزیشن اور رومیوں کے آزمودہ اور تجربہ کار فوجیوں سے جنگ کے پیش نظر مناسب نظر آتی ہے۔

شاید ایسی داستان دجعل کرنے سے سیف کا مقصد یہ ہو کہ اس کے ذریعہ اپنے وطن عراق کے جنگجوؤں کی تجلیل کرے، کیوں کہ اس افسانے کے ذریعہ وہ عراقی فوجیوں کے ایک حصہ کو اسلامی سپاہیوں کے ساتھ مسلمانوں کی فوج کی مدد کے لئے شام روانہ کرتا ہے اور فتحیاب بھی ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے نتائج بھی حاصل کرتا ہے۔[۳]

اس داستان کا نتیجہ:

اس داستان کو جعل کرنے میں سیف کی نظر میں موجود تمام مقاصد کے علاوہ سیف اپنی روایت میں واضح طور پر یہ تاکید کرتا ہے کہ اس کے افسانوی سورماؤں قعقاع اور عاصم نے رسول خداؐ کو درک کیا ہے اور یہ دونوں اصحاب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اس طرح سیف پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں قعقاع اور عاصم دو اصحاب کا اضافہ کرتا ہے۔

عاصم، نمارق کی جنگ میں

هـذا واكثـرمـن هـذا مـن نـتـائج خـيـال
سيف الحصب
یہ داستان اور ایسی دوسری بہت سی داستانیں
،سیف کے ذہن کی پیداوار ہیں
(مولف)

جنگ نمارق کی داستان

طبری نے جنگ ''نمارق''(الف) کی داستان کو سیف سے حسب ذیل بیان کیا ہے:

مسلمانوں نے ایرانی فوجیوں سے ''نمارق'' کے مقام پر صلابت کے ساتھ مقابلہ کیا، یہاں تک کہ خدائے تعالیٰ نے دشمن کو شکست دے دی اور فراری دشمنوں کا ''کسکر'' تک پیچھا کیا گیا۔

طبری ''سقاطیۂ کسکر'' کے بارے میں لکھتا ہے:

الف)۔''نمارق'' کے بارے میں ''معجم البلدان'' میں یوں تشریح کی گئی ہے: یہ کوفہ کے نزدیک ایک جگہ ہے معلوم نہیں اس لفظ کو اس کی تشریح کے ساتھ سیف کی احادیث سے لیا گیا ہے یا کہیں اور سے

''کسکر کا علاقہ ایران کے بادشاہ کے ماموں زاد بھائی نرسی کی جاگیر تھا اور وہ خود اس کی دیکھ بھال کرتا تھا۔ اس علاقہ کی پیداوار میں علاقہ نرسیان کے خرمے تھے۔ یہ خرمے بڑے مشہور تھے۔ یہ خرمے قیمتی اور کمیاب تھے کہ صرف بادشاہ کے دسترخوانوں کی زینت ہوتے تھے اور بادشاہ انھیں نوش کرتا تھا یا اپنے معزز و محترم مہمانوں کو بخشتا تھا۔

اس کے بعد کہتا ہے:

ابوعبیدہ نے اپنے بعض سپاہیوں کو حکم دیا کہ دشمن کے فراری سپاہیوں کا تعاقب کریں اور ''نمارق'' اور ''بارق'' و ''درتا'' کے درمیانی علاقوں کو ان کے وجود سے پاک کریں...''

اس کے بعد مزید کہتا ہے:

عاصم بن عمرو، اس سلسلے میں یوں کہتا ہے:

''اپنی جان کی قسم، میری جان میرے لئے کم قیمت نہیں ہے، اہل ''نمارق'' صبح سویرے ان لوگوں کے ہاتھوں ذلیل ہو کر رہے جنھوں نے خدا کی راہ میں سفر و مہاجرت کی صعوبتیں برداشت کی تھیں۔ انھوں نے انھیں سرزمین ''درتا'' اور بارق'' میں ذلیل و خوار کر کے رکھ دیا ہم نے ان کو ''بذارق'' کی راہ میں ''مرج مسلح'' اور ''ہوافی'' کے درمیان نابود کر کے رکھ دیا''! (الف)

وہ مزید کہتا ہے:

''ابوعبیدہ نے ایرانیوں کے ساتھ ''سقاطیۂ کسکر'' کے مقام پر جنگ کی۔ ایک سخت

الف)۔ ان اشعار کو ابن کثیر نے اپنی تاریخ (۲۷/۷) میں ذکر کیا ہے لیکن شاعر کا نام نہیں لیا ہے بلکہ صرف اتنا لکھا ہے کہ: ایک مسلمان نے یوں کہا ہے:

اور خونیں جنگ واقع ہوئی سرانجام دشمن شکست کھا کر فرار ہوا۔نرسی بھی بھاگ گیا۔اس کی جاگیر،فوجی کیمپ اور مال ومنال پر اسلامی فوج نے مال غنیمت کے طور پر قبضہ کرلیا۔کافی مال اور بہت مقدار میں کھانے پینے کی چیزیں منجملہ نرسیان کے خرمے مسلمانوں کے ہاتھ آگئے اور انھیں اس علاقہ کے کسانوں میں تقسیم کیا گیا۔اس کے بعد ابوعبیدہ نے عاصم بن عمرو کو حکم دیا کہ ''رود جوز'' یا ''رود جوبر'' کے اطراف میں آباد علاقوں پر حملہ کرے۔عاصم نے اس یورش میں مذکورہ علاقوں میں سے بعض کو ویران کیا اور بعض پر قبضہ کیا''

طبری نے اس داستان کو سیف سے نقل کر کے اپنی تاریخ میں درج کیا ہے اور ابن اثیر نے اسے اختصار کے ساتھ طبری سے نقل کیا ہے۔

رنگا رنگ کھانوں سے بھرا دستر خوان

طبری نے سیف سے نقل کرتے ہوئے جنگ کے بعد درج ذیل داستان روایت کی ہے:

اس علاقے کے ایرانی امراء ۔جن میں فرخ کا بیٹا بھی موجود تھا ۔ نے رنگ برنگ ایرانی کھانے آمادہ کر کے ابوعبیدہ اور عاصم بن عمرو کی خدمت میں الگ الگ پیش کئے ۔ابوعبیدہ نے اس گمان سے کہ عاصم ایسے کھانوں سے محروم ہوگا اس کے تمام ساتھیوں کے ہمراہ اسے کھانے پر دعوت دی۔عاصم نے ابوعبیدہ کی دعوت کے جواب میں درج ذیل اشعار کہے:

''ابوعبیدہ!اگر تیرے پاس کدو،سبزی،چوزے اور مرغ ہیں تو فرخ کے بیٹے کے پاس بھی بریانی،ہری مرچ سبزی کے ساتھ تہ شدہ نازک چپاتیاں اور مرغی کے چوزے ہیں''

عاصم نے مزید کہا:

''ہم نے خاندان کسریٰ کو ''بقالیس'' میں ایسی صبح کی شراب پلائی جو عراق کے دیہات کی شرابوں میں سے نہیں تھی ہم نے انھیں جو شراب پلائی وہ ایسے جوانمرد دلاور جوانمرد تھے جو قوم عاد کے گھوڑوں کی نسل کے تیز طرار گھوڑوں پر سوار تھے!''

معجم البلدان میں سیف کے گڑھے ہوئے الفاظ

چوں کہ اس روایت میں ''سقاطیہ کسکر''، ''نرسیان''، ''مرج مسلح'' اور ''ہوافی'' جیسے مقامات کا نام آیا ہے۔ اس لئے یاقوت حموی نے سیف کی باتوں پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنی کتاب ''معجم البدان'' میں اس کی تشریح کی ہے منجملہ وہ ''سقاطیہ'' کی تشریح میں لکھتا ہے:

سقاطیہ، سرزمین ''واسط'' میں ''کسکر'' کا ایک علاقہ ہے۔ یہاں پر ابوعبیدہ نے ایرانی سپاہوں کے کمانڈر نرسی سے جنگ کی اور اسے بری طرح شکست دی ہے۔

نرسیان کی تشریح میں لکھتا ہے:

نرسیان، عراق میں ''کوفہ'' اور ''واسط'' کے درمیان ایک علاقہ ہے۔ اس کا نام سیف بن عمر کی کتاب ''فتوح'' میں آیا ہے۔ خدا بہتر جانتا ہے، شاید اس کا نام ناسی ہوگا۔

عاصم بن عمرو نے اسے اس طرح یاد کیا ہے:

''ہم نے ''کسکر'' میں صبح کے وقت نرسیان کے حامیوں سے مقابلہ کیا اور انھیں اپنی سفید اور چمکیلی تلواروں سے شکست دے دی۔ ہم جنگ کے دنوں تیز رفتار گھوڑے اور جوان اونٹوں کو اپنے ساتھ لے گئے تھے، جنگ ہمیشہ حوادث کو جنم دیتی ہے۔ ہم نے ''نرسیان'' کی سرزمین کو اپنے قبضے میں لے لیا، نرسیان کے خرمے ''دبا'' اور ''اصافر'' کے باشندوں کے لئے مباح کر دئے''

وہ مسلح کی تشریح میں لکھتا ہے:

مرج مسلح، عراق میں واقع ہے۔ اس کا نام عاصم نے فتوحات عراق سے مربوط اشعار میں

ذکر کیا ہے۔ان اشعار میں مسلمانوں کی طرف سے ایرانیوں پر پڑی مصیبتوں اور زبردست مالی و جانی نقصان کا ذکر کیا گیا ہے۔اس سلسلے میں وہ کہتا ہے:

''مجھے اپنی جان کی قسم! میری جان کم قیمت نہیں ہے ....''اور اس کے باقی اشعار کو آخر تک ذکر کرتا ہے۔

''ہوافی'' کی تشریح میں لکھتا ہے:

ہوافی ،کوفہ و بصرہ کے درمیان ایک جگہ ہے۔اس کا ذکر عاصم بن عمرو کے اشعار میں آیا ہے، جو عبیدہ ثقفی کی فوج میں ایک چابک سوار پہلوان تھا۔وہ اس سلسلے میں کہتا ہے:

''ہم نے ان کو 'مرج مسلح'' کے درمیان شکست دے دی''

حموی نے اپنی کتاب ''معجم البدان'' میں ان مقامات کے بارے میں ـــــ صرف اس لئے کہ اسے سیف کی باتوں پر اعتبار اور بھروسہ تھا ـــــ بیان کیا ہے۔لیکن ان کے مصدر یعنی سیف کا ذکر نہیں کیا ہے۔

سیف کی روایت کا دوسروں سے موازنہ:

یہ اور اس کے علاوہ دیگر سب روایتیں سیف کی ذہنی پیداوار اور اس کی افسانہ نگاری کا نتیجہ ہیں جب کہ حقیقت ان کے علاوہ کچھ اور ہے کیوں کہ دوسروں نے اس سلسلے میں سیف کے برعکس کہا ہے، جیسے بلاذری ابوعبیدہ کے عراق میں فتوحات کے بارے میں لکھتا ہے:

''ایرانی فوج کے ایک گروہ نے علاقہ ''درتی'' پر اجتماع کیا تھا۔ابوعبیدہ نے اپنی فوج کے ساتھ وہاں پر حملہ کیا اور ایرانیوں کو بری طرح شکست دے کر ''کسکر'' تک پہنچا۔ اس کے بعد ''جالینوس'' کی طرف بڑھا جو''باروسیما'' میں تھا۔اس علاقہ کے سرحد بان اندرزگر نے ابوعبیدہ سے صلح کی اور علاقہ کے باشندوں کے لئے فی نفر چار درہم

جزیہ ادا کرنے پر آمادہ ہوا اور ابوعبیدہ نے اس کی یہ تجویز قبول کی۔اس کے بعد ابو عبیدہ نے مثنی کو ''زندرود'' کے لئے مامور کیا۔مثنی نے وہاں پر ایرانی سپاہیوں سے جنگ کی اور ان پر فتح پائی اور ان میں سے کچھ لوگوں کو اسیر بنایا۔اس کے علاوہ عروۃ ابن زید خیل طائی کو ''زوابی'' کی طرف بھیجا۔عروہ نے ''دہقان زوابی'' سے ''بارو سیما'' کے باشندوں کی مصالحت کی بناء پر صلح کی....یہ وہ مطالب ہیں جو ابوعبیدہ اور مثنی کی فتوحات کے بارے میں جنگ پل سے پہلے بیان ہوئے ہیں''۔

اس داستان کے نتائج:

جو کچھ ہم نے اس داستان میں مشاہدہ کیا، جیسے: بادشاہ کے ماموں زاد بھائی نرسی کی سرزمین ''کسکر'' پر مالکیت ،نرسیان اور وہاں کے مشہور خرمے ،جو بادشاہوں اور ان کے محترم افراد کے لئے مخصوص تھے، ''سقاطیہ کسکر''، ''ھوافی'' اور ''مرج مسلح'' جیسے مقامات اور وہان کی شدید خونیں جنگیں، عاصم اور اس کی جنگیں شجاعتیں اور رزم نامے ،فرخ کے بیٹے کا رنگ برنگ ایران کھانوں اور اس زمانے کے شراب سے بھرا دسترخوان، خاندان تمیم کے نامور پہلوان کے ذریعہ ''جوبر'' کے باشندوں کا قتل عام اور انھیں اسیر بنانا وغیرہ سب کے سب ایسے مطالب ہیں جو صرف دوسری صدی ہجری کے دروغ گو اور قصے گڑھنے والے سیف ابن عمر تمیمی کی افسانوی روایتوں میں پائے جاتے ہیں ۔اور یہ صرف سیف ہی ہے جس نے ان افسانوں کو عجیب وغریب ناموں کی تخلیق کر کے انھیں طبری جیسے تاریخ نویسوں کے سپرد کیا ہے۔ [۴]

پل کی جنگ

''نمارق'' کی جنگ کے خاتمے کے بعد ایک اور داستان نقل کرتا ہے جسے طبری نے اپنی تاریخ میں یوں درج کیا ہے:

(اس جنگ میں ــ جسے ابوعبیدہ کی جنگ پل کہا جاتا ہے ــ مسلمانوں کو زبردست نقصانات اٹھانے پڑے اور اس میں ابوعبیدہ بھی ایرانیوں کے ساتھ جنگ میں مارا گیا۔سیف مسلمان فوج کے دریائے دجلہ سے عبور کی کیفیت کی اس طرح روایت کرتا ہے:)

عاصم بن عمرو نے مثنی اور اس کی پیدل فوج کی معیت میں ان لوگوں کی حمایت کی جو دریائے دجلہ پر پل تعمیر کرنے میں مشغول تھے۔اس طرح دریائے دجلہ پر پل تعمیر کیا گیا اور سپاہیوں نے اس پر سے عبور کیا۔

خلیفہ بن خیاط نے یہی روایت سند کو حذف کرتے ہوئے اپنی کتاب میں درج کی ہے۔

لیکن دینوری لکھتا ہے:

مثنی نے عروۃ بن زید خیل طائی قحطانی یمانی کو حکم دیا کہ پل کے کنارے پر ٹھہرے اور اسلامی فوج اور ایرانی سپاہیوں کے درمیان حائل بنے۔اس کے بعد حکم دیا کہ سپاہی پل کو عبور کریں،خود بھی لشکر کے پیچھے روانہ ہوا اور ان کی حمایت کی۔سب سپاہی پل سے گزر گئے۔

طبری نے الیس صغریٰ کے بارے میں سیف سے نقل کر کے روایت کی ہے:

مثنی نے اپنی فوج میں سے عاصم ابن عمرو کا اپنے جانشین کے طور پر انتخاب کیا اور خود ایک سوار فوجی دستے کی قیادت میں دشمن کی راہ میں گھات لگا کر حملے کرتا تھا اس طرح وہ ایرانی فوج کے حوصلے پست اور ان کے نظم کو درہم برہم کر رہا تھا۔

اس کے علاوہ جنگ ''بویب'' کے بارے میں لکھتا ہے:

مثنی نے عاصم بن عمرو کو اسلامی فوج کے ہراول دستے کا کمانڈر معین کیا۔اور جنگ کے بعد اسے اجازت دی کہ ایرانیوں کا تعاقب کرتے ہوئے حملے کرے۔عاصم نے

ان اچانک حملوں اور بے وقفہ یورشوں کے نتیجہ میں مدائن میں واقع ''ساباط'' کے مقام تک پیش قدمی کی۔

سیف کی روایت کا دوسروں سے موازنہ:

جو کچھ ہم نے یہاں تک پل کی جنگ کے بارے میں بیان کیا، یہ وہ مطالب ہیں جن کی سیف نے روایت کی ہے جب کہ دوسروں، جیسے بلاذری نے پل کی جنگ کے بارے میں اپنی کتاب ''فتوح البلدان'' میں مفصل تشریح کی ہے اور دینوری نے بھی اپنی کتاب ''اخبار الطّوال'' میں مکمل طور پر اسے ثبت کیا ہے لیکن ان میں سے کسی ایک میں سیف کے افسانوی سورما عاصم بن عمرو تمیمی کا نام نہیں لیا گیا ہے۔ ۵

سند کی تحقیق:

سیف نے عاصم بن عمرو کی ابوعبیدہ اور مثنیٰ کے ساتھ شرکت کے بارے میں محمد، طلحہ، زیاد اور نضر کو راویوں کے طور پر پیش کیا ہے کہ پہلے ہم ان کے بارے میں عرض کر چکے ہیں کہ ان کا حقیقت میں کہیں وجود ہی نہیں ہے اور یہ سب سیف کی ذہنی تخلیق کا نتیجہ ہیں۔

اس کے علاوہ اس روایت کے راوی حمزۃ بن علی بن محفز اور ''قبیلہ بکر بن وائل کا ایک مرد'' ہیں کہ ہم نے تاریخ و انساب کی کتابوں میں ان راویوں کا کہیں نام و نشان نہیں پایا۔ ان کا نام صرف سیف ابن عمر کی دو روایتوں میں پایا جنھیں طبری نے سیف سے نقل کر کے اپنی کتاب میں درج کیا ہے۔ اس بناء پر ہم نے حمزہ کو بھی سیف کے جعلی راویوں میں شمار کیا ہے۔

چونکہ سیف نے کہا ہے کہ خود حمزہ نے بھی ''قبیلہ بکر بن وائل کے ایک مرد'' سے داستان پل کی روایت کی ہے، لہٰذا قارئین کرام خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس غیر معمولی دروغ گو سیف نے ''اس مرد'' کا اپنے خیال میں کیا نام رکھا ہوگا؟!

موازنہ کا نتیجہ اور اس داستان کے نتائج:

حقیقت یہ ہے کہ مثنی نے عروۃ بن زیاد خیل طائی قحطانی یمانی کو ماموریت دی کہ اسلامی فوج کی کمانڈ سنبھال کر پل پار کرائے۔

خاندانی تعصب رکھنے والے سیف بن عمر جیسے شخص کے لئے ایک یمانی وقحطانی فرد کی اس جاں نثاری اور شجاعت کا اعتراف نا قابل برداشت تھا، اس لئے وہ مجبور ہوتا ہے کہ خاندان قحطانی کے اس شخص کی شجاعت و جاں نثاری کو سلب کر کے اس کی جگہ پر قبیلہ مضر کے ایک فرد کو بٹھا دے۔ اس عہدے کے لئے اس کے افسانوی سورما عاصم بن عمرو تمیمی سے شائستہ ومناسب تر اور کون ہوسکتا ہے؟ اسی بناء پر سیف ایک تاریخی حقیقت کی تحریف کرتا ہے اور اسلامی فوج کے پل سے گزرتے وقت عروۃ قحطانی یمانی کی اس فوج کی حمایت وشجاعت کا اعزازی نشان اس سے چھین کر خاندان مضر کے افسانوی سورما عاصم بن عمرو کو عطا کر دیتا ہے اور اس طرح پل سے عبور کرتے وقت اسلامی فوج کی حمایت کو عاصم بن عمرو کے نام پر درج کرتا ہے۔ سیف صرف اسی تحریف پر اکتفانہیں کرتا بلکہ اپنے اس افسانوی سورما کے لئے اس کے بعد بھی شجاعتیں اور کارنامے گڑھ لیتا ہے، جیسے مثنی کی جانشینی اور سپہ سالاری کا عہدہ اور ہراول دستے کی کمانڈ میں دشمنوں پر پے در پے حملے کرتے ہوئے مدائن کے نزدیک ''ساباط'' تک پیش قدمی کرنا وغیرہ...

عاصم، قادسیہ کی جنگ میں

والله معکم ان صبرتم و صدقتموهم
الضرب والطعن
اگر صبر وشکیبائی کو اپنا کر صحیح طور پر جنگ کرو گے تو
خدا تمھارے ساتھ ہے۔

(افسانوی سورما، عاصم)

''گائے کا دن''، گائے گفتگو کرتی ہے!!

طبری ۱۴ھ کے حوادث کے ضمن میں جنگ قادسیہ کے مقدمہ کے طور پر سیف سے نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''مسلمانوں کا سپہ سالار، سعد وقاص جب ایرانیوں کے ساتھ جنگ میں اپنی سپاہ کے سرداروں میں عہدے تقسیم کر رہا تھا اور ہر ایک کو اس کی استعداد، لیاقت وشائستگی کے مطابق کوئی نہ کوئی عہدہ سونپ رہا تھا، تو عاصم بن عمرو تمیمی کو اسلامی فوج کے اساسی اور

اہم دستہ کی کمانڈ سونپی۔

جب سعد قادسیہ کی سرزمین پر اترا تو اس نے عاصم کو فرات کے جنوبی علاقوں کی ماموریت دی اور عاصم نے ''میسان'' تک پیش قدمی کی۔

عاصم فوج کے لئے گوشت حاصل کرنے کی غرض سے گایوں اور بھیڑوں کی تلاش میں نکلتا ہے۔ وہ ''میسان'' میں بھی جستجو کرتا ہے۔ ادھر ادھر دوڑنے اور تلاش کرنے کے باوجود کچھ نہیں پاتا، کیوں کہ وہاں کے باشندوں نے عرب حملہ آوروں کے ڈر سے مویشیوں کو طویلوں اور کچھاروں میں چھپا رکھا تھا۔ بالآخر اس تلاش و جستجو کے دوران عاصم کی ایک شخص سے ملاقات ہو جاتی ہے وہ اس سے گائے اور گوسفند کے بارے میں سوال کرتا ہے۔ اتفاقاً وہ شخص چرواہا تھا اور اس نے اپنے گلہ کو نزدیک ہی ایک کچھار میں چھپا رکھا تھا وہ شدید اور جھوٹی قسمیں کھا کر بولا کہ اسے مویشیوں کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں ہے! جب اس آدمی نے عاصم کے سامنے ایسی جھوٹی قسمیں کھائیں تو اچانک کچھار سے ایک گائے چیختے ہوئے بول اٹھی: خدا کی قسم یہ آدمی جھوٹ بولتا ہے، ہم یہاں پر موجود ہیں'' عاصم کچھار میں گیا اور تمام مویشیوں کو ہانکتے ہوئے اپنے ساتھ کیمپ کی طرف لے آیا۔ سعد وقاص نے انھیں فوج کے مختلف گروہوں میں تقسیم کیا۔ اس طرح اسلامی سپاہی چند دنوں کے لئے خوراک کے لحاظ سے مستغنی ہو گئے۔

حجاج بن یوسف ثقفی نے کوفہ کی حکومت کے دوران ایک دن کسی سے عاصم بن عمرو سے گائے کی گفتگو کی داستان سنی۔ اس نے حکم دیا کہ اس داستان کے عینی شاہد اس کے پاس آ کر شہادت دیں اور اس داستان کو بیان کریں۔ جب عینی شاہد حاکم کے دربار میں حاضر ہوئے تو حجاج نے ان سے اس طرح سوالات کئے:

۞ گائے کے گفتگو کرنے کا معاملہ کیا ہے؟

● انھوں نے جواب میں کہا: ہم نے اپنے کانوں سے گائے کی باتیں سنیں اور گائے کو اپنی

آنکھوں سے دیکھا اور بالآخر ہم ہی تھے جوان مویشیوں کو ہانکتے ہوئے کیمپ تک لے آئے۔

۞ تم جھوٹ بولتے ہو!

● انھوں نے جواب میں کہا: ہم جھوٹ نہیں بولتے، لیکن موضوع اس قدر عجیب اور عظیم ہے کہ اگر آپ بھی ہماری جگہ پر ہوتے اور اس واقعہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر ہم سے بیان کرتے تو ہم بھی اس کو جھٹلاتے اور یقین نہیں کرتے!

۞ حجاج نے کہا: سچ کہتے ہو، ایسا ہی ہے... مجھے بتاؤ کہ لوگ اس سلسلے میں کیا کہتے ہیں؟

● انھوں نے جواب میں کہا: لوگ، گائے کی گفتگو کو فتح و کامیابی کے لئے خدا کی آیات میں سے ایک نوید بخش آیت سمجھتے تھے جو دشمنوں پر ہماری فتح کے لئے خدا کی تائید و خوشنودی کی علامت ہے۔

۞ حجاج نے کہا: خدا کی قسم! یہ اس کے بغیر ناممکن ہے کہ اس سپاہ کے تمام افراد نیک اور پرہیز گار ہوں۔

● کہا گیا: جی ہاں ہمیں تو ان کے دل کی خبر نہیں تھی لیکن جو ہم نے دیکھا وہ یہ ہے کہ ہم نے اب تک ان جیسے لوگوں کو نہیں دیکھا ہے جنھوں نے اس قدر دنیا سے منہ موڑا ہوا اور اسے دشمن جان کر نفرت کرتے ہوں!!

سیف اس داستان کے ضمن میں مزید کہتا ہے: یہ دن اتنا اہم اور قابل توجہ تھا کہ ''گائے کا دن'' کے عنوان سے مشہور ہوا۔

سیف کی روایت کا دوسروں سے موازنہ:

اس روایت کو تمام تفصیلات کے ساتھ امام المورخین ابن جریر طبری، سیف ابن عمرو تمیمی سے نقل کرتا ہے اور ابن اثیر بھی اسے طبری کی کتاب سے نقل کر کے اپنی تاریخ میں درج کرتا ہے۔

لیکن دوسرے لوگ، یعنی بلاذری اور دینوری لکھتے ہیں:

... جب اسلام کے سپاہی، مویشیوں کے لئے چارے اور اپنے لئے غذا کی ضرورت پیدا کرتے تھے تو فرات کے نچلے علاقوں میں جا کر لوٹ مار مچاتے تھے...

بلاذری نے اس روایت کے ضمن میں لکھا ہے:

عمر بھی مدینہ سے ان کے لئے گائے اور گوسفند بھیجا کرتے تھے۔

سند کی تحقیق:

سیف نے ''گائے کا دن'' کی داستان کے سلسلے میں عبداللہ بن مسلم عکلی اور کرب بن ابی کرب عکلی کو راویوں کے طور پر پیش کیا ہے۔ ہم نے ان دو کا نام سیف کے علاوہ راویوں کے کسی بھی مصدر اور ماخذ میں نہیں پایا۔

عاصم، کسریٰ کے دربار میں

طبری، سیف بن عمرو تمیمی سے روایت کرتا ہے:

''خلیفہ عمر ابن خطاب نے سعد وقاص کو حکم دیا کہ چند سخن پرور، فصیح اور قدرت فیصلہ رکھنے والے افراد کو کسریٰ کے پاس بھیجے تا کہ اسے اسلام کی دعوت دیں۔ سعد نے اس کام کے لئے چند افراد پر مشتمل ایک گروہ کا انتخاب کیا کہ ان میں عاصم بن عمرو بھی شامل تھا۔ یہ لوگ کسریٰ کی خدمت میں پہنچے اور اس کے ساتھ گفتگو کی۔ کسریٰ نے غصہ میں آکر حکم دیا کہ تھوڑی سی مٹی لا کر اس گروہ کے سر پرست کے کندھوں پر رکھی جائے۔ اس کے بعد سوال کیا کہ ان کا سردار کون ہے؟ انھوں نے کسریٰ کے سوال کے جواب میں خاموشی اختیار کی۔ عاصم بن عمرو نے جھوٹ بولتے ہوئے کہا: میں اس گروہ کا سردار ہوں، مٹی کو میرے کندھوں پر بار کرو!

کسریٰ نے دوسرے افراد سے سوال کیا: کیا یہ سچ کہہ رہا ہے؟

انھوں نے جواب میں کہا: ہاں:

اس کے بعد عاصم نے مٹی کو اپنے کندھوں پر رکھ کر کسریٰ کے محل کو ترک کیا اور فوراً اپنے گھوڑے کے پاس پہنچ کر مٹی کو گھوڑے پر رکھ کر دیگر افراد سے پہلے تیزی کے ساتھ اپنے آپ کو سعد وقاص کی خدمت میں پہنچا دیا۔اور دشمن پر کامیابی پانے کی نوید دیتے ہوئے کہا: خدا کی قسم، بیشک خدائے تعالیٰ نے ان کے ملک کی کنجی ہمیں عنایت کر دی۔ جب عاصم کے اس عمل اور بات کی اطلاع ایرانی فوج کے سپہ سالار رستم کو ملی تو رستم نے اسے بدشگونی سے تعبیر کیا۔

یہاں پر یعقوبی نے سیف کی بات کو حق سمجھ کر اور اس پر اعتماد کرتے ہوئے اس داستان کو اپنی تاریخ کی کتاب میں درج کیا ہے۔

لیکن اس سلسلے میں بلاذری لکھتا ہے:

عمر نے ایک خط کے ذریعہ سعد وقاص کو حکم دیا کہ چند افراد کو کسریٰ کی خدمت میں مدائن بھیجے تا کہ وہ اسے اسلام کی دعوت دیں، سعد نے خلیفہ عمر کے حکم پر عمل کرتے ہوئے عمرو ابن معدی کرب اور اشعث بن قیس کندی ــ کہ دونوں قحطانی یمانی تھے ــ کو ایک گروہ کے ہمراہ مدائن بھیجا۔ جب یہ لوگ ایرانی سپاہیوں کے کیمپ کے نزدیک سے گزر رہے تھے تو ایرانی محافظوں نے انھیں اپنے کمانڈر انچیف رستم کی خدمت میں حاضر ہونے کی ہدایت کی۔رستم نے ان سے پوچھا: کہاں جا رہے تھے اور تمھارا ارادہ کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا: کسریٰ کی خدمت میں مدائن جا رہے تھے...

بلاذری لکھتا ہے:

ان کے اور رستم کے درمیان کافی گفتگو ہوئی۔اس حد تک کہ انھوں نے کہا:

پیغمبر خدا ﷺ نے ہمیں نوید دی ہے کہ تمھاری سرزمین کو ہم اپنے قبضے میں لے لیں گے رستم نے جب ان سے یہ بات سنی تو حکم دیا کہ مٹی سے بھری ایک زنبیل لائی جائے۔اس کے بعد ان سے مخاطب ہو کر کہا: یہ ہمارے وطن کی مٹی ہے تم لوگ اسے لے جاؤ۔رستم کی یہ بات سننے کے بعد عمرو بن معدی کرب فوراً اٹھا اپنی ردا پھیلا دی اور مٹی کو اس میں سمیٹ کر اپنے کندھوں پر لئے ہوئے وہاں

سے چلا۔اس کے ساتھیوں نے اس سے سوال کیا کہ کس چیز نے تمھیں ایسا کرنے پر مجبور کیا؟اس نے جواب میں کہا: رستم نے جو عمل انجام دیا ہے اس سے میرے دل نے گواہی دی کہ ہم ان کی سرزمین پر قبضہ کرلیں گے اور اس کام میں کامیاب ہوں گے۔

سند کی تحقیق:

اس داستان کی سند میں دو راویوں کے نام اس طرح آئے ہیں ''عن بنت کیسان الضبیة عن بعض سبا یا القاد سیه ممن حسن اسلامه ''(الف)یعنی کیسان ضبی کی بیٹی سے اس نے جنگ قادسیہ کے ایک ایرانی اسیر سے روایت کی ہے۔جس نے اسلام قبول کیا۔

اب ہم سیف سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیسان کی بیٹی کا کیا نام تھا؟ خود کیسان کون تھا؟ایک ایرانی اسیر کا اس کے خیال میں کیا نام ہے؟ تا کہ ہم راویوں کی کتاب میں ان کو ڈھونڈ نکالتے !!

تحقیق کا نتیجہ اور داستان کا ماحصل:

سعد وقاص،عمرو ابن معدی کرب اور اشعث بن قیس قندی ــ کہ دونوں قحطانی یمانی تھے ــ و چند افراد کے ہمراہ ایلچی کے طور پر کسریٰ کے پاس بھیجا ہے کہ ان لوگوں کی راستے میں ایرانی فوج کے کمانڈر انچیف رستم فرخ زاد سے مڈبھیڑ ہوتی ہے،ان کے اور رستم کے درمیان گفتگو ہوتی ہے جس کے نتیجہ میں عمرو ایران کی سرزمین کی مٹی بھری ایک زنبیل لے کر واپس ہوتا ہے۔سیف بن عمر تمیمی خاندانی تعصب کی بنا پر یہ پسند نہیں کرتا کہ اس قسم کی مسئولیت خاندان قحطانی یمانی کا کوئی فرد انجام دے جس سے سیف عداوت و دشمنی رکھتا ہے۔اس لئے اس کے بارے میں تدبیر کی فکر میں لگتا ہے اور حسب سابق حقائق میں تحریف کرتا ہے۔اس طرح قبیلہ مضر کے اپنے افسانوی سورما عاصم بن عمرو تمیمی کو ان دو افراد کی جگہ پر رکھ کر اس گروہ کے ساتھ دربار کسریٰ میں بھیجتا ہے اور دعویٰ کرتا ہے

الف)۔تاریخ طبری طبع یورپ(۲۲۳۸/۱ ــ ۲۲۴۵)

کہ اس کے اور کسریٰ کے درمیان گفتگو ہوئی ہے جس کے نتیجہ میں کسریٰ کے ہاں سے مٹی اٹھا کر لانا عاصم بن عمرو تمیمی کے لئے دشمن پر فتحیابی کا فال نیک ثابت ہوتا ہے ۔

سیف خاندانی تعصب کی بناء پر ایک تاریخی حقیقت میں تحریف کر کے عمرو بن معدی کرب جیسے یمانی وقحطانی فرد کی ماموریت، جرأت اور شجاعت کو قلم زد کر دیتا ہے اور اس کی جگہ پر قبیلہ مضر کے اپنے افسانوی سورما عاصم بن عمرو تمیمی کو رکھ دیتا ہے۔ ایرانی فوج کے کمانڈر انچیف رستم فرخ زاد کے پاس منعقد ہونے والی مجلس و گفتگو کو کسریٰ کے دربار میں لے جا کر رستم کے حکم کو کسریٰ کے حکم میں تبدیل کر دیتا ہے اور اس طرح کے افسانے جعل کر کے محققین کو حیرت اور تشویش سے دوچار کرتا ہے .

عاصم کی تقریر

طبری نے قادسیہ کی جنگ کے آغاز میں سیف سے یوں نقل کیا ہے:

اسلامی فوج کے کمانڈر انچیف سعد وقاص نے اپنی فوج میں ایک گروہ کو حکم دیا کہ نہرین کے آبادی والے علاقوں پر حملہ کریں ۔اس گروہ کے افراد نے حکم کی تعمیل کی اور اچانک حملہ کر کے اپنے کیمپ سے بہت دور جا پہنچے ۔اس حالت میں ایک ایرانی فوج کے سوار دستہ سے دوچار ہوئے اور یہ محسوس کیا کہ اب نابودی یقینی ہے۔ جوں ہی یہ خبر سعد وقاص کو ملی تو اس نے فوراً عاصم بن عمرو تمیمی کو ان کی مدد کے لئے روانہ کیا۔ ایرانیوں نے جوں ہی عاصم کو دیکھا تو ڈر کے مارے سب فرار کر گئے !!

جب عاصم اسلامی سپاہ کے پاس پہنچا تو اس نے حسب ذیل تقریر کی:

''خدائے تعالیٰ نے یہ سرزمین اور اس کے رہنے والے تمھیں عطا کئے ہیں، تین سال سے تم اس پر قابض ہو اور ان کی طرف سے کسی قسم کا صدمہ پہنچے بغیر ان پر حکمرانی اور برتری کے مالک ہو''

اگر صبر و شکیبائی کو اپنا شیوہ بنا کر صحیح طور پر جنگ کرو گے اور اچھی طرح تلوار چلاؤ گے

اورخوب نیزہ اندازی کروگے تو خدائے تعالیٰ تمھارے ساتھ ہے،اس صورت میں
ان کا مال ومنال،عورتیں،اولاداوران کی سرزمین سب تمھارے قبضہ میں ہوگی۔
لیکن اگر خدانخواستہ کسی قسم کی کوتاہی اورسستی دکھاؤ گے تو دشمن تم پر غالب آجائے گا
اوراس ڈرسے کہ کہیں تم لوگ دوبارہ منظم ہوکران پرحملہ کرکے ان کونیست ونابود نہ کر
دو،انتہائی کوشش کرکے تم میں سے ایک آدمی کوبھی زندہ نہ چھوڑیں گے۔
اس بناپرخداکومدنظررکھو،اپنے گزشتہ افتخارات کو یادرکھواورخدا کی عنایتوں کو ہرگز نہ
بھولو۔اپنی نابودی اورشکست کے لئے دشمن کوکسی صورت میں بھی فرصت نہ دو۔کیاتم
اس خشک وبنجرسرزمین کونہیں دیکھ رہے ہو۔نہ یہاں پرکوئی آبادی ہےاورنہ پناہگاہ کہ
شکست کھانے کی صورت میں تمھاراتحفظ کرسکے؟لہٰذاابھی سے اپنی کوشش کوآخرت
اوردوسری دنیاکے لئے جاری رکھو۔

ایک اورتقریر

طبری سیف سے نقل کرکے ایک اورروایت میں لکھتا ہے:
سعدوقاص نے دشمن سے نبردآزمائی کے لئے چندعقلمنداورشجاع افرادکاانتخاب کیاجن میں
عاصم بن عمروبھی شامل تھااوران سے مخاطب ہوکربولا:
''اے عرب جماعت!تم لوگ قوم کی معروف اوراہم شخصیتیں ہوجوایران کی معروف
اوراہم شخصیتوں سے نبردآزماہونے کے لئے منتخب کئے گئے ہو،تم لوگ بہشت کے
عاشق ہوجب کہ وہ دنیا کی ہواوہوس اورزیبائیوں کی تمنارکھتے ہیں۔اس مقصد کے
پیش نظرایسانہ ہوکہ وہ اپنے دنیوی مقاصد میں تمھارے اخروی مقاصد کے مقابلے
میں بیشترتعلق خاطررکھتے ہوں!تواس صورت میں ان کی دنیاتمھاری آخرت سے

زیادہ زیبا وآباد ہوگی۔"

لہٰذا آج ایسا کام نہ کرنا جو کل عربوں کے لئے ننگ وشرمندگی کا سبب بنے!

جب جنگ شروع ہوئی تو عاصم بن عمرو تمیمی حسب ذیل رجز خوانی کرتے ہوئے میدان جنگ کی طرف حملہ آور ہوا۔

سونے کی مانند زرد گردن والا میرا سفید فام محبوب اس چاندی کے جیسا ہے جس کا غلاف سونے کا ہو۔ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ میں ایک ایسا مرد ہوں جس کا تنہا عیب دشنامی ہے۔اے میرے دشمن! یہ جان لو کہ ملامت سننا مجھے تم پر حملہ کے لئے بھڑکاتا ہے۔"

اس کے بعد ایک ایرانی مرد پر حملہ آور ہوا، وہ مرد بھاگ گیا، عاصم نے اس کا پیچھا کیا، حتی وہ مرد اپنے سپاہیوں میں گھس گیا اور عاصم کی نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ عاصم اس کا تعاقب کرتے ہوئے دشمن کے سپاہیوں کے ہجوم میں داخل ہوا اور اس کا پیچھا کرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا کہ اس کی ایک ایسے سوار سے مڈبھیڑ ہوئی جو ایک خچر کی لگام پکڑ کر اسے اپنے پیچھے کھینچ رہا تھا سوار نے جب عاصم کو دیکھا تو خچر کی لگام چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا اور اپنے آپ کو سپاہیوں کے اندر چھپا دیا انھوں نے بھی اسے پناہ دے دی عاصم خچر کو بار کے سمیت اپنی سپاہ کی طرف لے چلا اس خچر پر لدا ہوا بار، ایرانی کمانڈر انچیف کے لئے انواع واقسام کے کھانے، جیسے حلوا، شہد اور شربت وغیرہ تھے معلوم ہوا کہ وہ آدمی کمانڈر انچیف کا خانساماں تھا۔

عاصم نے کھانوں کو سعد وقاص کی خدمت میں پیش کیا اور خود اپنی جگہ لوٹا۔ سعد وقاص نے انھیں دیکھ کر حکم دیا کہ تمام مٹھائیوں کو عاصم کے افراد میں تقسیم کردیا جائے اور انھیں پیغام بھیجا کہ یہ تمھارے سردار نے تمھارے لئے بھیجا ہے، تمھیں مبارک ہو!

ارماث کا دن

سیف کی روایت کے مطابق: عاصم کی تقریر کے بعد قادسیہ کی جنگ شروع ہوگئی یہ جنگ تین دن تک جاری رہی اور ہر دن کے لئے ایک خاص نام رکھا گیا، اس کے پہلے دن کا نام ''ارماث'' تھا۔(الف)

طبری نے سیف سے روایت کرکے ارماث کے دن کے بارے میں یوں لکھا ہے:

اس دن ایرانی پوری طاقت کے ساتھ اسلامی فوج پر حملے کر رہے تھے اور جنگ کے شعلے قبیلہ اسد کے مرکز میں بھڑک اٹھے تھے، خاص کر ایران کے جنگی ہاتھیوں کے پے در پے حملوں کی وجہ سے مسلمانوں کی سوار فوج کا شیرازہ بالکل بکھر چکا تھا۔ سعد وقاص نے جب یہ حالت دیکھی تو اس نے عاصم بن عمرو کو پیغام بھیجا کہ: کیا تم تمیمی خاندان کے افراد اتنے تیز رفتار گھوڑوں اور تجربہ کار اور کارآمد اونٹوں کے باوجود دشمن کے جنگی ہاتھیوں کا کوئی علاج نہیں کر سکتے؟ قبیلہ تمیم کے لوگوں نے اور ان کے آگے آگے اس قبیلہ کے جنگجو پہلوان اور شجاع عاصم بن عمرو نے سعد کے پیغام کا مثبت جواب دیتے ہوئے کہا: جی ہاں! خدا کی قسم ہم یہ کام انجام دے سکتے ہیں اور اس کے بعد اس کام کے لئے کھڑے ہوگئے...

عاصم نے قبیلہ تمیم میں سے تجربہ کار اور ماہر تیر اندازوں اور نیزہ بازوں کے ایک گروہ کا انتخاب کیا اور جنگی ہاتھیوں سے جنگ کرنے کی حکمت عملی کے بارے میں یوں تشریح کی:

تیر انداز قبیلہ تمیم کے نیزہ بازوں کی مدد کریں، ہاتھی بان اور ہاتھیوں پر تیروں کی بوچھار کریں گے اور نیزہ باز جنگی ہاتھیوں پر پیچھے سے حملہ کریں گے اور ہاتھیوں کی پیٹیاں کاٹ کر ان کی پیٹھ پر موجود کجاوے الٹ کر گرادیں، عاصم نے خود دونوں فوجی دستوں کی قیادت سنبھالی۔

الف)۔ قعقاع کی داستان میں ان تین دنوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

قبیلہ اسد کے مرکز میں جنگ کے شعلے بدستور بھڑک رہے تھے۔ میمنہ اور میسرہ کی کوئی تمیز نہیں کر سکتا تھا۔ عاصم کے جنگجوؤں نے دشمن کے ہاتھیوں کی طرف ایک شدید حملہ کیا۔ اس طرح ایک خونین جنگ چھڑ گئی عاصم کے افراد ہاتھیوں کی دموں اور محمل کے غلاف کی جھالروں سے آویزاں ہو کر ان پر حملے کر رہے تھے اور بڑی تیزی سے ان کی پیٹیاں کاٹ رہے تھے اور دوسری طرف سے تیرانداز اور نیزہ باز بھی ہاتھی بانوں پر جان لیوا حملے کر رہے تھے اس دن (ارماث کے دن) دشمن کے ہاتھیوں میں سے نہ کوئی ہاتھی زندہ بچا اور نہ ہاتھی سوار اور کوئی محمل بھی باقی نہ بچی۔ خاندان تمیم کے تجربہ کار تیر اندازوں کی تیر اندازی سے دشمن کے تمام ہاتھی اور ہاتھی سوار بھی نابود ہوئے اور اس طرح جنگی ہاتھیوں کے اس محاذ پر دشمن کو بری شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

اسی وقت دشمن کے جنگی ہاتھی غیر مسلح ہوئے اور خاندان اسد میں جنگ کے شعلے بھی قدرے بجھ گئے۔ سوار فوجی اس گرما گرم میدان جنگ سے واپس آ رہے تھے۔ اس دن عاصم لشکر اسلام کا پشت پناہ تھا۔

قادسیہ کی جنگ کے اس پہلے دن کا نام ''ارماث'' رکھا گیا ہے۔ اسی داستان کے ضمن میں سیف کہتا ہے:

جب سعد وقاص کی بیوی سلمیٰ ۔ جو پہلے مثنیٰ کی بیوی تھی ۔ نے ایرانی فوج کے حملے اور ان کی شان و شوکت کا قبیلہ اسد کے مرکز میں مشاہدہ کیا تو فریاد بلند کر کے کہنے لگی: کہاں ہوا مثنیٰ! ان سواروں میں مثنیٰ موجود نہیں ہے، اس لئے اس طرح تہس نہس ہو رہے ہیں، اگر ان میں مثنیٰ ہوتا تو دشمن کو نیست و نابود کر کے رکھ دیتا!

سعد، بیمار اور صاحب فراش تھا، اپنی بیوی کی ان باتوں سے مشتعل ہوا اور سلمیٰ کو ایک زوردار تھپڑ مار کے تند آواز میں بولا: مثنیٰ کہاں اور یہ دلیر چابک کہاں! جو بہادری کے ساتھ میدان جنگ کو ادارہ کر رہے ہیں۔ سعد کا مقصود خاندان اسد، عاصم بن عمرو اور خاندان تمیم کے افراد تھے۔

یہ وہ مطالب تھے جنھیں طبری نے سیف بن عمر تمیمی سے نقل کر کے روز ''ارماث'' اور اس دن کے واقعات کے تحت درج کیا ہے۔

حموی لفظ ''ارماث'' کی تشریح میں قمطراز ہے:

گویا ''ارماث'' لفظ ''رمث'' کی جمع ہے۔ یہ ایک بیابانی سبزی کا نام ہے۔

بہر حال ''ارماث'' جنگ قادسیہ کے دنوں میں سے پہلا دن ہے۔ عاصم بن عمرو اس کے بارے میں اس طرح شعر کہتا ہے:

''ہم نے ''ارماث'' کے دن اپنے گروہ کی حمایت کی اور ایک گروہ نے اپنی نیک کارکردگی کی بناء پر دوسرے گروہ پر سبقت حاصل کی''

یہ ان مطالب کا خلاصہ تھا جنھیں سیف نے ''ارماث'' کے دن کی جنگ اور عاصم کی شجاعت کے بارے میں ذکر کیا ہے۔ دوسرے دن کو روز ''اغواث'' کا نام رکھا گیا ہے۔

روز ''اغواث''

روز ''اغواث'' کے بارے میں طبری نے قادسیہ کی جنگ کے دوسرے دن کے واقعات کے ضمن میں سیف سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

اس دن خلیفہ عمرؓ بن خطاب کی طرف سے ایک قاصد، چار تلواریں اور چار گھوڑے لے کر جنگ قادسیہ کے کمانڈر انچیف سعد وقاص کی خدمت میں پہنچا کہ وہ انھیں بہترین جنگجوؤں اور مجاہدوں میں تحفے کے طور پر تقسیم کرے۔ سعد نے ان میں سے تین تلواریں قبیلہ اسد کے دلاوروں میں تقسیم کیں اور چوتھی تلوار عاصم بن عمرو تمیمی کو تحفے کے طور پر دی اور تین گھوڑے خاندان تمیم کے پہلوانوں میں تقسیم کئے اور چوتھا گھوڑا بنی اسد کے ایک سپاہی کو دیا۔ اس طرح عمرؓ کے تحفے صرف اسد اور تمیم کے دو قبیلوں میں تقسیم کئے گئے۔

روز ''عماس''

جنگ قادسیہ کا تیسرا دن ''عماس'' ہے۔

طبری ''عماس'' کے دن کے جنگ کے بارے میں سیف سے نقل کر کے یوں بیان کرتا ہے:

قعقاع نے روز ''عماس'' کی شام کو اپنے سپاہیوں کو دوست و دشمنوں کی نظروں سے بچا کر مخفی طور سے اسی جگہ لے جا کر جمع کیا، جہاں پر روز ''اغواث'' کی صبح کو اپنے سپاہیوں کو جمع کر کے دس دس افراد کی ٹولیوں میں تقسیم کر کے میدان جنگ میں آنے کا حکم دیا تھا۔ فرق صرف یہ تھا کہ اب کی بار حکم دیا کہ پو پھٹتے ہی سو، سو افراد کی ٹولیوں میں سپاہی میدان جنگ میں داخل ہوں تا کہ اسلام کے سپاہی مدد پہنچنے کے خیال سے ہمت پیدا کر سکیں اور دشمن پر فتح پانے کی امید بڑھ جائے، قعقاع کے بھائی عاصم نے بھی اپنے سواروں کے ہمراہ یہی کام انجام دیا اور ان دو تمیمی بھائیوں کی جنگی چال کے سبب اسلام کے سپاہیوں کے حوصلے بلند ہو گئے۔

سیف کہتا ہے: ''عماس'' کے دن دشمن کے جنگی ہاتھیوں نے ایک بار پھر اسلامی فوج کی منظم صفوں میں بھگدڑ مچا کر ''ارماث'' کے دن کی طرح اسلامی فوج کے شیرازہ کو بکھیر کر رکھ دیا۔ سعد نے جنگی ہاتھیوں کے پے در پے حملوں کا مشاہدہ کیا، تو خاندان تمیم کے نا قابل شکست دو بھائیوں قعقاع و عاصم ابن عمرو کو پیغام بھیجا اور ان سے کہا کہ سرگروہ اور پیش قدم سفید ہاتھی کا کام تمام کر کے اسلام کے سپاہیوں کو ان کے شر سے نجات دلائیں۔ کیوں کہ باقی ہاتھی اس سفید ہاتھی کی پیروی میں آگے بڑھ رہے تھے۔

قعقاع اور عاصم نے دشمن کے جنگی ہاتھیوں سے مقابلہ کرنے کے لئے اپنے آپ کو آمادہ کیا انھوں نے دو محکم اور نرم نیزے اٹھا لئے اور پیدل اور سوار فوجوں کے بیچوں بیچ سفید ہاتھی کی طرف دوڑے اور اپنے سپاہیوں کو بھی حکم دیا کہ چاروں طرف سے اس ہاتھی پر حملہ کر کے اسے پریشان کریں

جب وہ اس ہاتھی کے بالکل نزدیک پہنچے تو اچانک حملہ کیا اور دونوں بھائیوں نے ایک ساتھ اپنے نیزے سفید ہاتھی کی آنکھوں میں بھونک دیئے۔ ہاتھی نے درد کے مارے تڑپتے ہوئے اپنے سوار کو زمین پر گرادیا اور زور سے اپنے سر کو ہلاتے ہوئے اپنی سونڈ اوپر اٹھائی اور ایک طرف گر گیا۔ قعقاع نے تلوار کی ایک ضرب سے اس کی سونڈ کاٹ ڈالی۔

سیف نے عاصم بن عمرو کے لئے ''لیلة الھریر'' سے پہلے اور اس کے بعد کے واقعات میں بھی شجاعتوں، دلاوریوں کی داستانیں گڑھی ہیں اور ان کے آخر میں کہتا ہے:

جب دشمن کے سپاہیوں نے بری طرح شکست کھائی اور مسلمان فتحیاب ہوئے تو ایرانی فوجی بھاگ کھڑے ہوئے۔ بعض ایرانی سرداروں اور جنگجوؤں نے فرار کی ذلت کو قبول نہ کرتے ہوئے اپنی جگہ پر ڈٹے رہنے کا فیصلہ کیا۔ ان کے ہی برابر کے چند مشہور اور نامور عرب سپاہی ان کے مقابلے میں آئے اور دوبارہ دست بدست جنگ شروع ہوئی۔ ان مسلمان دلاوروں میں دو تمیمی بھائی قعقاع اور عاصم بھی تھے۔ عاصم نے اس دست بدست جنگ میں اپنے ہم پلہ ایک نامور ایرانی پہلوان زاد بھش، جو ایک نامور اور بہادر ایرانی جنگجو تھا، کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ [۶] اور اسی طرح قعقاع نے بھی اپنے ہم پلہ پہلوان کو قتل کر ڈالا۔

تاریخ اسلام کی کتابوں میں اس داستان کی اشاعت:

جو کچھ یہاں تک بیان ہوا یہ سیف کی وہ باتیں تھیں جو اس نے ناقابل شکست پہلوان، شہسوار، دلیر عرب، شجاع، قعقاع بن عمرو تمیمی نامی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی نامور سیاستداں اور جنگی میدانوں کے بہادر اس کے بھائی اور صحابی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عاصم بن عمر تمیمی کے بارے میں بیان کی ہیں۔ سیف بن عمر تمیمی کے ان دو افسانوی بھائیوں ـــ جو سیف کے ذہن کی تخلیق ہیں ـــ کی داستانوں کو امام المؤرخین طبری نے سیف سے نقل کر کے اپنی معتبر اور گراں قدر کتاب میں درج کیا ہے، اور اس کے بعد دوسرے مورخین، جیسے ابن اثیر اور ابن خلدون نے بھی ان روایتوں کی سند کا

اشارہ کئے بغیر طبری سے نقل کر کے انھیں اپنی تاریخ کی کتابوں میں درج کیا ہے۔ اس طرح ابن کثیر نے اس داستان کو طبری سے نقل کرتے ہوئے گیارہ جگہوں پر سیف کا نام لیا ہے۔

سند کی تحقیق:

ان داستانوں کی سند میں چند راوی مثل نضر بن سری تین روایتوں میں، ابن رفیل اور حمید بن ابی شجار ایک ایک روایت میں ذکر ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ محمد اور زیادہ کا نام بھی راویوں کے طور پر لیا گیا ہے۔ ان سب راویوں کے بارے میں ہم نے مکرر لکھا ہے کہ وہ حقیقت میں وجود ہی نہیں رکھتے اور سیف کے جعلی راوی ہیں۔

تحقیق کا نتیجہ

یہاں تک ہم نے عاصم کے بارے میں سیف کی روایتوں ''گائے کا دن'' اور قاسیہ کی جنگ کے تین دنوں کے بارے میں پڑتال کی اور حسب ذیل نتیجہ واضح ہوا:

سیف منفرد شخص ہے جو یہ کہتا ہے کہ علاقۂ میسان کے کچھار میں گائے نے عاصم بن عمرو سے گفتگو کی اور حجاج بن یوسف ثقفی کی تحقیق کو اس کی تائید کے طور بیان کرتا ہے حجاج بن یوسف ثقفی برسوں بعد اس داستان کے بارے میں تحقیق کرتا ہے، عینی شاہد اس کے سامنے شہادت دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ داستان بالکل صحیح ہے اور اس میں کسی قسم کا تعجب نہیں ہے اگر چہ آپ اسے باور نہ کریں گے، کیوں کہ اگر ہم بھی آپ کی جگہ پر ہوتے اور ایسی داستان سنتے تو ہم بھی یقین نہ کرتے۔ اس وقت حجاج اس مرد خدا (عاصم) اور کامل روحانی شخص ـــــــ جس کی تلاش اسے پہلے ہی سے تھی ـــــــ کے بارے میں سر ہلاتے ہوئے تصدیق کرتا ہے اور خاص کر تاکید کرتا ہے کہ وہ تمام افراد جنھوں نے جنگ قادسیہ میں شرکت کی ہے، وقت کے پارسا اور نیک افراد تھے۔ یہ سب تاکید پر تاکید گفتگو، تائید و تردید اس لئے ہے کہ سیف بن عمر جس نے تن تنہا اس افسانہ کو جعل کر کے نقل کیا ہے، دوسروں کو قبول

کرائے کہ یہ واقعہ افسانہ نہیں ہے اور کسی کے ذہن کی تخلیق نہیں ہے اور اس قصہ میں کسی قسم کی بد نیتی اور خود غرضی نہیں ہے بلکہ یہ ایک حقیقت تھی جو واقع ہوئی ہے تا کہ آنے والی نسلیں اس قسم کے افسانوں کو طبری کی کتاب تاریخ میں پڑھیں اور یقین کریں کہ طبری کے تمام مطالب حقیقت پر مبنی ہیں۔ نتیجہ کے طور پر اسلام کے حقائق آیات الٰہی اور پیغمبروںؑ کے معجزات کا آسانی کے ساتھ انکار کرنا ممکن ہو جائے گا اور ایسے موقع پر سیف اور سیف جیسے دیگر لوگ خوشیوں سے پھولے نہیں سمائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ سیف کے ہم مسلک اور ہم عقیدہ لوگ طبری کو شاباش اور آفرین کہتے ہیں اور اسے پیار کرتے ہیں۔ اور ہم بھی کہتے ہیں: ''شاباش'' ہو تم پر طبری!!

بہر حال سیف نے میسان کے کچھار میں چھپا کے رکھی گئی گائے کی عاصم سے باتیں کرنے کا افسانہ گڑھا ہے، جب کہ دوسرے مورخوں نے کہا ہے کہ: جب سعد کی سپاہ کو مویشیوں کے لئے چارہ اور اپنے لئے کھانے کی ضرورت ہوئی تھی تو سعد وقاص حکم دیتا تھا کہ دریائے فرات کے نچلے علاقوں میں جا کر لوٹ مار کر کے اپنی ضرورتوں کی چیزیں حاصل کریں۔ ان دنوں سپاہ کے حالات کے پیش نظر یہی موضوع بالکل مناسب اور ہماہنگ نظر آتا ہے۔

اسی طرح سیف کہتا ہے کہ کسریٰ نے اس کی خدمت میں آئے ہوئے شریف اور محترم قاصدوں کے ذریعہ سرزمین ایران کی مٹی بھیجنے کا حکم دیا عاصم بن عمرو تمیمی مضری، کسریٰ کے اس عمل کو نیک شگون جانتا ہے اور مٹی کو اٹھا کر سعد وقاص کے پاس پہنچتا ہے اور دشمن پر فتح و کامرانی کی نوید دیتا ہے۔ جب کہ دوسروں نے لکھا ہے کہ ایرانیوں کے سپہ سالار رستم نے ایسا کیا تھا اور جو شخص مٹی کو سعد کے پاس لے گیا وہ عمر بن معدی کرب قحطانی یمانی تھا۔

اس کے علاوہ سیف وہ منفرد شخص ہے جو عاصم کی جنگوں، تقریروں، رجز خوانیوں، جنگ قادسیہ میں ''ارماث''، ''اغواث'' اور ''عماس'' کے دن اس کی شجاعتوں اور دلاوریوں کی تعریفوں کے پل باندھتا ہے، جب کہ دینوری اور بلاذری نے قادسیہ کی جنگ کے بارے میں مکمل اور مفصل تشریح

کی ہے اوران میں سے کسی نے بھی ''ارماث''، ''اغواث'' اور ''عماس'' کا نام تک نہیں لیا ہے اور سیف کے یہ تمام افسانے بھی ان کے ہاں نہیں ملتے۔ہم نے یہاں پر بحث کے طولانی ہونے کے اندیشہ سے جنگ قادسیہ کے بارے میں بلاذری اور دینوری کی تفصیلات بیان کرنے سے پرہیز کیا ہےاور قارئین کرام سےاس کے مطالعہ کی درخواست کرتے ہیں۔

قادسیہ کے بارے میں سیف کی روایتوں کے نتائج:

ا۔میسان کے کچھار میں گائے کا اس کے ساتھ فصیح عربی زبان میں بات کرنے کا افسانہ کے ذریعہ صحابی بزرگوار اور خاندان تمیم کے نامور پہلوان عاصم بن عمرو کے لئے کرامت جعل کرنا۔

۲۔دربار کسریٰ میں بھیجے گئے گروہ میں عاصم بن عمرو کی موجودگی اور اس کا اچانک اور ناگہانی طور پر مٹی کو اٹھا کر سعد وقاص کے پاس لے جانا اور اس فعل کو نیک شگون سے تعبیر کرنا۔

۳۔عمرو تمیمی کے دو بیٹوں قعقاع اور عاصم کو ایسی بلندی، اہمیت اور مقام ومنزلت کا حامل دکھانا کہ تمام کامیابیوں کی کلید انہی کے پاس ہے۔کیا یہ عاصم ہی نہیں تھا جس کے حکم سے خاندان تمیم کے تیراندازوں اور نیزہ برداروں نے دشمن کے ہاتھیوں اوران کے سواروں کو نابود کرکے رکھ دیا اور ہاتھیوں کی پیٹھ پر جو کچھ تھا ''ارماث'' کے دن انھوں نے اسے نیچے گرادیا؟!

۴۔یہ کہنا کہ مثنیٰ کہاں اور عاصم جیسا شیر دل پہلوان کہاں!! تاکہ مثنیٰ کی سابقہ بیوی سلمیٰ پھر کبھی زبان درازی نہ کرے اور ایسے لشکر شکن پہلوان ــــ جو جنگ کرتا ہے اور دوسرے مجاہدوں کی مدد بھی کرتا ہے ــــ کو حقیر نہ سمجھے۔

۵۔سب سے آگے آنے والے سفید ہاتھی کا کام تمام کرنے کے بعد ہاتھی سوار فوجی دستے کو درہم برہم کرکے ایرانیوں کو بھگا کر دو افسانوی پہلوانوں قعقاع اور عاصم کے لئے فخر ومباہات میں اضافہ کرنا۔

قبیلہ نزار اور خاندان تمیم کے لئے سیف نے یہ اور اس قسم کے دسیوں افتخارات جعل کئے ہیں تا کہ طبری، ابن عساکر، ابن اثیر، ابن کثیر اور ابن خلدون جیسے مورخین انھیں اپنی تاریخ کی کتابوں میں درج کریں اور صدیاں گزر جانے کے بعد دین کو سطحی اور ظاہری نگاہ سے دیکھنے والے انھیں آنکھوں سے لگائیں اور مضر، نزار اور خاص کر خاندان تمیم کو شاباشی دیں! اور اس کے مقابلے میں ان کے دشمنوں، یعنی قحطانی یمانی قبیلوں ــ جن کے بارے میں سیف نے بے حد رسوائیاں اور جھوٹ کے پوٹ گڑھے ہیں ــ سے لوگوں کے دلوں میں غصہ و نفرت پیدا ہو جائے اور وہ رہتی دنیا تک انھیں لعنت و ملامت کرتے رہیں۔

عاصم ''جراثیم'' کے دن!

قتلوا عامتهم ونجا منهم عورانا

اسلام کے سپاہیوں نے دشمن کے سپاہیوں کا یک جا قتل عام کیا۔ ان میں صرف وہ لوگ بچ رہے جو اپنی آنکھ کھو چکے تھے۔

(سیف بن عمر)

سیف نے ''جراثیم کے دن'' کی داستان مختلف روایتوں میں نقل کی ہے۔ یہاں پر ہم پہلے روایتوں کو بیان کریں گے اور اس کے بعد ان کے متن وسند پر تحقیق کریں گے:

ا۔ جریر طبری سیف سے نقل کرتے ہوئے روایت کرتا ہے:

سعد وقاص — سپہ سالار اعظم — قادسیہ کی جنگ میں فتح پانے کے بعد ایک مدت تک دریائے دجلہ کے کنارے پر حیران و پریشان سوچتا رہا کہ اس وسیع دریا کو کیسے عبور کیا جائے؟! کیوں کہ اس سال دریائے دجلہ تلاطم اور طغیانی کی حالت میں موجیں مار رہا تھا۔

سعد وقاص نے اتفاقاً خواب دیکھا تھا کہ مسلمانوں کے سپاہی دریائے دجلہ کو عبور کر کے دوسرے کنارے پر پہنچ چکے ہیں۔لہٰذا اس نے فیصلہ کیا کہ اس خواب کو شرمندہ تعبیر کرے اس نے اپنے سپاہیوں کو جمع کیا اور خدا کی بارگاہ میں حمد وثنا کے بعد یوں بولا:

تمھارے دشمن نے تمھارے خوف سے اس عظیم اور وسیع دریا کی پناہ لی ہے اور ان تک تمھاری رسائی ممکن نہیں ہے، جب کہ وہ اپنی کشتیوں کے ذریعہ تم لوگوں تک رسائی رکھتے ہیں اور جب چاہیں ان کشتیوں کے ذریعہ تم پر حملہ آور ہو سکتے ہیں... یہاں تک کہ اس نے کہا:

یہ جان لو کہ میں نے قطعی فیصلہ کر لیا ہے کہ دریا کو عبور کر کے ان پر حملہ کروں گا۔سپاہیوں نے ایک آواز میں جواب دیا: خدائے تعالیٰ آپ کا اور ہمارا راہنما ہے، جو چاہیں حکم دیں! اور سپاہیوں نے اپنے آپ کو دجلہ پار کرنے کے لئے آمادہ کیا۔سعد نے کہا: تم لوگوں میں سے کون آگے بڑھنے کے لئے تیار ہے جو دریا پار کر کے ساحل پر قبصہ کر لے وہاں پر پاؤں جمائے اور باقی سپاہی امن وسکون کے ساتھ اس سے ملحق ہو جائیں اور دشمن کے سپاہی دجلہ میں ان کی پیش قدمی کو روک نہ سکیں؟ عربوں کا نامور پہلوان عاصم بن عمرو پہلا شخص تھا جس نے آگے بڑھ کر سعد کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے اپنی آمادگی کا اعلان کیا۔عاصم کے بعد چھ سو شجاع جنگجو بھی عاصم سے تعاون کرنے کے لئے آگے بڑھے سعد وقاص نے عاصم کو ان چھ سو افراد کے گروہ کا کمانڈر معین کیا۔

عاصم اپنے ساتھیوں کے ہمراہ دریا کے کنارے پر پہنچ گیا اور ان سے مخاطب ہو کر بولا: تم لوگوں میں سے کون حاضر ہے جو میرے ساتھ دشمن پر حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھے۔ہم دریا کے دوسرے ساحل کو دشمنوں کے قبضہ سے آزاد کر دیں گے اور اس کی حفاظت کریں گے تا کہ باقی سپاہی بھی ہم سے ملحق ہو جائیں؟ ان لوگوں میں سے ساٹھ آدمی آگے بڑھے، عاصم نے انھیں تیس تیس نفر کی دو ٹولیوں میں تقسیم کیا اور گھوڑوں پر سوار کیا تا کہ پانی میں دوسرے ساحل تک پہنچنے میں آسانی ہو جائے۔اس کے بعد ان ساٹھ افراد کے ساتھ خود بھی دریائے دجلہ میں اتر گیا۔

جب ایرانیوں نے مسلمانوں کے اس فوجی دستے کو دریا عبور کر کے آگے بڑھتے دیکھا، تو انھوں نے اپنی فوج میں سے ان کی تعداد کے برابر فوجی سواروں کو مقابلہ کے لئے آمادہ کر کے آگے بھیج دیا۔ ایران کے سپاہیوں کا ساٹھ نفری گروہ عاصم کے ساٹھ نفری گروہ ۔ جو بڑی تیزی کے ساتھ ساحل کے نزدیک پہنچ رہے تھے ۔ کے مقابلے کے لئے آمنے سامنے پہنچا۔ اس موقع پر عاصم نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر بلند آواز میں کہا: نیزے! نیزے! اپنے نیزوں کو ایرانیوں کی طرف بڑھاؤ اور ان کی آنکھوں کو نشانہ بناؤ! اور آگے بڑھو! عاصم کے سواروں نے دشمنوں کی آنکھوں کو نشانہ بنا یا اور آگے بڑھے۔ ایرانیوں نے جب یہ دیکھا تو وہ پیچھے ہٹنے لگے۔ لیکن تب تک مسلمان ان کے قریب پہنچ چکے تھے اور تلواروں سے ان سب کا کام تمام کر کے رکھ دیا۔ جو بھی ان میں بچا وہ اپنی ایک آنکھ کھو چکا تھا۔ اس فتح کے بعد عاصم کے دیگر افراد بھی کسی مزاحمت اور مشکل کے بغیر اپنے ساتھیوں سے جا ملے۔

سعد وقاص جب عاصم بن عمرو کے ہاتھوں ساحل پر قبضہ کرنے سے مطمئن ہوا تو اس نے اپنے سپاہیوں کو آگے بڑھنے اور دریائے دجلہ عبور کرنے کا حکم دیا اور کہا: اس دعا کو پڑھنے کے بعد دریائے دجلہ میں کود پڑو:

"ہم خدا سے مدد چاہتے ہیں اور اسی پر توکل کرتے ہیں۔ ہمارے لئے خدا کافی ہے اور وہ بہترین پشت پناہ ہے۔ خدائے تعالیٰ کے علاوہ کوئی مددگار اور طاقتور نہیں ہے"

اس دعا کے پڑھنے کے بعد سعد کے اکثر سپاہی دریا میں کود پڑے اور دریا کی پر تلاطم امواج پر سوار ہو گئے۔ دریائے دجلہ سے عبور کرتے ہوئے سپاہی آپس میں معمول کے مطابق گفتگو کر رہے تھے ایک دوسرے کے دوش بدوش ایسے محو گفتگو تھے جیسے وہ ہموار زمین پر ٹہل رہے ہوں۔

ایرانیوں کو جب ایسے خلاف توقع اور حیرت انگیز حالات کا سامنا ہوا تو سب کچھ چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور اس طرح مسلمان ۱۶ھ کو صفر کے مہینہ میں مدائن میں داخل ہو گئے۔

۲۔ ایک اور حدیث میں ابو عثمان نہدی نامی ایک مرد سے سیف ایسی ہی داستان نقل کرتا ہے، یہاں تک کہ راوی کہتا ہے:

دریائے دجلہ سپاہیوں، منجملہ پیدل، سواروں اور چوپایوں سے اس قدر بھر چکا تھا کہ ساحل سے دیکھنے والے کو پانی نظر نہیں آتا تھا، کیوں کہ اسلام کے سپاہیوں نے حد نظر تک پورے دریا کو ڈھانپ رکھا تھا۔

دجلہ کو عبور کرنے کے بعد سواروں نے ساحل پر قدم رکھا۔ گھوڑے ہنہنا رہے تھے اور اپنی یال و گردن کو زور سے ہلا رہے تھے اور اس طرح ان کی یال و گردن سے پانی کے قطرات دور دور تک جا گرتے تھے۔ جب دشمن نے یہ عجیب حالت دیکھی تو فرار کر گئے۔

۳۔ ایک اور روایت میں کہتا ہے:

سعد وقاص اپنی فوج کو دریا میں کودنے کا حکم دینے سے پہلے دریائے دجلہ کے کنارے پر کھڑا ہو کر عاصم اور اس کے سپاہیوں کا مشاہدہ کر رہا تھا جو دریا میں دشمنوں کے ساتھ لڑ رہے تھے، اسی اثناء میں وہ اچانک بول اٹھا: خدا کی قسم! اگر ''خرساء'' فوجی دستہ ۔ قعقاع کی کمانڈ میں فوجی دستہ کو سیف نے خرساء دستہ نام دے رکھا تھا ۔ ان کی جگہ پر ہوتا اور دشمن سے نبرد آزما ہوتا تو ایسی ہی بہتر اور نتیجہ بخش صورت میں لڑتا۔ اس طرح اس نے فوجی دستہ ''اھوال'' ۔ عاصم کی کمانڈ میں افراد کو سیف نے اھوال نام رکھا تھا ۔ جو پانی اور ساحل پر لڑ رہے تھے، کی خرسا فوجی دستے سے تشبیہ دی ہے.. یہاں تک کہ وہ کہتا ہے:

جب عاصم کی کمانڈ میں فوجی دستہ ''اھوال'' کے تمام افراد نے ساحل پر اتر کر اس پر قبضہ کر لیا تو سعد وقاص اپنے دیگر سپاہیوں کے ساتھ دریائے دجلہ میں اترا۔ سلمان فارسی سعد وقاص کے شانہ بہ شانہ دریا میں چل رہے تھے یہ عظیم اور وسیع دریا اسلام کے سوار سپاہیوں سے بھر چکا تھا۔ اس حالت میں سعد وقاص نے یہ دعا پڑھی:

"خدا ہمارے لئے کافی ہے اور وہ ہمارے لئے بہترین پناہ گاہ ہے خدا کی قسم! پرور دگار اپنے دوستوں کی مدد کرتا ہے، اس کے دین کو واضح کرتا ہے اور اس کے دشمن کو نابود کرتا ہے، اس شرط پر کہ فوج گمراہی اور گناہ سے پاک ہو اور برائیاں خوبیوں پر غلبہ نہ پائیں"

سلمان نے سعد سے مخاطب ہو کر کہا: اسلام ایک جدید دین ہے، خدا نے دریاؤں کو مسلمانوں کا مطیع بنا دیا ہے جس طرح زمینوں کو ان کے لئے مسخر کیا ہے۔ اس کی قسم، جس کے ہاتھ میں سلمان کی جان ہے! اس عظیم دریا سے سب لوگ جوق در جوق صحیح و سالم عبور کریں گے، جیسے انھوں نے گروہ گروہ دریا میں قدم رکھا تھا ان میں سے ایک فرد بھی غرق نہیں ہوگا۔

دریائے دجلہ اسلام کے سپاہیوں سے سیاہ نظر آرہا تھا اور ساحل سے پانی دکھائی نہیں دیتا تھا اکثر افراد پانی میں اسی طرح آپس میں گفتگو کر رہے تھے جیسے خشکی پر ٹہلتے ہوئے باتیں کرتے ہوں ۔سلمان کی پیشنگوئی کے مطابق سب سپاہی دریا سے صحیح و سالم باہر آ گئے۔ نہ کوئی غرق ہوا اور نہ ان کے اموال میں سے کوئی چیز کم ہوئی۔

۴۔ ایک دوسری روایت میں ایک اور راوی سے نقل کر کے کہتا ہے:

...سب خیریت سے ساحل تک پہنچ گئے۔ لیکن قبیلہ بارق کا غرقدہ نامی ایک مرد اپنے سرخ گھوڑے سے دریائے دجلہ میں گر گیا۔ گویا کہ میں اس وقت بھی اس گھوڑے کو دیکھ رہا ہوں جو زین کے بغیر ہے اور خود کو ہلا رہا ہے اور اپنی یال و گردن سے پانی کے چھینٹے ہوا میں اڑا رہا ہے۔ غرقدہ، جو پانی میں ڈبکیاں لگا رہا تھا، اسی اثنا میں قعقاع نے اپنے گھوڑے کا رخ ڈوبتے ہوئے غرقدہ کی طرف موڑ لیا اور اپنے ہاتھ کو بڑھا کر غرقدہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے ساحل تک کھینچ لایا۔ قبیلہ بارق کا یہ شخص، غرقدہ ایک نامور پہلوان تھا، وہ قعقاع کی طرف مخاطب ہو کر بولا: "اے قعقاع بہنیں تم جیسے شخص کو پھر کبھی جنم نہیں دیں گی! وجہ یہ تھی کہ قعقاع کی ماں اس مرد کے قبیلہ، یعنی قبیلہ بارق سے تھی۔

۵۔ایک اور روایت میں ایک دوسرے راوی سے اس طرح نقل کرتا ہے:

اس لشکر کے مال و اثاثہ سے کوئی چیز ضائع نہیں ہوئی۔صرف مالک بن عامر نامی ایک سپاہی ۔ جو قریش کے ہم معاہدہ قبیلہ عنز سے تھا ۔ کا برتن بندھن فرسودہ ہوکر ٹوٹنے کی وجہ سے پانی میں گر گیا تھا اور پانی اسے بہالے گیا تھا۔عامر بن مالک نام کا ایک شخص مالک کے شانہ بہ شانہ پانی میں چل رہا تھا،اس نے مالک سے مذاق کرتے ہوئے کہا: تقدیر تمھارا برتن بہالے گئی!مالک نے جواب میں کہا: میں سیدھے راستے پر ہوں اور خدائے تعالیٰ اتنے بڑے لشکر میں سے میرے برتن کو ہرگز مجھ سے نہیں چھینے گا!جب سب لوگ دریا سے عبور کر گئے،تو ایک شخص جو دریا کے نچلے حصے میں محافظت کر رہا تھا۔اس نے ایک برتن کو دیکھا جسے دریا کی لہریں ساحل کی طرف پھینک چکی تھیں ۔وہ شخص اپنے نیزے سے اس برتن کو پانی سے نکال کر کیمپ میں لے آیا۔مالک نے اپنے برتن کو حاصل کرتے ہوئے عامر سے مخاطب ہوکر کہا: کیا میں نے سچ نہیں کہا تھا؟

۶ ۔سیف ایک اور راوی سے نقل کرتے ہوئے ایک دوسری روایت میں یوں کہتا ہے:

جب سعد وقاص نے لوگوں کو حکم دیا کہ دریائے دجلہ کو عبور کریں،سب پانی میں اتر گئے اور دو دو آدمی شانہ بہ شانہ آگے بڑھتے رہے۔دریائے دجلہ میں پانی کی سطح کافی حد تک اوپر آچکی تھی۔سلمان فارسی،سعد وقاص کے شانہ بہ شانہ چل رہے تھے۔اسی اثناء میں سعد نے کہا: یہ ''خدائے تعالیٰ کی قدرت ہے!!'' دریائے دجلہ کی پر تلاطم لہریں انہیں اپنے ساتھ اوپر نیچے لے جارہی تھیں ۔ مسلمان آگے بڑھ رہے تھے۔اگر اس دوران کوئی گھوڑا تھک جاتا تو دریا کی تہہ سے زمین کا ایک ٹکڑا اوپر اٹھ کر تھکے ہوئے گھوڑے کے چار پاؤں کے بالکل نیچے آجاتا تھا اور وہ گھوڑا اس پر رک کر تھکاوٹ دور کرتا تھا،جیسے کہ گھوڑا کسی خشک زمین پر کھڑا ہو!!مدائن کی طرف اس پیش قدمی میں اس سے بڑھ کر کوئی حیرت انگیز واقعہ پیش نہیں آیا۔اس دن کو ''یوم الماء''یعنی پانی کا دن یا ''یوم الجراثیم'' یعنی زمین کے ٹکڑے کا دن کہتے ہیں۔

۷۔ پھر ایک حدیث میں ایک راوی سے نقل کر کے لکھتا ہے:

بعض لوگوں نے روایت کی ہے کہ جس دن اسلام کے سپاہی دریائے دجلہ سے عبور کرنے کے لئے اس میں کود پڑے اس دن کو زمین کے ٹکڑے کا دن نام رکھا گیا ہے۔ کیونکہ جب بھی کوئی سپاہی تھک جاتا تھا تو فوراً دریا کی تہہ سے زمین کا ایک ٹکڑا اوپر اٹھ کر اس کے پاؤں کے نیچے قرار پا جاتا تھا اور وہ اس پر ٹھہر کر اپنی تھکاوٹ دور کرتا تھا۔

۸۔ ایک اور حدیث میں ایک اور راوی سے نقل کرتا ہے:

ہم دریائے دجلہ میں کود پڑے جب کہ اس کی موجوں میں تلاطم اور لہریں بہت اونچی اٹھ رہی تھیں۔ جب ہم اس کے عمیق ترین نقطہ پر پہنچ گئے تھے تو پانی گھوڑے کی پیٹی تک بھی نہیں پہنچتا تھا۔

۹۔ سرانجام ایک دوسری حدیث میں ایک اور راوی سے روایت کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ راوی کہتا ہے:

جس وقت ہم مدائن کی طرف پیش قدمی کر رہے تھے، ایرانیوں نے ہمیں دریائے دجلہ سے عبور کرتے ہوئے دیکھا تو وہ ہمیں بھوتوں سے تشبیہ دے رہے تھے اور فارسی میں آپس میں ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے: بھوت آ گئے ہیں! بعض کہتے تھے: خدا کی قسم ہم انسانوں سے نہیں بلکہ جنوں سے جنگ کر رہے ہیں۔

اس لئے سب ایرانی فرار کر گئے

تاریخ کی کتابوں میں سیف کی روایتوں کی اشاعت:

مذکورہ تمام نو روایتوں کو طبری نے سیف سے نقل کر کے اپنی کتاب میں درج کیا ہے اور جو تاریخ لکھنے والے طبری کے بعد آئے ہیں، ان سبوں نے روایات کی سند کا کوئی اشارہ کئے بغیر انھیں طبری سے نقل کر کے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔

ابونعیم نے بھی احادیث میں سے بعض کو بلاواسطہ سیف سے لے کر "**دلائل النبوة**" نامی

اپنی کتاب میں درج کیا ہے۔

لیکن دریائے دجلہ کو عبور کرنے کے سلسلے میں دوسرے کیا لکھتے ہیں؟ ملاحظہ فرمایئے:

حموی، کوفہ کے بارے میں کی گئی اپنی تشریح کے ضمن میں ایرانی فوج کے سپہ سالار رستم فرخ زاد اور قادسیہ کی جنگ کے بارے میں اشارہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

ایرانی کسان، اسلامی فوج کو ایرانی سپاہیوں کی کمزوریوں کے بارے میں راہنمائی کرکے مسلمانوں کے ساتھ اپنی ہمدردی اور دلچسپی کا مظاہرہ کرتے تھے اس کے علاوہ ان کو تحفے تحائف دے کر اور ان کے لئے روزانہ بازار قائم کرکے اپنے آپ کو بیشتر اسلام اور اس کی سپاہ کے نزدیک لاتے تھے، سعد بن وقاص نے بزرگ مہر (ایرانی کمانڈر) کو پکڑنے کے لئے مدائن کی طرف عزیمت کی...

یہاں تک کہ وہ لکھتا ہے:

اس نے دریائے دجلہ پر کوئی پل نہیں پایا کہ اپنی فوج کو دریا کے اس پار لے جائے بالآخر مدائن کے جنوب میں صیادین کی جگہ اس کی راہنمائی کی گئی جہاں پر ایک گزرگاہ تھی۔ اس جگہ پر دریا کی گہرائی کم ہونے کی وجہ سے سوار و پیادہ فوج کے لئے آسانی کے ساتھ دریا کو عبور کرنا ممکن تھا۔ سعد وقاص نے وہاں پر اپنی فوج کے ہمراہ دریا کو عبور کیا۔

خطیب، ہاشم کی تشریح کے ضمن میں اپنی تاریخ میں لکھتا ہے:

جب قادسیہ کی جنگ میں خدائے تعالیٰ نے ایرانیوں کو شکست دیدی تو وہ مدائن کی طرف پیچھے ہٹے، سعد نے اسلامی فوج کے ہمراہ ان کا تعاقب کیا۔ دریائے دجلہ کو عبور کرنے کے لئے مدائن کے ایک باشندہ نے ''قطربل'' نام کی ایک جگہ کی راہنمائی کی جہاں پر دریا کی گہرائی کم تھی۔ سعد نے بھی اپنے سپاہیوں کے ہمراہ اسی جگہ سے دریا کو عبور کرکے مدائن پر حملہ کیا۔

طبری نے بھی اس داستان کی تفصیل میں ابن اسحاق سے نقل کرکے روایت کی ہے:

جب اسلامی فوج تمام ساز و سامان و مال و منال لے کر دریائے دجلہ کے ساحل پر پہنچی،

توسعد دریا سے گزرنے کی ایک جگہ تلاش کرنے لگا۔لیکن دجلہ کوعبور کرنے کی کوئی راہ نہ پائی۔ بالآخر شہر مدائن کا ایک باشندہ راہنمائی کے لئے سعد کی خدمت میں آیا اور سعد سے کہا: میں تم لوگوں کو ایک کم گہری جگہ سے عبور کراسکتا ہوں تاکہ تم لوگ دشمن کے دور ہونے سے پہلے اس تک پہنچ سکو۔اس کے بعد اس نے سعد کی سپاہ کو قطربل نام کی ایک گزرگاہ کی طرف راہنمائی کی۔جس شخص نے اس گزرگاہ پر سب سے پہلے دریا میں قدم رکھا وہ ہاشم بن عتبہ تھا جو اپنے پیدل فوجیوں کے ہمراہ دریا میں کود پڑا۔ جب ہاشم اوراس کے پیادہ ساتھی دریا سے گزرے تو ہاشم کے سوار بھی دریا میں اترے۔اس کے بعد سعد نے حکم دیا کہ عرفطہ کے سوار بھی دریائے دجلہ کوعبور کریں۔اس کے بعد عیاض بن غنم کو حکم دیا کہ اپنے سوار فوجیوں کے ہمراہ دجلہ کوعبور کرے۔اس کے بعد باقی فوجی دریا میں اترے اور اسے عبور کر گئے......

ابن حزم بھی اپنی کتاب ''جمہرہ'' میں لکھتا ہے:

اسلام کے سپاہیوں میں بنی سنبس کا سلیل بن زید تنہا شخص تھا جو مدائن کی طرف جاتے ہوئے دریائے دجلہ عبور کرنے کے دن غرق ہوا۔اس کے علاوہ اس دن کوئی اور غرق نہیں ہوا ہے،

سند کی تحقیق:

طبری نے سیف کی پہلی روایت،یعنی داستان کے اس حصہ کے بارے میں، جہاں سے وہ سعد وقاص کے دریائے دجلہ کے کنارے پر حیران حالت میں کھڑے رہنے کا ذکر کرتا ہے، وہاں سے سپاہیوں سے خطاب کرنے، عاصم کے پیش قدم ہونے، سرانجام ساحل پر قبضہ کرنے اور ماہ صفر ۱۶ھ میں مدائن میں داخل ہونے تک کسی راوی کا ذکر نہیں کرتا ہے اور نہ کسی قسم کی سند پیش کرتا ہے۔

لیکن دوسری روایت میں، سیف داستان کو''ایک مرد'' کی زبانی روایت کرتا ہے۔ہمیں معلوم نہ ہوسکا کہ سیف نے اپنے خیال میں اس مرد کا کیا نام رکھا ہے؟! تاکہ ہم راویوں کی فہرست میں اسے تلاش کرتے۔

اس کی پانچویں اور ساتویں روایت کے راوی محمد، مھلب اور طلحہ ہیں کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں یہ سیف کی ذہنی تخلیق اور جعل کردہ راوی ہیں۔

اسی طرح پانچویں روایت میں عمیر الصائری کو بھی راوی کی حیثیت سے پیش کرتا ہے کہ ہم نے عمیر الصائری کا نام سیف کی حدیث کے علاوہ کہیں اور نہیں پایا۔ اس بناء پر عمیر کو بھی سیف کے جعلی راویوں میں شمار کرتے ہیں۔

لیکن تیسری اور چوتھی روایت کو ایسے راویوں سے نسبت دیتا ہے کہ جو درحقیقت موجود ہیں ایسے راوی تھے۔ لیکن ہم ہرگز یہ گناہ نہیں کر سکتے کہ سیف کے خود ساختہ جھوٹ کو ان کی گردنوں پر بار کریں جب کہ ہم نے پورے اطمینان کے ساتھ یہ معلوم کر لیا ہے کہ سیف وہ تنہا شخص ہے جس نے ایسے مطالب ان راویوں سے منسوب کئے ہیں اور دوسرے مورخین و مولفین نے ان راویوں سے اس قسم کی چیزیں نقل نہیں کی ہیں۔

تحقیق کا نتیجہ:

مدائن کی طرف جاتے وقت دریائے دجلہ سے عبور کرنا ایک مقامی راہنما کی راہنمائی سے انجام پایا ہے۔ اس نے اس گزرگاہ کی نشاندہی کی جہاں پر پانی کی گہرائی کم تھی اور جس شخص نے سب سے پہلے دریائے دجلہ کو عبور کرنے کے لئے قدم رکھا، وہ ہاشم اور اس کی پیادہ فوج تھی۔ اس کے بعد ہاشم کے سوار فوجیوں نے دجلہ کو عبور کیا۔ اس کے بعد خالد اور اس کے بعد عیاض نے دریا میں قدم رکھا اور اسے عبور کیا۔ جب کہ سیف اپنے افسانے میں یوں ذکر کرتا ہے:

سعد دریائے دجلہ ک کنارے پر متحیر و پریشان کھڑا تھا۔ دریا تلاطم اور طغیان کی حالت میں تھا کہ اس کا دیکھا ہوا خواب اس کی آنکھوں سے پردہ اٹھاتا ہے۔ وہ اپنی بات دوسرے سپاہیوں کے سامنے بیان کرتا ہے اور وہ جواب دیتے ہیں کہ: خدائے تعالیٰ ہماری اور تمھاری راہنمائی کرے، جو

چاہو حکم دو یہ باتیں اسے امید بخشتی ہیں عاصم بن عمرو وہ پہلوان ہے جو دریائے دجلہ عبور کرنے کے لئے سب سے پہلے آمادگی کا اعلان کرتا ہے۔ سعد اسے چھ سو جنگجوؤں اور دلیروں کی قیادت سونپتا ہے جو دریا کو عبور کرنے کے لئے آمادہ تھے۔ عاصم ساٹھ افراد کے ساتھ دریا میں قدم رکھتا ہے، پانی میں دشمنوں سے نبرد آزما ہوتا ہے اور ان پر فتح پاتا ہے۔ اس موقع پر سعد وقاص عاصم کے ''اھوال'' فوجی دستہ کو قعقاع کے ''خرساء'' فوجی دستے سے تشبیہ دیتا ہے۔

سیف اس بات کی تشریح کرتا ہے کہ دریا کے ساحل پر عاصم کے قدم جمانے کے بعد کس طرح باقی سپاہیوں نے دریائے دجلہ میں قدم رکھا کہ ان کی کثرت کی وجہ سے ساحل سے دریا کی طرف دیکھنے والا پانی نہیں دیکھ سکتا تھا، اور کیسے وہ آپس میں گفتگو کر رہے تھے کہ اپنی حالت یعنی دریا میں چلنے کی طرف توجہ بھی نہیں کرتے تھے، جیسے کہ خشکی میں ٹہل رہے تھے سیف تشریح کرتا ہے کہ جب بھی کوئی سپاہی تھک جاتا تھا، تو دریا کی تہہ سے فوراً زمین کا ایک ٹکڑا جدا ہو کر اوپر اٹھ آتا تھا اور بالکل اس شخص کے پاؤں کے نیچے قرار پاجاتا تھا اور وہ شخص اس پر ٹھہر کر تھکاوٹ دور کرتا تھا۔ اسی سبب سے اس دن کو ''یوم الجراثیم'' یعنی زمین کے ٹکڑے کا دن کہا گیا ہے۔

سیف کہتا ہے کہ اس دن غرقدہ کے علاوہ کوئی جنگجو دریائے دجلہ میں غرق نہیں ہوا، غرقدہ قبیلہ بارق سے تھا اور ایک نامور جنگجو اور شجاع سپاہی تھا، وہ اپنے سرخ گھوڑے سے دریا میں گر گیا اور پانی میں ڈبکیاں لگانے لگا جب مرد میدان اور خاندان تمیم کے ناقابل شکست پہلوان قعقاع نے یہ ماجرا دیکھا تو اپنے گھوڑے کو غرقدہ کی طرف موڑا اور اپنا ہاتھ بڑھا کر غرقدہ کے ہاتھ کو پکڑ کر اسے کھینچ کے ساحل تک لے آیا اور اسے نجات دی۔ اس وقت غرقدہ نے اس سے مخاطب ہو کر کہا: اے قعقاع بہنیں تجھ جیسے کسی اور پہلوان کو جنم نہیں دے سکتیں!

وہ مزید حکایت بیان کرتے ہوئے کہتا ہے: سپاہیوں میں سے ایک سپاہی کا برتن بندھن فرسودہ ہونے کی وجہ سے ٹوٹ کر دریا میں گر گیا اور دریا کی موجیں اسے اپنے ساتھ بہا لے گئیں آخر

ان موجوں نے برتن کو ساحل تک پہنچا دیا۔ ساحل پر موجود ایک محافظ اسے دیکھتا ہے اور اپنے نیزہ کے ذریعہ پانی سے باہر کھینچ لیتا ہے اور سپاہ تک پہنچا دیتا ہے۔ برتن کا مالک اسے پہچان کر لے لیتا ہے۔

سیف اپنے افسانوں کو اس صورت میں جعل کر کے اسلام کے حقائق کو توہمات کے پردے کے پیچھے چھپانے میں کامیاب ہوتا ہے۔ ہمیں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ دریائے دجلہ کی تہہ سے زمین کا ایک ٹکڑا جدا ہو کر غرقدہ کے پاؤں کے نیچے کیوں نہ آ گیا کہ وہ بیچارہ پانی میں گر کر نہ ڈوبا ہوتا اور قعقاع کو اسے نجات دینے کی ضرورت نہ پڑتی؟ کیا اس داستان میں یہی طے نہیں کیا گیا ہے کہ ایسی حالت میں بھی قعقاع اور خاندان تمیم افتخار حاصل کرنے سے محروم نہ رہیں۔ اسی لئے غرقدہ کو غرق کیا جاتا ہے تا کہ یہاں پر بھی قعقاع کا نام نجات دہندہ، بہادر اور بشر دوست کی حیثیت سے زبان زد خاص و عام ہو جائے؟ جب فوج کے تمام سپاہی، حتیٰ گھوڑے بھی اس فضیلت کے لائق تھے کہ دریائے دجلہ کی تہہ سے زمین کا ٹکڑا جدا ہو کر ان کے پاؤں کے نیچے قرار پائے تا کہ وہ تھکاوٹ دور کریں، تو بیچارہ غرقدہ کیوں اس فضیلت سے محروم کیا گیا؟ شائد سیف نے غرقدہ کے نام اور لفظ ''غرق'' کے درمیان موجود یکسانیت سے فائدہ اٹھا کر ایک بامسمیٰ داستان گڑھ لی ہے!!

سیف نے اپنے اس افسانے میں قعقاع اور عاصم نامی دو تمیمی بھائیوں کے لئے خاص فضائل، شجاعتیں اور بہادریاں ذکر کی ہیں اور عام سپاہیوں کے بھی منقبت و فضائل بیان کئے ہیں تا کہ سیف کی کرامتیں اور فضائل درج کرنے والوں کو ایک جذبات بھرا اور جوشیلا افسانہ ہاتھ آئے، چنانچہ ابونعیم نے اس افسانہ کو معتبر اور قطعی سند کے طور پر اپنی کتاب ''دلائل النبوہ'' میں درج کیا ہے۔

سیف نے سپاہیوں کے دریائے دجلہ عبور کرنے کے افسانہ کو مستقل اور ایک دوسرے سے جدا چند روایات کی صورت میں اور مختلف راویوں کی زبانی نقل کر کے پیش کیا ہے تا کہ اس کی روایت پائدار اور نا قابل انکار ثابت ہو۔

سیف اس افسانہ کو بھی اپنے اکثر افسانوں کی شکل و صورت بخشتا ہے اور اپنی مخصوص مہارت

سے اپنے افسانہ کے سورماؤں کی سرگوشیاں، باتیں اور حرکات وسکنات کی ایسی منظر کشی کرتا ہے کہ گویا پڑھنے والا انھیں زندہ اپنے سامنے مشاہدہ کرتا ہے، ان کے ساتھ قدم بہ قدم چلتا ہے، ان کے حرکات وسکنات کو دیکھ رہا ہوتا ہے، ان کی باتوں حتی سانس لینے کی آواز دجلہ کے پانی کے ساتھ لگنے والی گھوڑوں کی سموں کی آواز، دریا کی لہروں کی آواز اور لوگوں کا شور وغل سب سن رہا ہوتا ہے۔ اور لوگوں کا پانی میں ایک دوسرے کے ساتھ اوپر نیچے ہونا، حتی دریائے دجلہ کی تہہ سے اٹھنے والے زمین کے ٹکڑوں کے اوپر نیچے جانے کے منظر کو بھی اپنی آنکھوں سے دیکھتا اور محسوس کرتا ہے، اس قسم کے زندہ اور محسوس افسانہ کے لئے راوی اور سند کی کیا ضرورت ہے کہ اسے قبول کریں اس کے سورماؤں کو پہچانیں اور باور کریں؟ کیا آپ نے سیف کی اس روایت کو غور سے نہیں پڑھا ہے جس میں وہ غرقدہ کے غرق ہونے کے بارے میں لکھتا ہے:

غرقدہ اپنے سرخ گھوڑے سے دریائے دجلہ میں گر گیا، برسوں گزرنے کے بعد بھی میں اس وقت اس منظر کو جیسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں غرقدہ کا گھوڑا اپنے سر گردن دراز کر کے تیزی کے ساتھ ہلا رہا ہے اور پانی کی چھینٹیں اس کے گردن اور یال سے ہوا میں چھٹک رہی ہیں ڈوبنے والا پانی میں ڈبکیاں کھا رہا ہے اور اپنے گرد گھوم رہا ہے اور دریا کی موجیں اسے غرق نہیں کرتیں اسی اثنا میں مرد میداں اور بیچاروں کا دادرس، قعقاع متوجہ ہوتا ہے، اپنے گھوڑے کی لگام کو غرقدہ کی طرف موڑ لیتا ہے اور اپنے آپ کو اس کے پاس پہنچاتا ہے، اپنا ہاتھ بڑھاتا ہے اور غرقدہ کا ہاتھ پکڑتا ہے اور اسے کھینچ کر ساحل تک لے آتا ہے، غرقدہ قبیلہ بارق سے ہے اور قعقاع کی ماں بھی اسی قبیلہ سے ہے وہ قعقاع کی طرف مخاطب ہو کر کہتا ہے: اے قعقاع بہنیں تم جیسے سورما کو پھر جنم نہیں دے سکتیں۔

سیف کے ایسے افسانے گڑھنے کا اصلی مقصد شائد یہی ہے کہ: صرف قبیلہ بارق کی عورتیں ہی نہیں بلکہ تمام دنیا کی عورتیں قعقاع تمیمی جیسا دلاور اور پہلوان جنم دینے سے قاصر ہیں۔

سیف اپنے افسانہ میں قعقاع کے بھائی عاصم کی شجاعتیں اور دلاوریاں بھی ایک ایک

کر کے گنواتا ہے کہ وہ اتنے افسروں اور دلاوروں میں پہلا شخص تھا جس نے دریائے دجلہ کو عبور کرنے کے لئے قدم بڑھایا اور پانی و خشکی میں دشمنوں سے نبرد آزمائی کی اور سب کو نابود کر کے رکھ دیا اور اگر کوئی بچ بھی نکلا تو وہ اپنی ایک آنکھ کھو چکا تھا اور کس طرح اس دلاور پہلوان نے ساحل پر قبضہ جمایا کہ باقی سپاہی امن وسلامتی کے ساتھ دریائے دجلہ کو عبور کر گئے۔

داستان جراثیم کے نتائج

۱۔ سعد وقاص کا ایک خطبہ، جو عبارتوں کی ترکیب، نثر نویسی اور خطابہ کے فن کے لحاظ سے ادبی کتابوں کی زینت بنے۔

۲۔ سعد وقاص کی دعائیں جو دعاؤں کی کتابوں میں درج ہو جائیں۔

۳۔ اسلامی جنگوں میں ''یوم جراثیم'' ''زمین کے ٹکڑوں کا دن'' کے نام سے ایک ایسے دن کی تخلیق کرنا جو تاریخ کی کتابوں میں ثبت ہو جائے۔

۴۔ اسلام کے سپاہیوں کے لئے فضیلت ومنقبت کی تخلیق، جیسے تھکاوٹ دور کرنے کے لئے دریائے دجلہ کی تہہ سے زمین کے ٹکڑے کا جدا ہو کر اوپر اٹھنا اور سپاہ اسلام کے پاؤں کے نیچے قرار پا جانا تا کہ وہ فضائل ومناقب کی کتابوں میں ثبت ہو۔

۵۔ گزشتہ افسانوں کی تائید وتاکید، جیسے دو تمیمی بھائیوں کی کمانڈ میں سپاہ کے دو دستے ''اھوال'' اور ''خرساء'' اور ان دو تمیمی بہادر بھائیوں کے دسیوں بلکہ سیکڑوں فضائل بیان کرنا

عاصم، سرزمین ایران میں!

قال سیف و کان عاصم من الصحابہ
سیف کہتا ہے کہ عاصم، پیغمبر اسلامؐ کے اصحاب
میں سے تھا۔

جندی شاپور کی فتح کی داستان:

طبری ۱۷ھ کے حوادث کے ضمن میں سیف سے روایت کرتا ہے:

علاء بن خضرمی یمانی بحرین میں تھا۔ سعد وقاص نزاری کا سخت رقیب تھا جب اسے پتا چلا کہ قادسیہ کی جنگ میں سعد کو فتحیابیاں نصیب ہوئی ہیں اور وہ ارتداد کی جنگوں کی نسبت اس جنگ میں بیشتر جنگی غنائم حاصل کر کے شہرت پا چکا ہے، تو اس نے بھی فیصلہ کیا کہ اپنے طور پر جنوب کی طرف سے ایران پر حملہ کر کے سعد کے نمایاں کارناموں کے مقابلہ میں قابل توجہ کارنامے انجام دے۔ لہٰذا اس نے خلیفہ کی اطاعت یا نافرمانی وسرکشی کے موضوع کو اہمیت دئے بغیر جنوب کے سمندری راستے سے ایران پر حملہ کیا، جب کہ خلیفہ عمرؓ نے پہلے اسے ایسا کام کرنے سے منع کیا تھا۔

اپنے اس بلا منصوبہ حملہ کی وجہ سے علاء اور اس کے سپاہی ایرانی سپاہیوں کے محاصرے میں پھنس گئے، سرانجام خلیفہ عمرؓ ابن خطاب نے حکم دیا کہ عتبہ بن غزوان اپنے سپاہیوں کے ساتھ علاء اور اس کے سپاہیوں کو نجات دینے کے لئے بصرہ کی جانب سے فوراً روانہ ہو جائے۔ ایران کی طرف عزیمت کرنے والی عتبہ کی فوج کے نامور سرداروں میں عاصم بن عمرو تمیمی بھی تھا۔

عتبہ، عاصم اور بصرہ کے سپاہیوں نے علاء اور اس کے سپاہیوں کی مدد کی اور سرانجام دشمنوں کے محاصرہ کو توڑ کر ان پر فتح پانے میں کامیاب ہوئے۔

طبری نے یہ داستان سیف سے نقل کی ہے اور ابن اثیر نے اسے طبری سے نقل کرتے ہوئے اس کی سند کی روایت کا اشارہ کئے بغیر اپنی تاریخ میں درج کیا ہے۔ ابن کثیر نے بھی اس داستان کے مطالب کو اس جملہ کے ساتھ کہ: ''طبری نے یہ روایت سیف سے نقل کی ہے'' طبری سے نقل کر کے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے۔

طبری اس داستان کو سیف سے نقل کرنے کے بعد روایت کرتا ہے کہ اسلامی فوج نے ایران میں مختلف شہروں کو فتح کیا اور ان کا آخری شہر ''جندی شاپور'' تھا۔

طبری نے ''جندی شاپور'' کی فتح کے بارے میں سیف سے نقل کرتے ہوئے یوں لکھا ہے:

انھوں نے، یعنی عتبہ، عاصم اور علاء نے ایک دوسرے کے تعاون اور مدد سے شہر کا محاصرہ کیا اور محاصرہ کے دوران ایرانیوں سے نبرد آزما رہے۔ ایک دن اچانک اور خلاف توقع مسلمانوں کے لئے قلعہ کے دروازے کھل گئے اور قلعہ کے محافظوں نے مسلمانوں سے کہا: تم لوگوں نے جو امان نامہ ہمارے لئے اپنے ایک تیر کے ہمراہ قلعہ کے اندر پھینکا تھا، ہم نے اسے قبول کیا ہے۔ مسلمانوں نے ان کی یہ بات آسانی سے قبول نہیں کی اور امان نامہ کو تیر کے ہمراہ قلعہ کے اندر پھینکنے پر یقین نہیں کیا۔ اس موضوع پر کافی تحقیق کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ مکنف نام کے ایک غلام نے یہ حرکت کی تھی جو

حقیقت میں ''جندی شاپور'' کا باشندہ تھا۔اس نے تیر کے ذریعہ امان نامہ دشمن کے قلعہ کے اندر پھینکا تھا۔اس موضوع کی رپورٹ خلیفہ عمرؓ کی خدمت میں بھیجی گئی تا کہ ان سے ہدایت حاصل کی جائے۔عمرؓ نے ان کے جواب میں مکنف کے اقدام کی تائید اور امان نامہ کو منظور فرمایا۔

سیف کی روایت کا دوسروں سے موازنہ:

طبری نے سیف کی بات کی یہیں تک روایت کی ہے اور دوسرے مؤرخین نے اس چیز کو طبری سے نقل کر کے اپنی تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے۔

لیکن حموی ''جندی شاپور'' نام کے تحت اس داستان کو ذکر کرنے کے بعد آخر میں لکھتا ہے کہ عاصم بن عمرو نے ''جندی شاپور'' کی فتح کے بارے میں یہ شعر کہے ہیں:

> ''اپنی جان کی قسم! مکنف نے بہترین صورت میں رشتہ داری کی رعایت کی ہے اور قطع رحم نہیں کیا ہے۔اس نے ذلالت، خواری، رسوائی اور شہروں کے ویران ہونے کے خوف سے انھیں اپنی پناہ میں لے لیا، اور خلیفہ نے بھی غلام کے دئے گئے امان نامہ کو برقرار رکھ کر منظور فرمایا باوجودیکہ ہم ان سے اختلاف رکھتے تھے۔جن امور کے بارے میں جنگ ہورہی تھی، انھیں ایک ایسے منصف کو سونپا گیا جو صحیح فیصلہ کرتا ہے اور اس حاکم نے بھی کہا کہ امان نامہ کو توڑا نہیں جاسکتا ہے''۔

اس کے بعد حموی حسب ذیل صورت میں سلسلہ جاری رکھتا ہے:

یہ سیف کا کہنا ہے، جب کہ بلاذری فتح تستر (شوشتر) کی تشریح کے بعد لکھتا ہے:

ابوموسیٰ اشعری نے وہاں سے ''جندی شاپور'' پر حملہ کیا۔لیکن شہر کے باشندوں نے انتہائی خوف کے سبب اس سے امان مانگی، ابوموسیٰ نے بھی موافقت کی اور مان لیا کہ سب باشندے امان میں ہوں گے، کسی کو قتل نہیں کیا جائے گا اور نہ اسیر بنائے جائیں گے اور جنگ سے مربوط ساز وسامان کے علاوہ کسی چیز پر ہاتھ نہ ڈالا جائے گا.....

یہ وہ مطالب تھے جنھیں حموی نے لفظ ''جندی شاپور'' کے بارے میں اپنی کتاب ''معجم البلدان'' میں درج کیا ہے۔

حمیری نے بھی اپنی کتاب ''روض المعطار'' میں لفظ ''جندی شاپور'' کے بارے میں سیف سے نقل کر کے مندرجہ بالا داستان کو ذکر کرنے کے بعد آخر میں عاصم بن عمرو کے چوتھے شعر کے بعد پانچویں شعر کا حسب ذیل اضافہ کیا ہے:

''خدا جانتا ہے! ''جندی شاپور'' کتنا زیبا ہے! کتنا اچھا ہوا کہ ویران اور مسمار ہونے سے بچ گیا، اتنے شہروں کے تباہ ہونے کے بعد''۔

تحقیق کا نتیجہ:

سیف تنہا شخص ہے جو علاء خضرمی یمانی اور سعد وقاص کے درمیان حسد اور رقابت کی خبر دیتا ہے اور وقت کے خلیفہ عمرؓ بن خطاب کے حکم کی علاء کی طرف سے نافرمانی اور اپنے سپاہیوں کے ساتھ محاصرہ میں پھنسنے کی خبر لکھتا ہے کہ ہم نے اس کتاب کے آغاز میں، جہاں پر خاندانی تعصبات کی بات کی ہے، اس داستان کی طرف اشارہ کر کے اس کا سبب بھی بیان کیا ہے۔

اس کے علاوہ سیف تنہا شخص ہے، جو عاصم بن عمرو کا نام لیتا ہے اور اس کی شجاعتیں شمار کراتا ہے اور بعض رجز خوانیوں کو اس سے منسوب کرتا ہے۔

یہ طبری ہے جو سیف کی روایتوں کو رجز خوانیوں اور رزم ناموں کی وضاحت کئے بغیر اپنی کتاب میں نقل کرتا ہے۔ جب کہ حموی نے اسی داستان کو عاصم کے چار اشعار اور اس کے مصدر یعنی سیف کی وضاحت کے ساتھ اپنی کتاب ''معجم البلدان'' میں ثبت کیا ہے، اور حمیری نے اس داستان کو اس کے مصدر کے بارے میں اشارہ کئے بغیر عاصم کے پانچ اشعار کے ساتھ اپنی کتاب ''روض المعطار'' میں درج کیا ہے [۸]

سند داستان کی تحقیق:

افسانوی سورما عاصم بن عمرو کے بارے میں بیان کی گئی سیف کی زیادہ تر احادیث میں راوی کے طور پر محمد اور مہلب کے نام نظر آتے ہیں۔اس کے بعد بھی اس کے بیانات میں جہاں عاصم کا نام آئے ، یہ دو اشخاص راویوں کے طور پر ملتے رہیں گے۔اور ہم بھی مکرر کہتے رہیں گے کہ ان دو راویوں کی کوئی حقیقت نہیں ہے یہ سیف کے جعل کردہ راوی ہیں۔

سیف ایک بار پھر شوش کی فتح کے بارے میں اپنی روایت کی سند کا یوں ذکر کرتا ہے: ''...اس سے جس نے فتح شوش کی روایت کی ہے ...'' جس نے فتح شوش کی روایت کی ہے وہ کون ہے؟ اور اس کا نام کیا تھا؟ کچھ معلوم نہیں ہے کہ اس کی تلاش کی جاتی۔ ۹

داستان کے نتائج:

ا۔یمانی قحطانی صحابی کی مذمت و بدگوئی کرنا جو ایک مضری نزاری شخص سے حسد و رقابت کی بناء پر جنگ کے لئے اٹھتا ہے، مضری خلیفہ سے سرکشی اور اس کے حکم کی نافرمانی جیسی لغزش سے دوچار ہو کر ایک بڑی اور ناقابل بخشش گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اور ان دو فاحش غلطیوں کی وجہ سے نزدیک تھا کہ اپنے سپاہیوں سمیت ہلاک ہو جائے۔

۲۔کبھی واقع نہ ہوئی جنگوں کی تفصیلات اور تشریح بیان کرنا اور ایسی فتوحات کا سبب صرف افسانوی سورما عاصم بن عمرو تمیمی کا وجود ہوا کرتا تھا۔

۳۔رزمیہ اشعار بیان کرنا تا کہ ادبیات عرب کے خزانے میں اضافہ ہو۔

۴۔سیف کے افسانوی سورما عاصم بن عمرو تمیمی کے درخشان اور قابل تحسین کارناموں کا اظہار۔

فتح سیستان کی داستان

طبری نے سیف بن عمر تمیمی سے نقل کرتے ہوئے ۱۷ھ کے حوادث کے ضمن میں اس طرح روایت کی ہے:

خلیفہ عمرؓ ابن خطاب نے ایران کے مختلف علاقوں پر قبضہ کرنے کے لئے فوج کے سات سرداروں کا انتخاب کیا اوران علاقوں کی فتح کا حکم اور پرچم انھیں دیا، ان میں سیستان کی فتح کا پرچم عاصم بن عمرو تمیمی کے لئے بھیجا اوراسے اس علاقے کو فتح کرنے پر مامور کیا۔

یہاں پر سیف صراحتاً کہتا ہے کہ: عاصم بن عمرو اصحاب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے تھا۔

طبری ۲۳ھ کے حوادث کے ضمن میں سیف سے نقل کرتے ہوئے سیستان کی فتح کے بارے میں یوں روایت کرتا ہے:

عاصم بن عمرو نے سیستان کی طرف عزیمت کی۔ اس علاقے کے مرکز تک پیش قدمی کرنے کے بعد وہاں کے باشندوں سے اس کا سامنا ہوا ان کے ساتھ سخت جنگ کرنے کے بعد اس نے انھیں بری طرح شکست دی۔ سیستانی مقابلے کی تاب نہ لاتے ہوئے پیچھے ہٹے اور سیستان کے دارالحکومت شہر ''زرنج'' میں پناہ لے لی اور چاروں طرف دیوار کھینچ دی۔ عاصم نے اپنی پیش قدمی کو جاری رکھتے ہوئے شہر ''زرنج'' کا محاصرہ کیا اور وہاں کے باشندوں کا قافیہ تنگ کردیا۔ لوگوں نے جب اپنے اندر عاصم سے لڑنے کی ہمت نہ پائی تو مجبور ہو کر صلح کی تجویز پیش کی، اس شرط پر کہ عاصم ان کی کاشت کی زمین انھیں واپس کردے۔ عاصم نے یہ تجویز منظور کی اوران کی زمینیں انھیں واپس کر دیں اس طرح اس نے منطقۂ سیستان، جو منطقہ خراسان سے بھی وسیع تھا، کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ اس علاقہ کی سرحدیں وسیع وعریض تھیں اور مختلف علاقوں کے لوگوں، جیسے قندہار، ترک اور دیگر قوموں کے پڑوسی ہونے کی وجہ سے کافی جنگ وجدال ہوا کرتی تھی۔

یہ وہ مطالب ہیں جنھیں طبری نے سیف سے نقل کرتے ہوئے عاصم بن عمرو کے ذریعہ

سیستان کو فتح کرنے کے سلسلے میں ذکر کیا ہے اور تاریخ لکھنے والوں نے طبری کے بعد، ان ہی مطالب کو اس سے نقل کیا ہے۔

حموی لفظ ''زرنج'' کے بارے میں لکھتا ہے:

...اور سیستان کو خلافت عمر کے زمانے میں عاصم بن عمرو نے فتح کیا ہے اور اس نے اس سلسلے میں اشعار کہے ہیں:

''زرنج کے بارے میں مجھ سے پوچھو! کیا میں نے زرنج کے باشندوں کو بے سہارا اور پریشان نہیں کیا جب میں ان کے ہاتھ کی ضرب کو اپنے انگوٹھے کی ضرب سے جواب دیتا تھا؟!''

طبری ۲۹ھ کے حوادث کے ضمن میں روایت کرتا ہے:

وقت کے خلیفہ عثمان بن عفان نے سیستان کی حکومت کسی اور کو سونپی، اس کے بعد دوبارہ یہ عہدہ عاصم بن عمرو کو سونپا۔ عثمان نے اپنی خلافت کے چوتھے سال عاصم بن عمرو کو صوبہ کرمان کا گورنر منصوب کیا اور وہ مرتے دم تک اسی عہدہ پر باقی رہا۔

عاصم کے مرنے کے بعد ایران کے علاقے میں شورش و بغاوتیں شروع ہوئیں اور علاقہ میں افراتفری پھیل گئی۔

سیف کی روایت کا دوسروں سے موازنہ:

عاصم کے ذریعہ فتح سیستان اور سیستان و کرمان پر اس کی حکومت کے بارے میں طبری نے سیف سے روایت کی ہے اور دوسرے مورخین نے اسے طبری سے نقل کیا ہے، جب کہ بلاذری فتح سیستان کے بارے میں لکھتا ہے:

عبداللہ بن عامر بن کریز نے ربیع بن زیاد حارثی کو سیستان کی جانب بھیجا۔ ربیع نے سیستان

کے باشندوں سے صلح کی اور دو سال تک سیستان پر حکومت کی ،اس کے بعد عبداللہ بن عامر نے عبدالرحمٰن بن سمرہ کو سیستان کی حکومت کے لئے منصوب کیا اور خلافت عثمانؓ کے زوال تک یہی عبدالرحمٰن سیستان پر حکومت کرتا رہا۔[۱۰]

تحقیق وموازنہ کا نتیجہ:

سیف تنہا فرد ہے جو ایران کے مختلف علاقوں پر قبضہ کرنے کے لئے خلیفہ عمرؓ کے واضح حکم کی روایت کرتا ہے اور فتح سیستان کے پرچم کو عمر کی طرف سے عاصم بن عمرو کے حوالے کرکے نتیجہ حاصل کرتا ہے کہ یہ عاصم بن عمرو ہی تھا جس نے سیستان کے دارالحکومت زرنج کو وہاں کے باشندوں سے صلح کرکے اپنے قبضے میں لے لیا اور حموی بھی سیف پر اعتماد کرکے فتح سیستان کے مطالب کو لفظ ''زرنج'' کے سلسلہ میں اپنی کتاب میں درج کرتا ہے ،جب کہ زرنج کا فاتح ربیع بن زیاد ہے۔

اور سیف تنہا فرد ہے جس نے عاصم بن عمرو کی سیستان پر حکومت اور کرمان کی گورنری کی روایت کی ہے اور عاصم کی وفات کی کرمان میں روایت کی ہے۔

داستان کا نتیجہ:

۱۔خلیفہ کی جانب سے عاصم کے لئے حکومت سیستان اور کرمان کا حکم جاری کرکے عاصم بن عمرو کے لئے افتخار کا اضافہ۔

۲۔خراسان سے زیادہ سے وسیع علاقہ پر عاصم بن عمرو کی فتحیابی جتلانا ،کیونکہ سیستان وسعت اور مختلف اقوام سے ہمسائیگی نیز فوجی اور سیاسی لحاظ سے بہت اہم تھا۔

۳۔اس بات کی وضاحت اور تاکید کرنا کہ عاصم بن عمرو تمیمی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی تھا۔

۴۔عاصم کی تاریخ وفات اور جگہ معین کرنا۔

عمرو بن عاصم

یہاں تک ہم نے سیف کے ان افسانوں کا ایک خلاصہ پیش کیا جو اس نے عمرو تمیمی کے دو بیٹوں قعقاع اور عاصم کے بارے میں تخلیق کئے ہیں۔ مناسب ہے کہ ان دو بھائیوں کے سلسلے کو یہیں پر ختم نہ کیا جائے بلکہ اگلی فصل میں بھی ان دو ''نامور'' اور ''بے مثال'' بھائیوں میں سے ایک کے بیٹے کے بارے میں سیف کی زبانی روایت سنیں۔

عاصم کا بیٹا اور اس کا خاندان

هذا عن القعقاع وعن اخيه عاصم

یہ ہے سیف کے ان مطالب کا خلاصہ، جو اس نے
قعقاع اور اس کے بھائی عاصم کے بارے میں
جھوٹ کے پل باندھ کر بیان کئے ہیں۔

(مؤلف)

عمرو بن عاصم

سیف نے اپنی ذہنی تخلیق، عاصم کے لئے عمرو نام کا ایک بیٹا بھی خلق کیا ہے اور اس کے بارے میں ایک داستان بھی گڑھی ہے۔

عثمانؓ کی خلافت کے زمانے میں گڑھی گئی اپنی داستانوں میں سے ایک کے ضمن میں سیف یوں لکھتا ہے:

شہر کوفہ کے چند جوانوں نے رات کے وقت ابن حیسمان کے گھر میں نقب زنی کی وہ ننگی

تلوار لے کر ان کے مقابلے میں آیا۔ جب اس نے دیکھا کہ نقب زنوں کی تعداد زیادہ ہے، تو اس نے شور مچاتے ہوئے لوگوں سے مدد طلب کی۔ مذکورہ جوان جو آشوب وفتنہ وفساد کے علاوہ کچھ نہیں جانتے تھے انھوں نے اسے دھمکی دیتے ہوئے کہا: چپ ہو جاؤ! تلوار کا صرف ایک وار تجھے اس وحشتناک شب کے خوف سے آزاد کرنے کے لئے کافی ہے۔ اس کے بعد انھوں نے اس کو سخت زدو کوب کر کے قتل کر ڈالا۔

اس کے فریاد اور شور وغل سے جمع ہوئے لوگوں نے فتنہ گر جوانوں کا محاصرہ کر کے انھیں پکڑ کر ان کے ہاتھ پاؤں باندھ دئے۔ اس موضوع کی مکمل روداد خلیفہ عثمان کی خدمت میں بھیجی گئی۔ عثمان نے ان کے لئے سزائے موت کا حکم صادر کیا۔ اس کے بعد انھیں کوفہ کے دارالامارۃ پر پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ عمرو بن عاصم تمیمی جو اس ماجرا کا عینی شاہد تھا، یوں کہتا ہے:

''اے فتنہ انگیزو! حکومت عثمان میں کبھی اپنے ہمسایوں پر جارحانہ حملہ کر کے انھیں ہلاک کرنے کی کوشش نہ کرنا، کیونکہ عثمان بن عفان وہی ہے جسے تم لوگوں نے آزمایا ہے۔ وہ چوروں کو قرآن مجید کے حکم کے مطابق چوری کرنے سے روکتا ہے اور ہمیشہ ان کے ہاتھ اور انگلیاں کاٹ کر احکام قرآن نافذ کرتا ہے''۔

سیف نے عثمان کے دور حکومت کے لئے بہت سے افسانے تخلیق کئے ہیں اور خاندان مضر کے ان سرداروں کا دفاع کیا ہے جو اس زمانے میں برسر اقتدار تھے۔ اور حتی الامکان کوشش کی ہے کہ اس زمانے کی اسلامی شخصیات پر جھوٹے الزامات عائد کر کے انھیں اخلاقی برائیوں، کم فہمیوں اور برے کاموں سے منسوب کیا ہے اور اس کے مقابلے میں صاحب اقتدار افراد کو سادہ دل، پاک، نیک صفات اور نیک کردار ثابت کرنے کی زبردست کوشش کی ہے۔ ہم نے یہاں پر اس سلسلہ میں اپنے موضوع سے مربوط کچھ مختصر نمونے پیش کئے۔ ان تمام مطالب کی تحقیق کرنا اس کتاب میں ممکن نہیں ہے۔ صرف یہ مطلب بیان کرنا ضروری ہے کہ مندرجہ بالا داستان سیف کی دیگر داستانوں کی طرح

صرف اس کے ذہن کی تخلیق ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں۔ !!

داستان کا نتیجہ:

۱۔ عثمان کے زمانے میں واقع ہونے والے حوادث سے خاندان مضر کو مبرّا قرار دینا۔

۲۔ عاصم کے لئے عمرو نامی ایک بیٹے کا وجود ثابت کرنا تا کہ اس کا نام خاندان تمیم کے نیک تابعین کی فہرست میں قرار پائے۔

تاریخ میں عمرو کا خاندان

سیف کی روایتوں کے مطابق عاصم کے باپ، عمرو تمیمی کے گھرانے کے بارے میں ایک اورزاوئے سے مطالعہ کرنا بے فائدہ نہیں ہے:

۱۔ قعقاع: سیف قعقاع کی کنیت، ابن حنظلیہ بتا تا ہے۔ اس کے لئے قبیلۂ بارق میں چند ماموں پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کی بیوی کو ہنیدہ بنت عامر ہلالیہ نخع نام دیتا ہے اور اصرار کرتا ہے کہ وہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا اور اس نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت نقل کی ہے۔

قعقاع سقیفہ بنی ساعدہ میں حاضر تھا اور وہاں پر واقع ہونے والے حالات کی خبر دیتا ہے۔

قعقاع ارتداد کی جنگوں میں کمانڈر کی حیثیت سے شرکت کرتا ہے اور عراق کی فتوحات میں خالد بن ولید کے ہمراہ شرکت کرتا ہے، اس کے ساتھ اسلامی فوج کے سپہ سالار کی مدد کرنے کے لئے شام کی طرف عزیمت کرتا ہے اور وہاں سے ایران کی جنگوں مین اسلامی فوج کے سپہ سالار سعد وقاص کی مدد کے لئے ایران عزیمت کرتا ہے۔ قادسیہ کی جنگ میں اور اس کے بعد والی جنگوں جیسے: فتوح مدائن، جلولاء اور حلوان میں شرکت کرتا ہے اس کے بعد ابوعبیدہ کی مدد کرنے کے لئے دوبارہ شام جاتا ہے اور سرانجام حلوان کے گورنر کے عہدے پر منصوب ہوتا ہے۔

قعقاع نے نہاوند کی جنگ ''فتح الفتوح'' میں اور اس کے بعد ہمدان وغیرہ کی فتح میں شرکت

کی ہے اور عثمان کی حکومت کے زمانے میں عظیم مملکت اسلامیہ کے مشرقی علاقوں ۔جن کا مرکز کوفہ تھا۔کے وزیر دفاع کے عہدے پر منصوب ہوتا ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ قعقاع فتنہ اور بغاوتوں کے شعلوں کے بجھانے کی کوشش کرتا ہے، حتی خلیفہ عثمان کی جان بچانے کے لئے مدینہ کی طرف روانہ ہوتا ہے لیکن اسے یہ توفیق حاصل نہیں ہوتی ہے اور اس کے مدینے پہنچنے سے پہلے ہی عثمان شورشیوں کے ہاتھوں قتل ہو جاتے ہیں۔

ہم اسے امام علی علیہ السلام کی خلافت کے زمانے میں بھی دیکھتے ہیں کہ وہ کوفہ کے لوگوں کو اسلامی فوج سے ملحق ہونے کی ترغیب دیتا ہے اور خود امام علی علیہ السلام اور عائشہ، طلحہ و زبیر کے درمیان صلح کرانے کے لئے سفیر صلح بن کر نمایاں سرگرمیاں انجام دیتا ہے لیکن عبداللہ ابن سبا اور اس کے چیلوں کی تخریب کاریوں کے نتیجہ میں اس مصلح اعظم کی کوششوں پر پانی پھر جاتا ہے اور جنگ جمل شروع ہو جاتی ہے۔قعقاع جنگ جمل میں امام کے پرچم کے تلے شرکت کرتا ہے عائشہ کے اونٹ کا کام تمام کرتا ہے اور جنگ کے خاتمے پر جمل کے خیر خواہوں کو عام معافی دیتا ہے۔

سرانجام یہی قعقاع اتنے درخشاں کارناموں کے باوجود معاویہ ابن ابوسفیان کی حکومت میں ''عام الجماعۃ'' کے بعد امام علی علیہ السلام کی محبت اور ان کی طرفداری کے جرم میں فلسطین کے علاقہ ایلیا میں جلاوطن کیا جاتا ہے۔اور اس کے بعد سیف کے اس افسانوی سورما اور ''تابناک اور بے مثال'' چہرے کا کہیں کوئی سراغ نہیں ملتا۔

۲۔عاصم: سیف نے اپنے افسانوں اور داستانوں میں عاصم کے بارے میں جو کچھ بیان کیا ہے اس کا حسب ذیل خلاصہ یوں کیا جا سکتا ہے:

عاصم کو ـــ جو سیف کے کہنے کے مطابق رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی تھا ـــ خالد، ارتداد کی جنگوں کے بعد اپنے ہراول دستہ کے سردار کے طور پر عراق کی طرف روانہ کرتا ہے اور وہ خالد کی قیادت اور پرچم کے تحت عراق کے شہروں کی فتوحات میں شرکت کرتا ہے، اس کے بعد مثنی اور ابوعبیدہ

کی سرکردگی میں عراق کی جنگوں کو جاری رکھتا ہے۔ان دونامور سرداروں کے بعد قادسیہ ومدائن کسریٰ کی جنگوں میں سعدوقاص کی قیادت میں شرکت کرتا ہے۔اس کے بعد عتبہ بن غزوان کی سرکردگی میں علاء خضرمی یمانی کی نجات کے لئے ایران کے جنوبی علاقوں کی جنگ میں شرکت کرتا ہے اور یہ لوگ ''جندی شاپور'' کو ایک دوسرے کی مدد سے فتح کرتے ہیں ۔اس کے بعد عمر کے زمانے میں ایک فوجی دستی کے کمانڈر کی حیثیت سے سیستان کی فتح کے لئے انتخاب ہوتا ہے اور خلیفہ اسے فوج کا علم عطا کرتے ہیں ۔عاصم اپنی ماموریت کی طرف روانہ ہوتا ہے،سیستان کو فتح کرتا ہے اور خلافت عمر کے زمانے مین وہاں کی حکومت کو سنبھالتا ہے۔

خلیفہ عثمان بن عفان بھی سیستان میں عاصم کی حکومت کی تائید کرتے ہیں ۔اور صوبہ کرمان کی حکومت بھی اسی کو سونپتے ہیں ۔سرانجام خلیفہ عثمان کی خلافت کے چوتھے سال جب کہ عاصم سیستان اور کرمان پر حکومت کررہا تھا ،وفات پاجاتا ہے،اور عمرو کے نام سے اس کا ایک بیٹا باقی بچتا ہے جو تابعین میں سے ہے اور اپنے چند اشعار کے ذریعہ امت اسلامیہ میں خلافت عثمان کے زمانے میں شورشوں اور بغاوتوں کے وجود کی خبر دیتا ہے اور اشرار ومجرمین کے خلاف خلیفہ کے شدید اقدامات کو بیان کرتا ہے۔

عاصم کے بارے میں

سیف کے راویوں کا سلسلہ

وردت اسطور عاصم عند سیف

فی نیف واربعین حدیثاً

عاصم کا افسانہ چالیس سے زیادہ روایات میں ذکر

ہوا ہے۔

(مولف)

جن لوگوں سے سیف نے عاصم کا افسانہ نقل کیا ہے

سیف نے عاصم کے افسانے کو چالیس سے زائد روایات کے ضمن میں درج ذیل راویوں

سے نقل کیا ہے:

۱۔محمد بن عبداللہ بن سواد نویرہ	۲۸ روایات میں
۲۔زیاد بن سرجس احمری	۱۶ روایات میں

۳۔مھلب بن عقبہ اسدی	۹ روایات میں
۴۔نضر بن سری	۳ روایات میں
۵۔ابوسفیان،طلحہ بن عبدالرحمٰن	۲ روایات میں
۶۔حمید بن ابی شجار	۱ روایت میں
۷۔ابن الرفیل	

۸۔وہ اپنے باپ سے جب کہ باپ بیٹوں نے ایک ہی صورت میں ایک دوسرے سے روایت کی ہے۔

۹۔ظفر بن دہی

۱۰۔عبدالرحمٰن بن سیاہ

اور یہی راوی ہیں جنھوں نے قعقاع کی روایات نقل کی ہیں اور سیف ان ہی کی زبانی قعقاع کے افسانے بھی بیان کرتا تھا اور ہم نے ثابت کیا کہ ان میں سے ایک راوی بھی حقیقت میں وجود نہیں رکھتا تھا۔یہ سب کے سب سیف کے ذہن کی تخلیق ہیں اور اس کے جعلی راویوں میں سے ہیں۔

درج ذیل نام بھی عاصم کے افسانوں کی روایات میں سے ہر ایک روایت کی سند میں راوی کے طور پر ذکر ہوئے ہیں لیکن قعقاع کے بارے میں سیف کی روایتوں میں ان کا نام نظر نہیں آتا۔

۱۱۔حمزۃ بن علی بن محفز

۱۲۔عبداللہ بن مسلم عکلی

۱۳۔کرب بن ابی کرب عکلی

۱۴۔عمیر صائدی

ان کے بارے میں بھی ہم نے اپنی جگہ پر وضاحت کی ہے کہ چونکہ ان ناموں کو ہم نے

سیف کے علاوہ کسی بھی روایت میں کہیں نہیں پایا اور راویوں کی فہرست میں بھی ان کے نام نظر نہیں آتے۔ لہٰذا انھیں بھی ہم سیف کے دیگر راویوں کی طرح اس کے اپنے ذہن کی تخلیق محسوب کرتے ہیں اور انشاء اللہ ان کی زندگی کے حالات سیف کے دیگر جعلی راویوں کے ساتھ ایک الگ کتاب میں بیان کریں گے۔

اس کے علاوہ چند مجہول راویوں کے نام بھی لئے گئے ہیں، جیسے عطیہ، بنی بکر سے ایک مرد، بنی اسد سے ایک مرد، ایک مرد سے، اس سے جس نے فتح شوش کی روایت کی ہے وغیرہ۔ چوں کہ ان کا کامل طور سے ذکر نہیں کیا گیا ہے اور ان کے نام بھی ذکر نہیں کئے گئے ہیں اس لئے ان کی پہچان کرنا ممکن نہیں ہے۔

اسی طرح بقول سیف جو روایت موسیٰ ابن طریف نے محمد بن قیس سے نقل کی ہے، اس سلسلے میں علمائے رجال کے ہاں وہ تمام راوی مشخص و معلوم ہیں جن سے موسیٰ ابن طریف نے روایت کی ہے لیکن ان میں محمد بن قیس نام [۱۲] کا کوئی راوی موجود نہیں ہے۔

ایک اور حدیث اس نے مقدام ابن ابی مقدام اور اس نے اپنے باپ سے اور اس نے کرب ابن ابی کرب کے ذریعہ روایت کی ہے۔ علمائے رجال نے شیوخ مقدام کے ضمن میں ان کے باپ اور کرب کا کوئی نام نہیں لیا ہے۔ یعنی کسی روایت میں مقدام نے اپنے باپ یا کرب سے کوئی حدیث نقل نہیں کی ہے [۱۳] اور یہ تنہا سیف ہے جس نے اپنی حدیث کے لئے ایسی سند جعل کی ہے اس کے علاوہ سیف بن عمر نے اپنے راویوں کے طور پر بعض دیگر نام لئے ہیں کہ سیف کے سابقہ ریکارڈ کے پیش نظر ہم نہیں چاہتے کہ سیف کے جھوٹ اور افسانوی گناہ ایسے اشخاص کے کندھوں پر ڈالیں۔

جب کہ ہمیں معلوم ہے کہ سیف تنہا شخص ہے جس نے ایسی احادیث ان راویوں کی زبانی نقل کی ہیں۔ بے شک سیف ایک جھوٹا اور افسانہ نگار شخص ہے۔

جن لوگوں نے عاصم کے افسانہ کو سیف سے نقل کیا ہے

ہم نے قعقاع کے افسانہ کو سیف ابن عمر تمیمی کی تقریباستّر روایات میں اور اس کے بھائی عاصم کے افسانہ کو سیف کی چالیس سے زاید روایات میں بیان کیا ہے۔

طبری نے ان دو بھائیوں کے بارے میں احادیث کے ایک بڑے حصے کو سیف سے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے اور اس کے بعد والے مورخین جیسے: ابن اثیر، ابن کثیر، ابن خلدون، ابوالفرج نے اغانی میں اور ابن عبدون نے شرح القصیدہ میں ان ہی مطالب کو طبری سے نقل کیا ہے۔ اس کے علاوہ ''اسدالغابہ''، ''استیعاب''، ''التجرید'' اور ''الاصابہ'' جیسی کتاب کے مولفین نے بھی ان مطالب کو براہ راست سیف یا طبری سے نقل کر کے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔

ابن عساکر، حموی اور حمیری نے ''الجرح والتعدیل'' میں تمام مطالب بلا واسطہ سیف سے نقل کئے ہیں۔

مذکورہ اور دسیوں دیگر مصادر نے خاندان تمیم کے نا قابل شکست دو افسانوی سورما قعقاع اور عاصم کے بارے میں ان مطالب کو بالواسطہ یا بلا واسطہ سیف ابن عمر تمیمی سے لیا ہے۔

سیف کی احادیث سے استناد نہ کرنے والے مورخین

مذکورہ مصادر کے مقابلہ میں ایسے مصادر بھی پائے جاتے ہیں، جنھوں نے فتوحات اور ارتداد کی جنگوں کے بارے میں وضاحت کی ہے یا اصحاب رسول خدا ﷺ کی سوانح لکھی ہیں، لیکن سیف کی باتوں پر اعتماد نہیں کیا ہے اور سیف کے ان دو جعلی اور افسانوی بھائیوں، قعقاع اور عاصم کا نام ونشان تک ان کی تحریروں میں نہیں پایا جاتا۔ یہ مصادر حسب ذیل ہیں:

طبقات ابن سعد میں (جس حصہ میں کوفہ جانے والے اصحاب رسول خدا ﷺ اور ان کے بعد جو تابعین کوفہ میں ساکن ہوئے ہیں، کے بارے میں تفصیل بیان کی گئی ہے) نہ ان دو تمیمی

بھائیوں کا کہیں نام ملتا ہے اور نہ عمرو ابن عاصم کو تابعین میں شمار کیا گیا ہے اور نہ اس کتاب کے دیگر حصوں میں ان کا کوئی ذکر ہے۔

اس کے علاوہ بلاذری کی کتاب ''فتوح البلدان'' اور شیخ مفید کی کتاب ''جمل'' میں بھی سیف کے جعل کردہ ان دو تمیمی بھائیوں کا کسی صورت میں کہیں ذکر نہیں کیا گیا ہے۔

دوسری جانب طبری اور ابن عساکر نے باوجود اس کے کہ ''فتوح'' اور ''ارتداد'' کے سلسلہ میں ان دو افسانوی بھائیوں کے بارے میں بہت سارے مطالب سیف بن عمر تمیمی سے نقل کئے ہیں، لیکن حسب ذیل راویوں:

۱۔ابن شہاب زہری	وفات ۱۲۴ھ
۲۔موسیٰ بن عقبہ	وفات ۱۴۱ھ
۳۔محمد بن اسحاق	وفات ۱۵۲ھ
۴۔ابو مخنف لوط بن یحییٰ	وفات ۱۵۷ھ
۵۔محمد بن سائب کلبی	وفات ۱۴۶ھ
۶۔ھشام بن محمد بن سائب	وفات ۲۰۶ھ
۷۔محمد بن عمر الواقدی	وفات ۲۰۷ھ
اور	
۸۔زبیر بن بکار	وفات ۲۵۷ھ

نیز ان کے علاوہ دسیوں دیگر راویوں سے بھی مطالب نقل کر کے اپنی کتابوں میں ثبت کئے ہیں۔ان احادیث میں سے کسی ایک میں بھی ان دو تمیمی افسانوی سورماؤں ،قعقاع اور عاصم کے نام نہیں پائے جاتے۔

ابن عساکر نے بھی اپنی تاریخ کے پہلے حصہ میں خالد بن ولید کے یمامہ سے عراق اور عراق

سے شام اور فتوح شام کی طرف عزیمت کے بارے میں ساٹھ روایات میں مذکورہ بالا راویوں سے نقل کیا ہے اور انھوں نے بھی ان ہی واقعات کو نقل کیا ہے، جس کی تشریح سیف نے کی ہے۔ لیکن ان دو افسانوی تمیمی سورماؤں کا کسی ایک حدیث میں ذکر نہیں پایا جاتا اور ان کی شجاعتوں اور حیرت انگیز کارناموں کا کہیں اشارہ تک نہیں ملتا۔

طبری نے بھی فتوح اور ارتداد کی جنگوں میں ۱۳ھ سے ۳۲ھ کے حوادث اور واقعات کے ضمن میں پچاس سے زیادہ روایات مذکورہ طریقہ سے ان ہی راویوں سے بیان کی ہیں جن کے بارے میں اوپر اشارہ ہوا۔ اس کے علاوہ خلافت عثمانؓ کے زمانے کے حوادث و واقعات کو بھی پچاس سے زیادہ روایات اور جنگ جمل کے بارے میں انتالیس روایات مذکورہ راویوں سے نقل کی ہیں اور ان ہی حوادث و واقعات کی تشریح کی ہے جن کی سیف نے وضاحت کرتے ہوئے خاندان تمیم کے دو افسانوی بہادر بھائیوں کا ذکر کیا ہے، لیکن ان میں سے ایک روایت میں بھی ان دو بھائیوں کا کہیں نام ونشان نہیں پایا جاتا، ان کے حیرت انگیز کارناموں کا تذکرہ تو دور کی بات ہے۔

اس کے علاوہ کتاب انساب میں بھی ان دو تمیمی بھائیوں کا کہیں نام ونشان نہیں ملتا اور اس کتاب میں سیف ابن عمر تمیمی زندیق، جھوٹے اور افسانہ ساز کی باتوں کو کسی قدر و منزلت کی نگاہ سے بھی نہیں دیکھا گیا ہے۔

یہ تھے سیف کے خیالی اور جعلی صحابیوں کے دو نمونے جنھیں اس نے اپنی خیالی قدرت سے خلق کر کے اپنے خاندان تمیم کے سورماؤں کے عنوان سے پہچنوایا ہے۔ انشاءاللہ ہم اس کے دیگر جعلی اصحاب کے بارے میں اس کتاب کی اگلی جلدوں میں بحث وتحقیق کریں گے۔

واللّٰه ولی التوفیق

فہرستیں :

- کتاب کے اسناد
- اس کتاب میں مذکور شخصیتوں کے نام
- اس کتاب میں مذکور قبیلوں کے نام
- اس کتاب میں مذکور مقامات کے نام
- اس کتاب میں ذکر شدہ سیف کے افسانوی دنوں کے نام

کتاب کے اسناد

مباحث کے حوالے:

ا۔ ''عبداللہ بن سبا''، ''سیف بن عمر'' کے حالات سے مربوط فصل۔

۲۔ ''تاریخ طبری''، طبع یورپ ۲۶۸۱/۱ وطبع مصر ۲۶۳/۴

زندیق وزندیقان:

ا۔ ''مروج الذہب'' حاشیہ ''ابن اثیر'' میں ۸۴/۲ و۱۱۶ عبارتوں میں تغیر کے ساتھ۔

۲۔ Browne, vol,1,P,160

۳۔ ''دائرۃ المعارف الاسلامیۃ'' انگریزی ۴۴۵/۱

۴۔ ''الطبری'' طبع یورپ ۵۸۸/۳ موسیٰ عباسی کے زمانے کے حوادث میں اور ''ابن اثیر'' میں۔

۵۔ ''الطبری''، طبع یورپ ۵۴۹/۳۔۵۵۱ اور طبع مصر ۱۴/۱۰ ۱۶۹ھ کے حوادث میں اور ''ابن اثیر'' ۲۹/۶۔

۶۔''الطبری''،طبع یورپ ۳/۴۹۹

۷۔''الطبری''،طبع یورپ ۳/۵۲۲

۸۔''مروج الذہب''،''ابن اثیر'' کے حاشیہ میں ۹/۷۔۹ مأمون کے مختصر حالات کے بیان میں۔

مانی اور اس کا دین:

۹۔''مانی و دین او'' ۵و۶

۱۰۔''الفہرست'' ۴۵۸ اور ''مانی و دین او'' ۷و۲۹۔۳۷۔

مانی کا دین

۱۱۔''مانی و دین او'' عبد الکریم شہرستانی سے منقول مانیوں کے ایک سردار ابن سعید کے بقول

۱۲۔''الفہرست'' ۴۵۶۔۴۶۴ اور ''مانی و دین او'' ۲۷۔۵۴۔

انبیاء کے بارے میں مانی کا نظریہ:

۱۳۔''الفہرست'' ۴۵۷ اور ''مانی و دین او'' ۵۷و۵۸

۱۴۔''مانی و دین او'' ۲۲۔

مانی کی شریعت:

۱۵۔''الفہرست'' ۴۶۵و۴۶۶ اور ''مانی و دین او'' ۴۹۔۵۴

مانی اور اس کے دین کا خاتمہ:

۱۶۔''مانی و دین او'' ۱۔۱۶ و ۵۸

۱۷۔ ''مانی ودین او'' ۱۸۔۲۰

۱۸۔ ''الفہرست'' ۴۷۲، ''الاغانی'' ۱۳۱/۶، ''ابن اثیر'' طبع یورپ ۳۲۹/۵

۱۹۔ ''الفہرست'' ۴۷۲

مانیوں کی سرگرمیاں:

۲۰۔ ''الفہرست'' ۴۷۱۔۴۷۴ اور ''مروج الذہب'' زمانہ قاہر عباسی کے حوادث کے بیان میں۔

عبداللہ بن مقفّع:

۲۱۔ ''ابن خلکان'' ۴۱۳/۱

عبدالکریم ابن ابی العوجاء:

۲۲۔ ''طبری'' اور ''ابن اثیر'' میں ۱۵۵ھ کے حوادث کے ضمن میں آیا ہے وہ کہ معن بن زائدہ کا ماموں تھا۔ صاحب ''لسان المیزان'' نے اس کے حالات کے بارے میں ۵۲/۴ اور صالح کی شرح حالات میں ۱۷۳/۳ میں لکھا ہے کہ وہ پہلے بصرہ میں زندگی بسر کرتا تھا۔

۲۳۔ ''بحار الانوار'' ۱۱/۲ ''احتجاج'' سے نقل کرتے ہوئے کہ یہاں پر مختصر بیان ہوا ہے۔

۲۴۔ ''بحار الانوار'' ۱۹۹/۳ اور ۱۴۱/۴۔

۲۵۔ ''بحار الانوار'' ۱۴/۲۔۱۵ ایک مفصل روایت نقل کی گئی ہے کہ اس میں ''عالم'' سے مقصود حضرت امام صادق علیہ السلام ہیں۔

۲۶۔ ''بحار الانوار'' ۱۳۷/۱۱

۲۷۔ ''بحار الانوار'' ۱۸/۴ توحید کے موضوع پر ایک مفصل حدیث ہے جسے حضرت امام

صادق علیہ السلام نے تین دن کے اندر مفضل بن عمر کو املاء فرمایا ہے۔

۲۸۔''لسان المیزان'' ۵۲/۴۔

۲۹۔'' طبری ''طبع یورپ ۳۲۷۶/۳،'' ابن اثیر''۳/۶،'' ابن کثیر''۱۱۳/۱۰،'' میزان الاعتدال''ذہبی طبع دار الکتب العربیہ تحقیق علی محمد البجادی ۶۴۴/۲،''لسان المیزان'' نے اسی کے حالات تفصیل سے ذکر کئے ہیں۔

مطیع بن ایاس:

۳۰۔''اغانی'' ۹۹/۱۲

۳۱۔''اغانی'' ۸۶/۱۲

۳۲۔''اغانی'' ۸۱/۱۲

۳۳۔''اغانی'' ۸۱/۱۲

۳۴۔''اغانی'' ۹۹/۱۲۔۱۰۱

۳۵۔''اغانی'' ۹۴/۱۲

۳۶۔''اغانی'' ۱۰۰/۱۲

۳۷۔''اغانی'' ۹۶/۱۲

۳۸۔''اغانی'' ۸۶/۱۲

۳۹۔''اغانی'' ۸۷/۱۲ و ''الدیارات''شابشتی ۱۶۰۔۱۶۲

۴۰۔''اغانی'' ۸۷/۱۲

۴۱۔''اغانی'' ۱۰۵/۱۲

۴۲۔''اغانی'' ۸۵/۱۲

۴۳۔''تاریخ بغداد''خطیب ۱۳/ ۲۲۵

۴۴۔''اغانی'' ۱۲/ ۹۶

۴۵۔''اغانی'' ۱۲/ ۹۸

۴۶۔''الفہرست'' ۴۶۷و۴۶۸

۴۷۔فصل شریعت مانی۔اسی کتاب میں

۴۸۔''اغانی'' ۱۲/ ۸۵

۴۹۔''تہذیب''ابن عساکر۲/ ۱۱۱۔۱۱۲اور''الموضوعات''ابن جوزی ۱/ ۳۸

نزاریوں اور یمانیوں کے درمیان خاندانی تعصّبات:

۱۔''طبری'' ۱/ ۱۵۲۶،''اغانی''۴/ ۱۲،اززہری و۔ل۔م(بیض)

۲۔''امتاع الاسماع''مقریزی۲۱۰۔۲۱۲،اوردیوان حسان

۳۔''طبری''سقیفہ کی داستان میں ۱/ ۱۸۳۸و۱۹۴۹

۴۔کتاب''سقیفہ'' کا قلمی نسخہ ازمولف جس میں اس واقعہ کے مفصل اسناد پیش کئے گئے ہیں

۵۔''التنبیہ والاشراف''مسعودی طبع ۱۳۵۷ھ،دارالصاوی مصر۹۴۔۹۵

۶۔مذکورہ سند ۲۸۰۔۲۸۱

۷۔''طبری'' ۲/ ۸۱۷اقصیدہ کے الفاظ میں تھوڑے فرق کے ساتھ،مسعوی سے منقول

''ابن اثیر''۵/ ۱۰۴

۸۔''مروج الذہب''''ابن اثیر''کے حاشیہ میں ۷/ ۱۸۰و۱۸۱

نزاریوں کی حمایت میں سیف کا تعصب:

۹۔قعقاع،ابی بجید وابی مفزز،سیف کے افسانوں کے سورماؤں کی روئیداد اسی کتاب کی

اگلی فصلوں میں

۱۰۔ ''طبری'' طبع یورپ ۱/۲۲۶۴۔۲۲۶۵ اور طبع مصر ۴/۱۴۴، داستان جنگ قادسیہ ۱۴ھ میں ''ابن کثیر'' ۷/۴۷

۱۱۔ ''عبداللہ ابن سبا'' طبع دارالکتب بیروت ۷۷ (سقیفہ کے بارے میں سیف کی ساتویں حدیث) اور ۱۲۴ (خالد بن سعید اموی کے بارے میں)

۱۲۔ ابوموسیٰ کی معزولی کے بارے میں سیف کی روایت کا ''طبری'' ۱/۲۸۹۹ اور اسی کتاب میں دوسروں کی روایت سے ۱/۲۸۲۸۔۲۸۳۱ میں اور ''استیعاب'' میں شبل کے حالات میں موازنہ کیا جاسکتا ہے۔

سیف سے روایت نقل کرنے والی کتابیں:

۱۔ روئیداد ''عبید بن صخر بن لوذان'' اسی کتاب ''۱۵۰ جعلی اصحاب'' کے طبع اول میں

۲۔ ''اسد الغابہ''۔ ''الاصابہ'' اور سیوطی کی ''اللئالی المصنوعۃ'' کے باب مناقب سائر الصحابہ ۴۲۷۔۴۲۸، میں عاصم کے بیٹے قریمہ وعدس کی روئیداد۔

۳۔ ''عبید بن صخر'' کی روئیداد، اسی کتاب کی پہلی طبع میں اور ''الاصابۃ'' میں قعقاع کے حالات کی وضاحت۔

۴۔ ''اسد الغابہ'' اور ''الاصابہ'' میں ''منجاب بن راشد'' اور کبیس بن ہوذہ'' کے حالات

۵۔ ''الاصابہ'' میں ''کبیس بن ہوذہ'' کے حالات

۶۔ ''اسد الغابہ'' میں ''کبیس بن ہوذہ'' کے حالات۔

۷۔ ''قعقاع'' کے حالات اسی کتاب ''جعلی اصحاب'' میں۔

۸۔ اسی کتاب میں ''عبید بن صخر بن لوذان'' کے حالات۔

۹۔ ''الاصابہ'' اور اسی کتاب میں ''اط'' اور ''عبد بن فدکی'' کے حالات زندگی۔

۱۰۔ ''اسد الغابہ'' میں ''حارث بن حکیم ضبی'' اور ''عبداللہ بن حکیم'' کے حالات۔

۱۱۔ ''اسد الغابہ'' اور اسی کتاب میں ''قعقاع'' کے حالات۔

۱۲۔ ''التجرید'' میں ''قعقاع'' اور ''عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان'' کے حالات۔

۱۳۔ اسی کتاب کی (۱۵۰ جعلی اصحاب) تمام داستانیں۔

۱۴۔ ''اسد الغابہ'' اور ''الاصابہ'' میں ''عبداللہ بن المعتم'' کی داستان۔

۱۵۔ ''اسد الغابہ'' اور ''الاصابہ'' میں ''عبداللہ بن عتبان'' کے حالات۔

۱۶۔ کتاب ''تاریخ جرجان'' ۴۔۴۷۸ فاتحین شہر گرگان کے باب میں۔

۱۷۔ ابونعیم کی ''تاریخ اصبہان'' اصفہان جانے والے اصحاب کی روئیداد کی فصل میں۔

۱۸۔ ''تاریخ بغداد'' ''عتبہ بن غزوان'' کے حالات ۱/۱۵۵ اور بشیر بن الخصاصیہ کے حالات ۱/۱۹۵۔

۱۹۔ ''تاریخ دمشق'' کتب خانہ ظاہریہ دمشق میں موجود قلمی نسخہ میں ''قعقاع'' کی روئیداد۔

۲۰۔ ''التہذیب'' میں ''قعقاع'' کے حالات۔

۲۱۔ ''الاصابہ'' اور اسی کتاب (۱۵۰ جعلی اصحاب) میں ''نافع الاسود'' اور ''عبداللہ بن المنذر'' کے حالات۔

۲۲۔ ''الاصابہ'' اور اسی کتاب کا آخری شخص ''عبداللہ بن صفوان'' اور ''اسود بن قطبہ'' کی زندگی کے حالات۔

۲۳۔ اسی کتاب (۱۵۰ جعلی اصحاب) طبع اول میں ''خزیمہ غیر ذی الشہادتین'' کی روئیداد

۲۴۔ دارالکتب مصر میں موجود ''الاکمال'' کے قلمی نسخہ ج ۱/، ورق ۱۱۱ (ب) ۴۰ (ب) ''جاریہ ابن عبداللہ'' اور ''ابی بجید'' کے حالات۔

۲۵۔ ''الاصابہ'' میں ''حزیمۃ بن عاصم'' کے حالات اور اسی کتاب میں ''عمرو بن الخفاجی'' کی روئیداد۔

۲۶۔ ''اسد الغابہ'' میں ''عدس بن عاصم'' کے حالات۔

۲۷۔ ''جمہرۃ انساب العرب'' ۱۹۹ اور اسی کتاب میں ''حارث بن ابی ہالہ'' کی زندگی کے حالات۔

۲۸ اور ۳۰۔ ''الانساب'' میں ''الاقفانی'' کی زندگی کے حالات اور اسی کتاب میں ''حرملہ'' کے حالات۔

۲۹۔ ابن قدامہ مقدسی کی ''الاستبصار'' / ۳۳۸۔

۳۱۔ ''الجرح والتعدیل'' طبع حیدرآباد ۱۳۷۱ھ میں ''قعقاع'' اور ''زبیر بن ابی ہالہ'' کے حالات۔

۳۲۔ ''میزان الاعتدال'' میں ''عمرو بن ریان'' ۳/۲۶۰ اور ''مبشر بن فضیل'' ۳/۴۳۴ کے حالات۔

۳۳۔ ''لسان المیزان'' میں ۳/۱۲۲ ''سہل بن یوسف''، ''عمرو بن ریان'' ۴/۳۴۶ اور ''مبشر بن فضیل'' ۵/۱۳ کے حالات۔

۳۴۔ ابن فقیہ کی کتاب ''مختصر البلدان'' ۱۳۹۔

۳۵۔۳۶۔۳۷۔ کتاب ''عبداللہ بن سبا'' فصل ''شہرہای جعلی سیف''۔

۳۸۔ اسی کتاب (۱۵۰ جعلی اصحاب) میں ''عاصم'' اور ''قعقاع'' کے حالات۔

۳۹ و ۴۱۔ اسی کتاب کے مقدماتی بحثوں کی ابتدائی بحث۔

۴۰۔ ''نصر بن مزاحم'' کی کتاب ''صفین'' ۵۔۶۔۹۔۱۰۔۵۳۳۔

۴۲۔ کتاب ''عبداللہ بن سبا'' فصل ''افسانہ سبا کی پیدائش کی بنیاد''۔

۴۳۔ ''ابن خیاط'' کی ''تاریخ خلیفہ'' طبع اول نجف ۱۳۸۶ھ ۱۰۷۔۱۰۸.

۴۴۔ ''فتوح البلدان'' طبع ۱۹۵۸ھ دار النشر للجامعین بیروت ۳۵۴ و ۴۳۱

۴۵۔۴۹۔ (اسی فہرست کا) مآخذ نمبر ۴۲۔

۵۰۔ سیوطی کی ''تاریخ الخلفاء'' ۹۷۔

۵۱۔۵۲۔۵۴۔۵۶۔۶۰۔۶۱۔ اسی کتاب (۱۵۰ جعلی اصحاب) کی فصل ''لیلۃ الھریر'' میں ''قعقاع'' کی سوانح۔

۵۳۔۶۳۔ اسی کتاب میں ''زبیر بن ابی ہالہ'' کی زندگی کے حالات۔

۵۵۔ اسی کتاب کی فصل ''یوم الجراثیم'' میں ''عاصم'' کے حالات۔

۵۷۔ ''الخاقانی'' کی تحقیق ''نہایۃ الارب'' طبع بغداد ۱۳۷۸ھ/۴۲۵۔

۵۸۔ ''اغانی'' ۱۵/۵۵ و ۵۶۔

۵۹۔ ابن بدرون کی ''شرح قصیدہ'' طبع سعادہ، قاہرہ ۱۳۴۰ھ/۱۴۲ و ۱۴۴۔

۶۲۔ ''ترمذی'' طبع دار الصاوی، مصر ۱۳۵۲ھ/۱۳/۲۴۵ اور ''ذہبی'' کی ''میزان الاعتدال'' ۲/۲۵۶ میں ''سیف'' کے حالات۔

۶۴۔ ابن ''حجر'' کی ''فتح الباری'' ۸/۵۸۔

۶۵۔ ''کنز العمال'' ۱۱/۳۲۳ اور ۱۵/۶۹ و ۲۳۳۔

۶۶۔ ''عقیلی'' میں ''عمرو بن ریان'' کے حالات۔

۶۷۔ ابن ''جوزی'' کی ''الموضوعات''۔

۶۸۔ ''اللئالی المصنوعہ'' باب ''مناقب سائر الصحابۃ'' /۴۲۷ و ۴۲۸۔

روایات سیف کی اشاعت کے اسباب:

۱۔ ''عبد اللہ بن سبا'' طبع بیروت/۱۵۹۔۱۶۳

۲۔ ''ذہبی'' کی ''النبلاء'' ۱۹۲/۲ اور ''طبقات ابن سعد'' ۳۶۲/۴

۳۔ ''عبداللہ ابن سبا'' طبع قاہرہ ۵۲/۱ فصل ''حوادث وواقعات کے سال میں تحریف''

۴۔ ''طبری'' ۲۲۲۲/۱ و۲۹۴۴ و۳۱۶۳ از عبدالرحمٰن بن ملجم

۵۔ ''طبری'' ۲۷۰۲/۱

۶۔ ''عبداللہ ابن سبا'' طبع بیروت، فصل ''سیف کی زندگی کے حالات'' سیف کے بارے میں علماء کے نظریات

قعقاع بن عمرو

۱۔ یہاں پر ہم نے کتاب ''الاستیعاب'' طبع حیدرآباد ۱۳۳۶ھ پر اعتماد کیا ہے۔

۲۔ ''ظاہریہ'' لائبریری دمشق کا قلمی نسخہ جس کی فوٹو کاپی ہمارے پاس موجود ہے۔

۳۔ استاد ابراہیم واعظ کی ''خریجو مدرسہ محمد''

۴۔ مجلّہ ''المسلمون'' شمارہ ۴ و ۵ سال ہفتم اور محمود شیت خطاب کی ''قادۃ الفتوح''

اس کا شجرۂ نسب:

۱۔ ''طبری'' طبع یورپ ۱۹۲۰/۱ اس سند کے ساتھ: ''عن سیف عن الصعب بن عطیه بن بلال عن ابیه''

۲۔ ''طبری'' ۳۱۵۶/۱ و۳۱۵۸ تا ۳۱۶۴ اس سند کے ساتھ ''عن سیف عن محمد وطلحه باسنادها''

۳۔ ''طبری'' ۲۴۳۷/۱ اس سند کے ساتھ: ''عن سیف عن ابی عمرو دثار عن ابی عثمان النهدی''

۴۔ ''طبری'' ۲۳۶۳/۱ اس سند کے ساتھ: ''عن سیف عن محمد والمهلب و الطلحه قالوا''

قعقاع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی:

۱۔ ''طبری'' ۳۱۵۶/۱ اور ''تاریخ ابن عساکر'' سیف سے نقل ''قعقاع'' کے حالات میں۔

۲۔ ''الاصابہ'' ۲۳۰/۳ میں ''قعقاع'' کے حالات کی تشریح۔

قعقاع سے منقول ایک حدیث:

۱۔ ابن حجر کی ''الاصابہ'' اور الرازی کی ''الجرح والتعدیل'' ۱۳۶/۲/۳ میں ''قعقاع'' کے حالات میں۔

سند کی تحقیقات:

۱۔ سیف کی روایتیں ''صعب'' سے ''تاریخ طبری'' ۱۹۶۲/۱ میں، ''سہم بن منجاب'' اور ''صعب'' نیز اس کے باپ سے ۱۹۰۸/۱ و ۱۹۲۱ و ۳۱۹۵، اور ۳۲۰۶۔۳۲۱۰ میں چار روایتیں ہیں۔ اور ''اسد الغابہ'' ۱۳۸/۳ و ۱۴۵ و ۱۶۷ اور ''الاصابہ'' ۳۰۶ میں آئی ہیں اور ''الاستیعاب'' میں عبداللہ بن حارث کے حالات میں اس کی سند بھی روایت ہوئی ہے اور محمد بن عبداللہ سے سیف کی روایتیں ''طبری'' ۲۰۲۵/۱۔۳۲۵۵ میں ۱۲ھ تا ۳۶ھ کے حوادث کے ضمن میں ذکر ہوئی ہیں۔ اور ''مہلب بن عقبہ'' سے سیف کی روایتیں ''طبری'' ۲۰۲۳/۱۔۲۷۱۰ میں ۱۲ھ سے ۲۳ھ کے حوادث کے ضمن میں ذکر ہوئی ہیں۔

ابوبکرؓ کے زمانہ میں:

۱۔ اس روایت کو ''طبری'' طبع یورپ ۱۸۹۹/۱ نے ''السری'' سے ''سیف'' سے ''سہل'' اور

''عبداللہ'' سے نقل کیا ہے اور ابوالفرج اصفہانی نے ''الاغانی'' ۱۵/۵۵ طبع ساسی میں طبری سے روایت کر کے لکھا ہے: روایت کی ہے ہم سے ''محمد بن جریر طبری'' نے ''السری'' سے اور اس نے ''شعیب'' سے اور اس نے ''سیف بن عمر'' سے اور ''ابن حجر'' نے اسے ''علقمہ'' کے حالات میں ''الاصابہ'' ۲/۴۹۷ نمبر ۵۶۷۷ میں بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: ''سیف نے فتوح میں یوں کہا ہے'' اور ابن ''اثیر'' نے ''الکامل'' ۳/۱۳۳ میں اسے مختصر طور پر ذکر کیا ہے۔

۲۔ ''ابوالفرج اصفہانی'' نے ''الاغانی'' ۱۵/۵۵ میں ''عامر'' کے حالات میں اس روایت کو نقل کیا ہے اور کہتا ہے: ''مدائنی'' نے اس طرح نقل کیا ہے۔

سند کی پڑتال:

ا۔ ''طبری'' ۱/۱۸۴۴۔۳۱۲۰ میں ''سہل'' سے ''سیف'' کی روایتیں ۱۱ھ سے ۳۶ھ تک کے حوادث کے ضمن میں نقل ہوئی ہیں اور تاریخ طبری ۱/۱۷۵۰۔۳۰۹۵ میں عبداللہ سے نقل کی گئی سیف کی روایتیں سنہ ۱۰، ۱۱، ۱۳، ۱۶، ۱۷، ۳۵، اور ۳۷ ہجری کے حوادث کے ضمن میں پراکندہ صورت میں پائی جاتی ہیں۔

قعقاع عراق کی جنگ میں:

ا۔ ''طبری'' ۱/۲۰۱۶ و ۲۰۲۰ تا ۲۰۲۶، ''ابن اثیر'' ۲/۱۴۸۔۱۴۹، ''ابن خلدون'' ۲/۲۹۵ و ۲۹۶، ''تاریخ الاسلام الکبیر'' ذہبی ۱/۳۷۴، اور ''ابن کثیر'' ۶/۳۴۲

۲۔ ''طبری'' ۱/۲۳۷۷۔۲۳۸۹

سند کی پڑتال:

ا۔ ''طبری'' ۱/۲۰۲۴ و ۲۰۷۶ و ۳۱۵۱، اور روایت عبدالرحمٰن ۱/۲۰۲۱۔۲۱۱۰، اور حنظلہ

۲۰۲۵۔۲۰۲۶۔زیاد بن حنظلہ کی روئیداد بعد میں بیان ہوگی۔

قعقاع حیرہ کی جنگوں میں:

ا۔''طبری'' ا/۲۰۲۶۔۲۰۳۶، ''ابن اثیر'' ۲/۱۴۸۔۱۴۹، ابن کثیر ۶/۳۴۴۔۳۴۶، اور ''ابن خلدون'' ۲/۲۹۷۔۲۹۸

۲۔''طبری'' ا/۲۰۴۶۔۲۰۴۷

۳۔بلاذری ''فتوح البلدان'' ۳۵۳و۴۷۸میں۔

۴۔بلاذری ''فتوح البلدان'' ۳۳۹و۳۴۲۔

۵۔''ابن درید'' کی ''الاشتقاق'' اور ''ابن حزم'' کی ''الجمہرہ'' ۲۹۵۔

سند کی جانچ و پڑتال:

ا۔''طبری'' ا/۲۰۲۶و۲۴۹۵میں ''زیاد بن سرجس'' سے ''سیف'' کی روایت ۱۲سے۱۷ھ تک کے حوادث کے ضمن میں ذکر ہوئی ہیں اور ''ابوعثمان النهدی عبدالرحمٰن بن مل، ''طبری ۳/۲۴۸۱و ۲۵۴۷ میں اور ''ابوعثمان یزید بن اسید'' سیف کے جعلی صحابی ہیں۔فہرست طبری ۳۷۸۔کہ یہ لوگ ''محمد بن طلحہ'' کے ہمراہ تین افراد ہوتے ہیں، فہرست طبری ۵۱۶ میں ذکر ہوئے ہیں۔

قعقاع حیرہ کے حوادث کے بعد:

ا۔''طبری'' ا/۲۰۴۹و۲۰۵۵، ''ابن اثیر'' ۲/۱۵۰، ''ابن کثیر ۶/۳۴۸۔ابن خلدون ۲/۲۹۹ حیدرآبادی ''مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ'' مکتوبات نمبر ۲۹۳و۳۰۱اور ۳۴۰میں۔

۲۔''طبری'' ا/۲۰۱۶و۲۰۱۸میں کلبی سے اور ''ابی مخنف'' سے اور ''ابن اسحاق'' سے اور بلاذری نے فتوح البلدان ۳۴۲اور معجم البلدان میں ''بانقیاء'' کے حالات میں۔

سند کی پڑتال:

۱۔روایت غصن '' طبری''۱/۱۹۷۷۔۲۹۸۰میں سنہ ۱۱و۱۲و۱۴و۲۲و۳۰و۳۴ ہجری کے حوادث کے ضمن میں اور ابن مکنف سے ۱/۲۰۵۰ میں اور بنی کنانہ کے ایک مرد سے ۱/۲۰۳۹۔۲۸۹۰ میں سنہ۱۲۔۳۲ ہجری کے حوادث کے ضمن میں۔

حدیث المصیخ کی سند:

۱۔ ''طبری''۱/۲۰۷۴میں ''بنی سعد سے ایک مرد''نقل ہوا ہے۔

خالد کی شام کی جانب روانگی کی داستان:

۱۔ ''ابن عساکر''۱/۴۴۷اور۴۴۶میں مختصر طور سے ذکر ہے۔

۲۔ ''طبری''۱/۲۰۷۰اور۲۰۷۶اور۲۰۸۵۔

۳۔ ''ابن عساکر''۱/۴۶۴۔

۴۔عراق میں خالد کی فتوحات کے بارے میں جو نقل ہوا ہے:''طبری''۱/۲۰۲۰۔۲۰۷۷'' ابن اثیر''۲/۱۴۷۔۱۵۳،''ابن کثیر''۶/۳۴۲۔۳۵۲،''ابن خلدون''۲/۲۹۵۔۳۰۳،''بلاذری''،'' فتوح البلدان'' کے باب ''فتوح السواد میں''۳۳۷۔۳۵۰اور دینوری کے''اخبارالطوال''۱۱۱۔۱۱۲

۵۔مورخین کے روایات میں اختلافات کو''ابن عساکر'' نے ۱/۴۴۷۔۴۷۰،طبری نے ۱/۲۱۱۰۔۲۱۲۷اور ابن اثیر نے۲/۳۱۲۔۴میں ذکر کیا ہے۔

سند کی پڑتال:

۱۔''طبری''۱/۲۱۱۳۔۲۴۶۰میں''عبیداللہ بن محفز'' سنہ۱۳اور۱۶ہجری کے حوادث کے ضمن میں آیا ہے اور''ابن عساکر''۱/۴۶۶میں''عبداللہ''اور وہ جس نے اس کے لئے''بکر بن وائل'' سے

روایت نقل کی ہے''طبری'' ۱؍۲۱۱۳۱۲اور ابن عساکر ۱؍۴۶۶۔

شام کی جنگوں میں:

۱۔''طبری'' ۱؍۲۰۹۳۔۲۰۹۷، ابن عساکر ۱؍۵۴۱ اور قعقاع کے حالات میں نیز ابن کثیر ۷؍۷۔۱۶، داستان یرموک ابن اثیر وابن خلدون اور فتوح البلدان ۱۵۷و۱۸۴ اور ''عبداللہ ابن سبا'' کی فصل ''حوادث کے سنوں میں سیف کی تحریف'' ملاحظہ فرمایئے۔

سند کی تحقیق:

۱۔روایت ''ابوعثمان یزید'' ''طبری'' ۱؍۲۰۸۴۔۲۵۸۶ سنہ ۱۳اور ۱۸ ہجری کے حوادث کے ضمن میں اور تاریخ ابن عساکر ۱؍۴۸۴۔۵۴۶ میں آئی ہے۔

فتح دمشق:

۱۔طبری ۱؍۲۱۵۰۔۲۱۵۶، ابن عساکر ۱؍۵۱۵۔۵۱۸، اور قعقاع کے حالات میں سیف کے اشعار نقل ہوئے ہیں، فتوح البلدان ۱۶۵، ابن اثیر، ابن کثیر اور ابن خلدون نے انھیں طبری سے نقل کیا ہے۔

سند کی تحقیق:

۱۔''طبری'' ۱؍۲۰۸۴۔۲۸۲۲ میں سنہ ۱۳۔۱۸ ہجری کے حوادث کے ضمن میں اور تاریخ ابن عساکر ۱؍۴۸۴۔۵۴۵ میں ''خالد'' و''عبادہ'' سے سیف کی روایتیں۔

فحل کی جنگ:

۱۔طبری ۴؍۵۹۔۶۰، ابن عساکر ۱؍۴۸۵۔۴۸۸ و۵۳۵ اور ''فتوح البلدان'' بلاذری ۱۵۸

۲۔طبری ۱/۲۱۵۴ سنہ ۱۳ ہجری کے حوادث کے ضمن میں وطبع مصر ۱۲۰/۴، تاریخ ابن عساکر ۱/۵۱۷، ابن کثیر ۲۵/۷ اور کتاب عبداللہ ابن سبا کی فصل '' حوادث کے سالوں میں تحریف '' کے ذیل میں۔

عراق میں دوبارہ جنگیں۔قادسیہ:

۱۔طبری ۱/۲۳۰۵۔۲۳۲۷ اور طبع مصر ۱۲۰/۴۔۱۲۸ ۱۴ھ کے حوادث۔

۲۔''شرح قصیدہ ابن عبدون'' طبع لیدن ۱۴۴/۔۱۴۶۔

۳۔''نہایۃ الارب'' تحقیق علی الخاقانی ۴۲۵ اور تاج العروس ۱/۶۳۷۔

۴۔طبری ۱/۲۳۲۷۔۲۳۳۲

۵۔طبری ۱/۲۳۰۵۔۲۳۳۸ اور طبع مصر ۱۲۰/۴۔۱۳۳، نیز '' ابن عساکر'' قعقاع کے حالات ۱/۵۱۷، شرح قصیدہ ابن عبدون، ابن کلبی کی '' انساب الخلیل''، '''قاموس'' فیروزہ آبادی، ''لسان العرب'' ابن منظور، ''نہایۃ الارب'' قلقشندی اور ابن کثیر ۴۵/۷۔

۶۔'' ابن اثیر'' ۳۴۵/۲۔۳۷۷، ابن کثیر ۳۵/۷۔۴۷، ابن خلدون ۳۰۸/۲ و ۳۱۵ اور ''روضۃ الصفا'' ۶۸۲/۲۔۶۸۵

سند کی تحقیق:

۱۔روایت عمرو '' طبری'' ۱/۲۲۹۵۔۲۴۹۸ میں آئی ہے اور اس کے حالات '' میزان الاعتدال'' ۲۶۰/۳، اور لسان المیز ان ۳۴۶/۴ میں سنہ ۱۴ و ۱۷ ہجری کے حوادث کے ضمن میں آئے ہیں۔حمید نے ''طبری'' ۱/۲۳۲۹ میں، تحذب وعصمۃ نے طبری ۱/۲۳۲۱ میں اور ابن محراق جو قبیلہ طی کے ایک مرد سے نقل کرتا ہے، نے طبری ۱/۲۳۱۲ میں روایت کی ہے۔

جنگ کے بعد کے حوادث:

۱۔طبری ۱/۲۳۵۷۔۲۳۶۴اور طبع مصر ۴/۱۳۶۔۱۴۳،اور'' قعقاع '' کے حالات ''الاصابہ''و''فتح البلدان''میں اور''الاخبارالطّوال''فتح قادسیہ۔

فتح مدائن اور جنگی غنائم:

۱۔''طبری'' ۱/۲۴۳۴۔۲۴۳۶،اور ۲۴۴۷۔۲۴۴۹ و ابن اثیر۲/۳۹۵۔۴۰۴،ابن کثیر ۷/۶۱۔۶۸،ابن خلدون۲/۳۲۸۔۳۳۰،''الروض''ورق۲/۲۸۲ سے مدائن کی روئیداد۔

سند کی تحقیق:

۱۔ان کی روایت طبری میں اس طرح نقل ہوئی ہے :''بنی الحارث'' سے ایک مرد اور ''عصمة''۱/۲۴۴۸ومرد گمنام ۱/۲۴۳۵والرفیل اور اس کا بیٹا۱/۲۲۴۹۔۲۴۴۵ سنہ۱۴،۱۵و۱۶ ہجری کے واقعات میں اورالنضر ۱/۲۱۷۔۲۴۴۵،سنہ۱۳،۱۴و۱۶ ہجری کے واقعات میں۔

جلولاء میں:

۱۔''طبری''۱/۲۴۵۶۔۲۴۷۴اور طبع مصر۴/۱۷۹و۱۸۶او۱۹۱و۱۹۴،''اخبارالطّوال''۱۲۷۔ ۱۲۹،''فتوح البلدان'' ۳۶۸۔۴۲۳،''معجم البلدان''،ابن اثیر۲/۴۰۴۔۷۰۰''ابن کثیر'' ۷/۶۹، ''ابن خلدون''۲/۳۳۱۔۳۳۲،اور''روضة الصفا''۲/۶۸۹۔

سند کی تحقیق:

۱۔''طبری میں حدیث'' حماد'' ۱/۲۴۶۳۔۳۲۱۴و'' بطان'' ۱/۲۴۵۸وعبداللہ ۱/۲۱۱۳۔ ۲۴۶۰ سنہ۱۳۔۱۶ہجری کے حوادث اور''المستنیر'' ۱/۱۷۹۵۔۳۰۳۴ سنہ ۱۱۔۳۴ہجری کے حوادث

میں۔

شام کی دوبارہ جنگوں میں:

ا۔''طبری''طبع مصر ۴/۱۹۵و۱۹۷،قعقاع کے حالات ابن''عساکر''اور''الاصابہ''میں،

ابن اثیر ۲/۴۱۳،ابن کثیر ۷/۵۷،اور ابن خلدون ۲/۳۳۸۔

نہاوند میں:

ا۔ ''طبری''طبع مصر ۴/۲۳۱۔۲۴۵طبع یورپ ۱/۲۵۹۶۔۲۶۳۴ ۲۶۳۴،الاخبار الطّوال ۱۳۳۔

۱۳۷، بلاذری ۴۲۴۔۴۳۳،''الوثائق السیاسیہ'' مکتوب نمبر ۳۳۲،معجم البلدان میں''ثنیۃ الرکاب''

''ماہان''''وایہ خرد''اور نہاوند کی روداد،''ابن اثیر''۳/۴،''ابن کثیر''۷/۱۰۵۔۱۱۰،''ابن خلدون''

۲/۳۵۰''ابن کثیر''اس باب کی ابتداء میں لکھتا ہے جو کچھ اس نے سیف سے نقل کیا ہے''طبری''سے

لیا ہے۔

سند کی تحقیق:

ا۔ان کی روایات''طبری''ا/۲۵۰۵و۲۶۳۱ میں ہیں۔

بحث کا خلاصہ:

ا۔''طبری''ا/۲۹۲۸۔۲۹۳۰و۲۹۳۶و۲۹۵۰،اور طبع مصر ۵/۹۲۔۹۳و۹۶و۱۰۱۔

قعقاع عثمانؓ کے زمانے کی بغاوتوں میں:

ا۔''طبری''ا/۲۹۲۸۔۲۹۳۶و۲۹۵۰و۳۰۵۸،اور طبع مصر ۵/۹۲۔۹۳و۹۶و۱۴۸۔

۲۔''طبری''ا/۲۹۵۸۔۲۹۶۰،اور طبع مصر ۵/۱۰۵و۱۰۶۔

۳۔ ''طبری'' ۱/ ۳۰۰۹۔۳۰۱۳و ۳۰۸۸ اور طبع مصر ۵/ ۱۲۶۔ ۱۲۸و ۱۶۲۔

۴۔ ''طبری'' ۱/ ۳۱۴۹۔ ۳۱۵۰، اور طبع مصر ۵/ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔

۵۔ ''طبری'' ۱/ ۳۱۵۶۔ ۳۱۵۸۔

۶۔ ''طبری'' ۱/ ۳۱۵۶۔ ۳۲۲۶، اور طبع مصر ۵/ ۲۰۰۔ ۲۲۳۔

۷۔ ''ابن اثیر'' ۳/ ۱۷۰۔ ۲۱۷و ''ابن خلدون'' ۲/ ۴۲۵ و ''ابن کثیر'' ۷/ ۱۶۷و ۲۴۶و ''روضۃ الصفا'' ۲/ ۲۰۷۔

۸۔ جو کچھ ہم نے طبری سے نقل کیا ہے ۱/ ۱۹۸۔ ۱۹۹ میں ہے، اور امیر المومنینؑ کا مکتوب ''نہج البلاغہ'' ۳/ ۱۲۲ سے نقل کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ '' الامامۃ والسیاسۃ'' ۶۵ اور '' ابن اعثم'' ۱۷۳ سے۔

۹۔ اس جواب کو ''العقد الفرید'' ۴/ ۳۱۴ میں خود زبیر سے نسبت دی گئی ہے، لیکن ''زبیر ابن بکار'' نے اسے ''ابن زبیر'' سے نسبت دے دی ہے۔ ''تہذیب'' ابن عساکر ۵/ ۳۶۳، اور نہج البلاغہ ۲/ ۱۶۹۔

۱۰۔ ان دو خطبوں کو ''ابن اعثم'' نے ص ۱۷۴ میں اور شیخ مفید نے ''الجمل'' ۱۵۸۔ ۱۵۹ میں نقل کیا ہے۔

۱۱۔ ''تاریخ اعثم'' ۱۷۵، اور شرح نہج البلاغہ ۱/ ۳۰۵۔

۱۲۔ '' حاکم نیشاپوری'' نے ''المستدرک'' ۳/ ۳۷۱ میں، ''الذہبی'' نے ''تلخیص'' میں اور ''المتقی'' نے ''کنز العمال'' ۶/ ۸۵ میں۔

۱۳۔ ''یعقوبی'' و ''مسعودی'' و ''ابن اعثم'' و ''الاغانی'' ۱۶/ ۱۲۷ ا ''ابو مخنف'' بروایت ''شرح نہج البلاغہ'' ۲/ ۴۳۰ و ۸۱۔

۱۴۔ ''طبری'' ۵/ ۲۰۵ و ''الکنز'' ۶/ ۸۵ و ''ابن اثیر'' ۳/ ۱۰۴ و '' تاریخ اعثم'' و ''ابومخنف''

بروایت ''شرح نہج البلاغہ'' ۲/۴۳۱۔

۱۵۔ ''ابن اعثم'' و ''ابوالفرج'' نے ''اغانی'' ۱۶/۱۲۷ میں اور ''یعقوبی'' نے و ''شرح نہج البلاغہ'' ۲/۸۱ و ۴۳۰۔ ابومخنف کی کتاب ''الجمل'' سے کہ ہم نے اس کی عبارت درج کی۔

۱۶۔ ''شرح نہج البلاغہ'' ۲/۸۱ اور ۸۹/۱۔ ابومخنف کی ''الجمل'' سے

۱۷۔ ''تاریخ یعقوبی'' و ''الکنز'' ۶/۸۳۔۸۵ و ''اغانی'' اس کے علاوہ ''احادیث عائشہ'' اسی کتاب کے مولف سے ۶۱۔۱۸۹

۱۸۔ ''طبری'' طبع مصر ۵/۲۰۴، ''العقد الفرید'' ۴/۳۲۸، اور ''یعقوبی''

۱۹۔ '''' طبری'' طبع مصر ۵/۲۲۵، ''ابن اثیر'' ۳/۱۰۲، اور ''انساب الاشراف'' ۱/۱۶۷۔

سند کی تحقیق:

۱۔ روایت یزید ''طبری'' ۱/۲۸۴۹۔۲۹۴۲ میں سنہ ۳۰۔۳۵ ہجری کے حوادث کے ضمن میں آئی ہے اور ''مرداسدی'' ''طبری'' ۱/۲۹۴۸ و ''جریر'' ۱/۳۱۵۸ و ۳۲۱۱ و ''صعصعہ'' ۱/۳۲۱۱ و ''مخلد'' ۱/۳۲۱۲ و ''الشیخ الضبی'' ۱/۳۲۱۴ و قیس ۱/۲۸۹۱ و ۳۰۴۴ میں ذکر ہوئی ہیں۔

خاتمہ:

۱۔ ''طبری'' ۱/۳۲۱۵ و ۱/۱۹۲۰ اور طبع مصر ۵/۲۱۸

عاصم بن عمرو

عراق کی جنگ میں:

۱۔ عاصم کے حالات ''الاستیعاب''، تاریخ ابن عساکر کے قلمی نسخے، ''التجرید''، ''الاصابہ''

میں اور ''مقر'' و''حیرہ'' کے حوادث کی شرح معجم البلدان، ''طبری'' ۲۰۲۲/۱۔۲۰۵۸ اور ''ابن کثیر'' ۴۴۴۳/۶ میں۔

''دومۃ الجندل'' میں:

۱۔ ''طبری'' ۲۰۶۵/۱۔۲۰۶۸ اور ''الملطاط'' کے بارے میں ۲۱۸۵/۱ و ۲۲۵۵ و ۲۴۸۵ و ۲۹۰۸، ابن کثیر ۳۵۰/۶۔

''لسان وملطاط'' کی تشریح:

۲۔ ''طبری'' ۲۴۸۵/۱، ''تاریخ ابن عساکر'' کے قلمی نسخے میں ''عاصم'' کے حالات، حموی کی ''المعجم'' اور ''المشترک'' میں ''دومۃ الجندل'' کی روئیداد، فتوح البلدان ۸۳، اور ابن عساکر ۴۴۸/۱:

عاصم وخالد کے باہمی تعاون کا خاتمہ:

۳۔ ''طبری'' ۲۰۷۴/۱ و ۲۰۷۵ و ۲۱۱۵، اور ابن عساکر ۴۴۷/۱۔۴۷۰۔

مثنی کے ساتھ:

۴۔ ''طبری'' ۶۴/۴۔۶۶، ''فتوح البلدان'' ۳۵۰۔۳۵۱، ''تراجم الاماکن'' از حموی اور ''ابن اثیر'' ۳۳۵/۲۔

جسر (پل) کی جنگ:

۵۔ ''طبری'' ۶۷/۴۔۷۷، ''فتوح البلدان'' ۳۵۱ ''اخبار الطوال'' ۱۱۳، اور حدیث ''حمزہ'' ''طبری'' ۲۰۱۸/۱ و ۲۱۹۸ میں۔

سعد کے ساتھ:

۶۔ ''طبری'' ۴/۸۸۔۱۳۶،''یعقوبی'' ۲/۱۴۴،معجم البلدان و'' فتوح البلدان''
۳۵۶۔۳۶۵،اور''اخبارالطّوال''۱۱۹۔۱۲۶۔

۷۔''طبری'' ۴/۱۱۴و۱۷۰۔۱۷۳،''تاریخ بغداد''از خطیب،ہاشم کے حالات کے بارے میں ۱/۱۹۶اور داستان فتح مدائن از فتوح البلدان ۳۶۶ اور کوفہ کی روئیداد از معجم البلدان ۴/۳۲۳''دلائل النبوۃ''۳/۲۰۸۔۲۰۹،''جمہرۃ انساب العرب''از''ابن حزم''۳۷۸،''ابن اثیر''۲/۳۷۲۔۳۷۴۔۳۹۸،''ابن کثیر''۷/۳۷۔۴۷۔۶۴اور''ابن خلدون''۲/۳۱۵۔۳۲۸و۳۲۹۔

جنگ قادسیہ میں:

۸۔''طبری''۴/۲۱۳۔۲۲۱،''ابن اثیر''۲/۴۱۹۔۴۲۰،''ابن کثیر''۷/۴۳،''ابن خلدون'' ۲/۳۴۱،''فتوح البلدان''۳۴۵،کتاب''حموی''اور''حمیری''میں'' جندی شاپور'' کی روئیداد ورق ۲/۹۷عبارت میں تھوڑے اختلاف کے ساتھ۔

۹۔سیف کی روایت اس سے''جس نے فتح شوش کی روایت کی ہے''''طبری''۱/۲۵۲۶ میں۔

سیستان میں:

۱۰۔''طبری''۴/۲۲۱،۵/۶و۵۴و۶۵،''فتوح البلدان''۵۵۳۔۵۵۶،''حموی''سیستان کی روئیداد میں،'' تاریخ ابن خیاط''۱/۱۴۴،''ابن اثیر''۲/۴۳۲۔۴۳۳،ابن کثیر۷/۸۹اور'' ابن خلدون''۲/۳۴۵و۳۶۰و۳۷۳۔

عمرو بن عاصم:

۱۱۔''طبری''۵/۵۹وطبع یورپ ۱/۲۸۴۱

سند کی تحقیق:

۱۲۔ ''الجرح والتعدیل'' ۴رق ۱۴۸/۱، ''میزان الاعتدال'' ۲۰۸/۴ اور لسان المیزان ۱۲۱/۶۔

۱۳۔ ''الجرح والتعدیل'' ۴رق ۳۰۲/۱۔

اس کتاب میں مذکور شخصیتوں کے ناموں کی فہرست

(الف)

ابن خاضیہ
ابن خلدون
ابن خلکان
ابن خیاط
ابن دباغ
ابن درید
ابن دیصان
ابن رفیل
ابن سعد
ابن سکن
ابن شاہین
ابن شہاب زہری
ابن صعصعہ
ابن طفیل
ابن عباس
ابن عبدالبر
ابن عبدربہ
ابن عبدون
ابن عدلیس
ابن عساکر

ابن فتحون
ابن فرح
ابن فقیہ
ابن قتیبہ دینوری
ابن قانع
ابن کثیر
ابن کلبی
ابن ماکولا
ابن محراق
ابن مرزبان (حیرہ کے سرحد بان کا بیٹا)
ابن مقفع (عبداللہ مقفع)
ابن مندہ
ابن منظور
ابن ندیم
ابو نجید
ابوبکر (خلیفہ)
ابوبکر خطیب (خطیب بغدادی)
ابوبکر عبداللہ
ابوجعفر محمد بن حسن (شیخ طوسی)
ابوذر غفاری

داہر پادشاہ ھندوستان

دعبل

(ذ)

ذوالحاجب

ذہبی

(ر)

رازی

ربیع بن زیاد

ربیع بن مطر تمیمی

رستم فرخ زاد

رشاطی

رشید

رضی (سید رضیؒ)

رفیل وابن رفیل

روزبہ

روزمھر

(ز)

زادمھش

زبیدی

زبیر

زردشت

زفر بن حارث

زیاد بن سرجس احمری

زید بن صوحان

(س)

سجاح

سعد بن ابی وقاص

سر ویلیام مویر

سر ٹامس آرنالڈ

سعید اموی

سعد بن عبادہ

سلمٰی

سلمان فارسی

سلیل بن زید

سماک بن خرشہ انصاری

سمعانی

سنان بن وبر جھنی

سیاوش

سید رضی

سہل بن یوسف سلمی

عبدالکریم بن ابی العوجاء

عبداللہ بن ابی سلول

عبداللہ بجلی

عبداللہ بدیل

عبداللہ بن زبیر

عبداللہ بن سبا

عبداللہ بن سعید

عبداللہ بن عامر بن کریز

عبداللہ بن عباس

عبداللہ بن علی بن ابیطالب علیہ السلام

عبداللہ بن مسلم عکلی

عبداللہ بن معاویہ

عبدالملک

عبدالمومن

عبیداللہ بن محفز

عتبہ بن غزوان

عتبہ بن فرقد لیثی

عثمان (خلیفہ)

عثمان بن ولید

عروۃ بن بارقی

عروۃ بن زید خیل طائی

عروۃ بن ولید

عصمۃ بن حارث

عصمۃ بن عبداللہ

عصمۃ وائلی

عطیہ

عفیف بن منذر تمیمی

عقبۃ بن سالم

عقیلی

علاء حضرمی

علقمہ بن علاثہ کلبی

علی بن ابیطالب علیہ السلام (امیرالمومنین)

عمار یاسر

عمر بن خطاب (خلیفہ)

عمر کلواذی

عمرو بن حریث

عمرو بن ریان

عمرو عاص

عمرو بن عاصم تمیمی

عمرو بن عبید

اس کتاب میں مذکور قبیلوں کے نام

(الف)

ازد

اسد

اوس

اياد

(ب)

بارق

بجيله

بكر بن وائل

بنى اميه

بنى سنبِس

بنى ضبّه

بنى عامر

بنى عقفان

بنى عمرو

بنى هاشم

(ت)

تميم

تغلب

(خ)

خزرج

(ر)

ربيعه

(س)

سبائيه

(غ)

غسّانيان

غنز

(ق)

قحطان

قريش

قيس

(ک)

كلب

(م)

مجاشع

مضر

معدّ

(ن)

نخع

نِزار

نِمر

(ہ)

هوازن

(ی)

يمانى

اس کتاب میں مذکور مقامات کے نام

(الف)

اُبُلّه

اَجنادین

اصافر

الیس

الیس صغریٰ

انبار

اندر زرود

ایلیای فلسطین

(ب)

بابل

بارق

باروسیما

بانقیا

بحرین

بسما

بصره

بُصریٰ

بعقوبه

بعلبک

بغداد

بَویُب

بهرسیر

بیداء

(پ)

پارس

(ت)

تدمُر

تُستَر

(ث)

ثنی(الثنی)

(ج)

جالینوس

جلولا

جُندی شاپور

(ح)

حصید

حلوان

حمص

حوران

حیره

(خ)

خانقین

خراسان

خنافِس

(د)

دابق

مدینه

مزار (المزار)

مرج راهط

مرج الصفّر

مرج مسلّح

مصيّخ برشاء

مصيّخ بهراء

مقر (المقر)

مكه

ملطاط

موصل

موقان(مغان)

ميسان

(ن)

نجف

نهاوند

نمارق

(و)

واسط

واقوصه

وای خرد

ولجه (الولجه)

(ه)

هرمزگان

همدان

هوافی

(ی)

یاقوصه

یرموک

یمامه

یمن

اس کتاب میں ذکر شدہ سیف کے افسانوی دنوں کے نام

روزآب (یوم الماء)

روزارماث (ارماث کا دن)

روزاغواث (اغواث کا دن)

روزجراثیم (جراثیم کا دن)

روزعماس (عماس کا دن)

گائے کا دن (یوم الاباقر)